اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا بیان
محبوب خدا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں

المعروف بہ

شمائلِ کبریٰ

جلد سوم

اور چوبیس گھنٹے کی زندگی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک
اور نورانی طریقوں اور اعمال پر مشتمل ایک نایاب کتاب جسے پڑھ کر
دلوں میں سنتوں کے اپنانے کا شوق پیدا ہوگا۔

مؤلفہ:
مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی
استاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گوریني جون پور

پسند فرمودہ:
حضرت مفتی نظام الدین شامزئی مدظلہ العالی
استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵

ناشر
زمزم پبلشرز

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام	: شمائل کبریٰ (حصہ سوم)
اشاعت دوم	: اگست ۲۰۰۲ء (جدید نظر ثانی شدہ)
باہتمام	: احباب زم زم پبلشرز
کمپوزنگ	: فاروقِ اعظم کمپوزرز فون: 63 75 386
سرورق	: لومینز گرافکس
مطبع	:
ناشر	: زم زم پبلشرز، شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی فون: 7725673 - 7760374 فیکس:7725673 ای میل - zmzm01@cyber.net.pk zamzam@sat.net.pk

ملنے کے دیگر پتے : دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
علمی کتاب گھر اردو بازار۔ کراچی
قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ۔ کراچی
صدیقی ٹرسٹ، لسبیلہ چوک۔ کراچی فون : 7224292
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار۔ لاہور

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تو تصور نہیں کرسکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح و اصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زرِ کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" کے مصداق بن جائیں۔

جَزَاكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى جَزَاءً جَمِيْلًا جَزِيْلًا

—— منجانب ——

احبابِ زمزم پبلشرز

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
مقدمہ	۳۳
آپ ﷺ کی آمد عمدہ اخلاق کی ترویج اور اہتمام کیلئے	۳۷
مکارم اخلاق کی تاکید: اہمیت و فضائل احادیث میں	۳۹
اخلاق فاضلہ کیا ہیں؟	۳۹
افضل ترین اعمال	۴۲
حسن اخلاق والوں کا جنّت میں مرتبہ	۴۲
کون زیادہ محبوب، کون زیادہ قریب؟	۴۲
اخلاق بھی رزق کی طرح خداوندی تقسیم ہے	۴۳
کمال ایمان کے اعمال کیا ہیں؟	۴۳
عمدہ اخلاق اور عبادت گذاری کے درمیان ثواب کا فرق	۴۴
دین ودنیا کی بھلائی کیسے حاصل؟	۴۴
حسن اخلاق جنّت کے اعمال ہیں	۴۵
اعمال میں ہلکے مگر ترازو میں وزنی	۴۵
حساب بھی آسان اور جنّت میں بھی داخلہ	۴۶
جنّت کے بلند و بالا درجات کس کیلئے؟	۴۶
عبادت میں کمزور مگر مرتبہ میں بلند وبالا	۴۷
حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان مبارک	۴۷
حسن اخلاق کی وجہ سے اہل جنّت میں	۴۸
عورت کے دو شوہر ہوں تو وہ کس شوہر کو ملے گی؟	۴۸
برکت حسن اخلاق میں ہے	۴۸
حسن اخلاق سے آخرت کا بلند وبالا مرتبہ	۴۹
حسن اخلاق سے بہتر کوئی شرف نہیں	۴۹
اسلام بلند اخلاق کا نام ہے	۴۹
جنّت میں اکثر داخلہ تقویٰ اور حسن اخلاق کی وجہ سے	۵۰

عنوان	صفحہ
عمدہ اخلاق خدا کو محبوب	۵۰
حسن اخلاق سے بہتر کوئی شئے نہیں	۵۰
حسن اخلاق گناہوں کو پگھلا دیتا ہے	۵۱
اہل فقر مالداروں پر کس طرح سبقت حاصل کریں؟	۵۱
میزان اعمال میں سب سے زیادہ وزنی کون؟	۵۲
کون کامیاب ہوگا؟	۵۲
دین حسن اخلاق کا نام ہے	۵۲
حسن اخلاق زیادتی خیر کا باعث	۵۳
حسن اخلاق ایمان ہے	۵۳
آدمی کا حسب اس کا خلق ہے	۵۴
جنت میں داخلہ بھی نہیں	۵۴
بہتر کون ہے؟	۵۵
ایمان کامل والے کون؟	۵۵
قیامت کے دن آپ ﷺ سے قریب کون؟	۵۶
مؤمنین میں افضل کون؟	۵۶
محبوب خدا کون ہوگا؟	۵۶
محبوب رسول ﷺ کون؟	۵۷
حضرت جریرؓ کو حسن اخلاق کی تاکید	۵۷
حضرت معاذ بن جبلؓ کو حسن اخلاق کی نصیحت	۵۷
لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق کا حکم	۵۹
انسان کی سعادت کس میں ہے؟	۵۹

عنوان	صفحہ
جن کے ساتھ خدا بھلائی کا ارادہ کرتا ہے	۶۰
عمدہ اخلاق سے شب گذار صائم النہار کا درجہ	۶۰
عمدہ اخلاق خدا کی بخشش	۶۱
اخلاق حسنہ کے حامل کون؟	۶۲
جن میں یہ چار چیزیں موجود ہوں	۶۳
جن میں یہ تین چیزیں نہ ہوں	۶۳
دین میں دو چیزیں مطلوب ہیں	۶۳
حسن خلق جنت کا باعث خواہ کفار کے ساتھ ہی	۶۴
حسن اخلاق کے متعلق آثار	۶۵
حسن اخلاق کی بنیاد دس امور ہیں	۶۶
اچھے اخلاق کے حصول کی دعا	۶۷
بدخلقی کی مذمت احادیث پاک میں	۶۹
بدخلقی ایمان کو فاسد کر دیتی ہے	۶۹
کسی کے ساتھ برائی کا ارادہ	۶۹
بدبختی بدخلقی میں ہے	۶۹
بدخلقی سے پناہ	۶۹
مبغوض اور قیامت کے دن آپ ﷺ سے دور کون ہوگا؟	۷۰
مؤمن بدخلق نہیں ہوسکتا	۷۰
بدخلقی منحوس شئے ہے	۷۰

عنوان	صفحہ
بداخلاق کیلئے توبہ بھی نہیں	۷۱
خدا کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟	۷۱
بدخلقی کی وجہ سے جہنم کے نچلے طبقہ میں	۷۲
صائم النہار، عبادت گذار مگر پھر بھی جہنمی	۷۲
جس میں حسن خلق نہیں وہ کتے سے بدتر	۷۲
یحیٰی رازی کا قول	۷۳
اسلام کے بلند پایہ پاکیزہ اخلاق	۷۴
اخلاص	۷۴
نیکی اور بھلائی اللہ کے واسطے کرنا	۷۴
اخلاص اور اس کا مفہوم	۷۵
حضرات انبیاءؑ کی دعوت میں اخلاص اہم	۷۶
اخلاص کے ساتھ دین میں تھوڑا عمل بھی کافی	۷۶
جہنم میں پھینک دیا جائیگا	۷۷
سب ملعون	۷۷
اخلاص کو دیکھے کثرت و قلت کو نہ دیکھے	۷۷

عنوان	صفحہ
اخلاص کی وجہ سے اس اُمت کی مدد	۷۷
اخلاص کی دولت خدا کے محبوب بندوں کو نصیب	۷۸
دنیا کیلئے کرنے کا بُرا انجام	۷۸
دنیا میں بدلہ چاہنے والوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں	۷۹
اللہ پاک دل کو دیکھتا ہے	۷۹
اخلاص نہ ہونے پر قیامت میں وحشتناک بُرا انجام	۷۹
صدق	۸۳
سچائی میں نجات ہے	۸۳
سچائی جنت کی رہنما ہے	۸۳
سچائی جنت کا دروازہ ہے	۸۳
صدق میں جنت کی ضمانت	۸۳
سچائی کو ترجیح نہ دے تو مؤمن نہیں	۸۴
کامل ایمان کی علامت	۸۴
معاملات میں سچائی سے برکت	۸۴
سچائی جنت کے اعمال میں سے ہے	۸۴
دنیا کے فوت ہونے کا کوئی غم نہیں	۸۵
سچائی میں اطمینان ہے	۸۵
جسے خدا ورسول سے محبت ہو	۸۵
"صدق کا مفہوم اور فوائد"	۸۶
سچائی کا وسیع مفہوم	۸۶
سچائی کی اقسام	۸۶

عنوان	صفحہ
آپس میں محبت والفت	۸۹
جنت میں داخلہ نہیں	۸۹
اہل محبت جنت میں ساتھ داخل ہوں گے	۸۹
سب سے پہلے کیا چیز اٹھائی جائیگی؟	۹۰
کسی سے محبت و تعلق ہو تو اسے بیان کردے	۹۱
محبت و تعلق میں عالی مرتبہ کون؟	۹۱
لوگوں سے الفت و محبت نصف عقل ہے	۹۲
ایمان کے بعد افضل ترین عمل	۹۲
کس میں بھلائی ہے؟	۹۲
محبت اور ترک تعلق اللہ ہی کے واسطے	۹۵
افضل الاعمال	۹۵
کس کا ایمان کامل؟	۹۵
نور کے منبروں پر	۹۵
قیامت کے دن سایہ میں	۹۶
دونوں جنت میں	۹۶
محبوب ترین عمل	۹۶
خدا کی محبت واجب	۹۷
جس سے محبت، اسی کے ساتھ شمار	۹۷
کس سے محبت و تعلق رکھے؟	۹۸
مخلصانہ محبت ایمان سے ہے	۹۸
غائبانہ محبت و تعلق	۹۹
ایمان کی حلاوت نصیب نہیں ہوگی	۱۰۰
صریح ایمان نصیب نہیں	۱۰۰
ولایت خداوندی کا مستحق کون؟	۱۰۱
خدا اور رسولؐ سے محبت	۱۰۲
مؤمن کامل نہیں	۱۰۲
حلاوت ایمانی نہیں پاسکتا	۱۰۲
مؤمن کو خوش کرنا اور رکھنا	۱۰۳
افضل الاعمال	۱۰۳
فرائض کے بعد کس کا درجہ؟	۱۰۳
مغفرت کا باعث	۱۰۴
خدا کے عہد و ذمہ میں کون داخل؟	۱۰۴
کسی کو خوش کرنے کیلئے ملاقات کا ثواب	۱۰۴
دنیا اور آخرت کے مصائب کا دفاع	۱۰۵
ایک فرشتہ کی پیدائش	۱۰۵
جنت مباح	۱۰۵
قبر اطہر میں آپؐ کی خوشی کا باعث	۱۰۶
جنت سے کم پر راضی نہیں	۱۰۶
خوش کرنے کا مفہوم اور اسکے طریقے	۱۰۷
مسلمانوں کی مدد و نصرت	۱۰۸

عنوان	صفحہ
مسلمانوں کی اعانت اور انکی ضرورتوں میں کوشش کا ثواب	۱۰۸
پل صراط پر نور	۱۰۸
اللہ کا محبوب بندہ	۱۰۸
پل صراط پر مضبوط قدم	۱۰۹
پچھتر ہزار فرشتوں کی دعاء رحمت	۱۰۹
خدا بندے کی ضرورت میں	۱۰۹
ایک قدم پر ستر نیکیاں	۱۱۰
جنت کا بلند درجہ	۱۱۰
حج پر حج کرنے سے افضل	۱۱۰
ایک ماہ کے اعتکاف سے افضل	۱۱۱
پل صراط پر مضبوط قدم	۱۱۱
خدا کے عذاب سے کون مامون؟	۱۱۱
خدا کی بھلائی کس کے ساتھ؟	۱۱۲
عمر بھر خدمت کا ثواب	۱۱۲
جنت میں خادم	۱۱۳
مسجد نبوی میں دو ماہ کے اعتکاف سے افضل	۱۱۳
مال و نعمت کی فراوانی کے باقی رہنے کا نسخہ	۱۱۳
مال اور نعمت کا زوال کب آتا ہے؟	۱۱۴
اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم	۱۱۵
مظلوم کی مدد نہ کرنے پر لعنت	۱۱۵
جس نے مؤمن کو ذلیل ہوتے دیکھا اور مدد نہ کی	۱۱۵
جہنم سے محفوظ	۱۱۶
دس سال کے اعتکاف سے بڑھ کر	۱۱۶
احباب اور رفقاء کی رعایت میں حج جیسی عبادت قربان	۱۱۸
پریشان حال کی مدد و اعانت	۱۱۹
خدا کے نزدیک پسندیدہ عمل	۱۱۹
تہتر نیکیاں	۱۱۹
قیامت کے دن پریشانی سے محفوظ	۱۱۹
پل صراط پر نور کے چراغ	۱۲۰
مستجاب الدعوات کیسے ہوگا؟	۱۲۰
صدقہ خیرات نہ کرسکے تو	۱۲۰
زائد امور میں دوسرے کو شریک کرے	۱۲۱
بھلائی بیکار نہیں جاتی ایک عجیب واقعہ	۱۲۱
مظلوم کی مدد	۱۲۵
مظلوم کی مدد کا حکم	۱۲۵
خدائے پاک مظلوم کی ضرور مدد کریگا	۱۲۵
مظلوم کی مدد نہ کرنے پر گرفت و مواخذہ	۱۲۵
مظلوم کیلئے آسمان کے دروازے	

عنوان	صفحہ
کھل جاتے ہیں	۱۲۶
مظلوم کیلئے کوئی حجاب مانع نہیں	۱۲۶
یتیموں، مساکین اور بیواؤں کی خدمت	۱۲۸
یتیموں کا خیال رکھنے والا آپؐ کے ساتھ جنت میں	
بہترین اور بدترین گھر کون ہے؟	۱۲۸
یتیموں پر رحم کرنے والا عذاب سے محفوظ	۱۲۹
تین عمل جنت کا سبب	۱۲۹
بابرکت دسترخوان	۱۲۹
ضرورتیں پوری کیسے ہوں؟	۱۲۹
دل نرم اور ضرورتیں پوری ہونگی	۱۳۰
بیواؤں کی خدمت کا ثواب جہاد کے برابر	۱۳۰
حضرت ابن عمرؓ کا عمل	۱۳۱
دل کی قساوت کا علاج کیا ہے؟	۱۳۱
کس دسترخوان پر شیطان نہیں آتا؟	۱۳۲
ہر بال کے بدلے نیکی	۱۳۲
یتیم بچے کی پرورش کیلئے جو بیوہ رہ جائے	۱۳۲
جنت کا دروازہ پہلے کون کھولے گا؟	۱۳۳
یتیم کی خبر گیری کرنے والا ضرور جنت میں	۱۳۳

عنوان	صفحہ
یتیموں، بیواؤں کی مدد کرنے والا حوادث سے محفوظ	۱۳۴
احباب سے ملاقات و زیارت	۱۳۶
احباب کی ملاقات وزیارت کا ثواب	۱۳۶
خدا کی محبت کس کو حاصل ہے؟	۱۳۶
فرشتہ کی مشایعت میں	۱۳۶
خدا کی محبت واجب	۱۳۷
اہل جنت کون؟	۱۳۷
فرشتوں کی دعا خوشگواری	۱۳۷
جنت میں ٹھکانہ بنالیا	۱۳۸
ستر ہزار فرشتوں کی مشایعت و دعا	۱۳۸
جنت کا شیش محل	۱۳۸
اللہ کی رحمت میں غوطہ	۱۳۹
ملاقات کے سلسلہ میں آپؐ کا طریقہ	۱۳۹
ملاقات کب کرے؟	۱۳۹
مخلص احباب سے ہر دن ملاقات	۱۴۰
کون جنت میں؟	۱۴۱
صلحاء اور اولیاء اُمت کی زیارت وملاقات وصحبت	۱۴۲
فرمان خداوندی	۱۴۲
محض دین اور اللہ کیلئے ملاقات کا ثواب	۱۴۴
آدمی اسی کے ساتھ جس سے اسکو	

عنوان	صفحہ
محبت	۱۴۴
صالح ہمنشین کی مثال	۱۴۵
دل زندہ رہتا ہے	۱۴۵
عفو و درگذر	۱۴۷
فرمان خداوندی	۱۴۷
بلاحساب جنت میں داخلہ	۱۴۸
جنت کے بلند و بالا مکان کس کیلئے؟	۱۴۸
معافی سے عزت	۱۴۹
معاف کرنے کی تاکید	۱۴۹
ثواب اللہ کے ذمہ	۱۵۰
قیامت کے دن کی معافی	۱۵۰
خدا کے نزدیک معزز کون؟	۱۵۰
معافی سے کینہ اور عناد ختم	۱۵۱
معاف کرو، اللہ معاف کریگا	۱۵۱
معاف نہ کرنے پر وعید	۱۵۲
لوگوں کے برتاؤ میں درگذر کی تاکید	۱۵۲
اہل فضل کی غلطیوں کا درگذر کرنا	۱۵۴
درگذر کرنے کا حکم	۱۵۴
اہل فضل و صلاح کی غلطیوں کو درگذر کرنے کا واقعہ	۱۵۴
عوام الناس اور جاہلوں سے	

عنوان	صفحہ
درگذر کرنا	۱۵۷
حکم خداوندی	۱۵۷
حضرت فاروق اعظمؓ کا ایک واقعہ	۱۵۸
آپؐ کے درگذر کا ایک واقعہ	۱۵۸
سائلین کی رعایت	۱۶۰
سائل کا کیا حق ہے؟	۱۶۰
سائل آجائے اور کچھ نہ ہو تو	۱۶۱
مسجد میں سوال کرنے والے کے متعلق	۱۶۱
سائل کے آنے سے خوش ہونا	۱۶۲
واپس نہ کرے خواہ ایک گٹھلی ہی سہی	۱۶۲
جلی ہوئی کھر ہی سہی	۱۶۳
کبھی سائل بشکل انسانی فرشتہ بھی ہوتا ہے	۱۶۳
گھر والوں کو تاکید کردے کہ سائل واپس نہ کیا جائے	۱۶۴
جو بغیر سوال اور مانگے ملے اس میں برکت ہوتی ہے	۱۶۴
جو بغیر سوال اور امید کے ملے اسے واپس نہ کرے	۱۶۵
سائل کو قرض لینے کا حکم	۱۶۵
اللہ کا واسطہ دے کر مانگے تو	۱۶۶
خدا کا واسطہ دے کر کیا مانگے	۱۶۶

عنوان	صفحہ
اکرام مسلم	۱۶۸
اپنے رب کا اکرام	۱۶۸
مؤمن کا احترام کعبہ سے زائد	۱۶۸
بڑوں کی تعظیم واکرام	۱۷۰
بڑوں کی تعظیم واکرام کا حکم	۱۷۰
بوڑھے مسلمان کی تعظیم و احترام کا حکم	۱۷۱
بڑھاپے میں کس کی تعظیم واکرام؟	۱۷۱
بڑوں کے ساتھ برکت ہے	۱۷۳
بڑوں کو معاملات میں آگے کرنے کا حکم	۱۷۳
بڑوں کی بے تعظیمی قیامت کی علامت	۱۷۴
قوم کے بڑے سردار رئیس کے اکرام کا حکم	۱۷۴
کافر فاسق ہو تب بھی اکرام کا حکم	۱۷۵
خصوصی اکرام کے لائق	۱۷۶
جو بڑوں کا اکرام نہ کرے ہم میں سے نہیں	۱۷۷
صاحب ضرورت جس سے غرض ہو اسکے پاس جائے	۱۷۸
اہل علم وفضل کی تعظیم وتکریم	۱۷۹
مجالس علماء کے اختیار کرنے کا حکم	۱۷۹

عنوان	صفحہ
خدا کا خصوصی اکرام	۱۷۹
جس نے عالم کا حق نہیں پہچانا وہ ہم میں سے نہیں	۱۸۰
اہل علم و فضل کی توہین منافق ہی کرسکتا ہے	۱۸۰
اہل علم کیلئے مجلس کشادہ	۱۸۱
کس کے ساتھ برکت؟	۱۸۱
اس زمانہ سے پناہ جس میں عالم کی نہ مانی جائے	۱۸۲
مؤمن کی عزت اور اسکو باقی رکھنا	۱۸۳
کون جہنم سے محفوظ؟	۱۸۳
کعبہ سے زائد مؤمن کی عظمت و احترام	۱۸۴
خدا کی مدد و نصرت کا کون مستحق؟	۱۸۵
لوگوں کے مرتبہ کی رعایت	۱۸۷
حسب مراتب لوگوں کیساتھ معاملہ	۱۸۷
خاطر و مدارات	۱۸۹
لوگوں کی مدارات صدقہ ہے	۱۸۹
خاطر ومدارات عقل کی بنیاد ہے	۱۸۹
آنے والے کی مدارات مسنون ہے خواہ کیسا ہی ہو	۱۸۹

عنوان	صفحہ
خاطر مدارات نصف عقل ہے	۱۹۰
مہمان نوازی	۱۹۱
ضیافت کے متعلق فرمان الٰہی	۱۹۱
مہمان کے اکرام کا حکم	۱۹۲
جو مہمان نواز نہیں اس میں بھلائی نہیں	۱۹۲
مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے	۱۹۳
مہمان کو گھر کے دروازے تک پہنچانا سنت ہے	۱۹۳
مہمان کیساتھ کھانے میں شرکت کرے	۱۹۴
مہمان کے اکرام پر جنت	۱۹۴
اتنا نہ ٹھہرے کہ میزبان تنگ ہو جائے	۱۹۵
مہمان کا حق	۱۹۵
مہمان تحفہ خدا ہے	۱۹۶
مہمان کیلئے بستر وغیرہ الگ رکھے	۱۹۷
رات کو آنے والے مہمان	۱۹۷
کون بُرا ہے؟	۱۹۸
سب سے پہلے کس نے میزبانی کی؟	۱۹۸
حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا نہ کھاتے	۱۹۸
مہمان کے کھانے پر حساب نہیں	۱۹۹
جہنم سے چھٹکارے کا باعث	۱۹۹

عنوان	صفحہ
جس گھر میں مہمان نہیں آتے فرشتے نہیں آتے	۲۰۰
مہمان کا رزق حضرت جبرئیلؑ لے کر آتے ہیں	۲۰۰
وسعت سے زائد تکلف نہ کرے	۲۰۰
ماحضر پیش کر دینا	۲۰۱
تکلف میں دیر نہ کرے	۲۰۱
مہمان کیلئے کھانے وغیرہ میں اہتمام کا حکم	۲۰۲
حضرت علیؓ کا ایک واقعہ	۲۰۲
جو پیش کیا جائے اسکی تحقیر و برائی نہ کرے	۲۰۲
مہمان کی خدمت خود کرنا مسنون ہے	۲۰۳
میزبانی کا حکم	۲۰۴
کوتاہیوں کا تذکرہ نہ کرے	۲۰۴
مہمان کے اکرام میں روزہ نہ رکھنا	۲۰۵
مہمان کے اکرام میں خندہ پیشانی سے پیش آئے	۲۰۵
میزبان سے کھانے کی تحقیق نہ کرے	۲۰۶
صبح کا ناشتہ وہاں جہاں رات گذارے	۲۰۶
مہمان اگر کوئی خلاف شرع امر دیکھے تو	۲۰۶

عنوان	صفحہ
امانت اور دیانتداری	۲۰۸
امانت کے متعلق حکم قرآن پاک	۲۰۸
جو امانت دار نہیں وہ ایمان دار نہیں	۲۰۹
خیانت، منافق کی پہچان ہے	۲۰۹
سب سے پہلے امانت اٹھائی جائیگی	۲۰۹
مؤمن کون ہے؟	۲۱۰
خائن جنت میں نہیں جاسکتا	۲۱۰
جنت کی ضمانت	۲۱۱
خیانت قیامت کی علامت	۲۱۱
قدرت کے باوجود جو خیانت نہ کرے تو	۲۱۱
جس میں یہ اوصاف ہوں اسے کوئی فکر نہیں	۲۱۲
نماز دھوکے میں نہ ڈال دے	۲۱۲
امانت رزق کا جالب ہے	۲۱۳
امانت اور اس کا مفہوم و مطلب	۲۱۳
وعدہ پورا کرنا	۲۱۵
وفاء عہد	۲۱۵
وعدہ پورا کرنا واجب ہے	۲۱۶
وعدہ قرض ہے	۲۱۶
وعدہ خلافی محبت کو ختم کرنے والی ہے	۲۱۶
جنت کی ضمانت	۲۱۷
وعدہ خلاف دیندار نہیں	۲۱۷
بے وفائی پر ہلاکت کی بددعا	۲۱۷
میدان حشر کی رسوائی	۲۱۷
وعدہ خلافی منافق کی خصلت ہے	۲۱۸
ارادہ وفا کے باوجود پورا نہ کرسکا	۲۱۸
خدا کے پاکیزہ بندے کون؟	۲۱۸
دھوکہ دینے کی سخت ترین سزا	۲۱۸
چھوٹے بچوں سے جو کہے اسے بھی پورا کرے	۲۱۹
حلم وبردباری	۲۲۰
حلم وبردباری کی وجہ سے شب گزار صائم النہار کا درجہ	۲۲۰
بلاحساب جنت میں داخلہ	۲۲۰
اللہ کی محبت کس پر واجب؟	۲۲۱
جس میں یہ تین چیزیں نہ ہوں	۲۲۱
دو خصلتیں اللہ پاک کو محبوب	۲۲۲
بلند درجات کے اعمال کیا ہیں؟	۲۲۲
حلیم کون ہے؟	۲۲۲
دنیا اور آخرت کا سردار کون؟	۲۲۲
خدا کے نزدیک بلند مرتبہ کے حاصل؟	۲۲۳
حلم سے کوئی ذلیل نہیں ہوتا	۲۲۳
حلم اور بردباری کا مفہوم	۲۲۳
اعتدال اور میانہ روی	۲۲۵

عنوان	صفحہ
قرآن میں اعتدال کا حکم	۲۲۵
اخراجات میں اعتدال	۲۲۵
خرچ میں اعتدال سمجھداری کی بات ہے	۲۲۶
دنیا کمانے میں اعتدال اختیار کرے	۲۲۶
اعتدال اختیار کرنے کا حکم	۲۲۶
اعتدال اختیار کرنے والا تنگدست نہیں ہوتا	۲۲۶
اعتدال نصف معیشت ہے	۲۲۷
اعتدال میں غناء ہے	۲۲۷
اعتدال اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں جزء ہے	۲۲۷
بقدر وسعت وطاقت اعتدال پر عمل کرے	۲۲۷
ہر حال میں اعتدال پر رہے	۲۲۸
اعتدال سے خوشحالی آتی ہے	۲۲۸
کس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ؟	۲۲۸
آمدنی کو زائد کرنے کے بجائے خرچ میں اعتدال	۲۲۹
اعتدال کے ساتھ خرچ باعث ثواب ہے	۲۲۹
اعتدال اور میانہ روی	۲۳۰
مال و دولت	۲۳۱
سنجیدگی اور طمانیت	۲۳۲
اطمینان اور سنجیدگی سے کام انجام دینا	۲۳۲
جلدبازی شیطان کی طرف سے ہے	۲۳۲
نرمی اور سہولت مزاجی	۲۳۵
ہر مسئلہ میں اللہ پاک کو نرمی پسند ہے	۲۳۵
نرمی ہر چیز کو اچھا کردیتی ہے	۲۳۵
خدا جس گھر میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہے	۲۳۵
کون بھلائی سے محروم؟	۲۳۶
نرمی سے مسئلہ کا حل نہ کہ سختی سے	۲۳۶
دنیا اور آخرت کی بھلائی	۲۳۶
جس کو یہ تین چیزیں نصیب ہوں	۲۳۷
حکمت کی پونجی	۲۳۷
جہنم حرام	۲۳۷
نرم مزاجی نفع بخش ہے	۲۳۸
جانوروں کے ساتھ بھی نرمی کرے	۲۳۸
نرمی اور رفق ولطف کا مفہوم	۲۳۹
پردہ پوشی	۲۴۰
پردہ پوشی کا ثواب	۲۴۰
قیامت میں پردہ پوشی	۲۴۰
جنت میں داخلہ	۲۴۱
گویا مدفون کو زندہ کردیا	۲۴۱

عنوان	صفحہ
خدا کس کا پردہ فاش کرے گا؟	۲۳۲
راز بستہ کے افشاء کی سزا	۲۳۲
لوگوں کی خامیوں کی تلاش میں نہ رہے	۲۳۲
ارباب انتظام کو ایک نصیحت	۲۳۳
کسی کے پوشیدہ راز کے پیچھے نہ پڑے	۲۳۳
ستاری کی دعا کا حکم	۲۳۴
گھر اور گھریلو راز کی باتیں ظاہر نہ کرے	۲۳۴
خاص کام اور راز کی بھی حفاظت کرے	۲۳۵
غصہ برداشت کرنا اور پی جانا	۲۳۶
اُمت کے بہترین افراد	۲۳۷
خدا کے نزدیک بہترین گھونٹ	۲۳۷
جس حور کو چاہے منتخب کرے	۲۳۸
جنت میں داخل ہونے کا عمل	۲۳۸
عذاب سے کون محفوظ؟	۲۳۹
غصہ کے برداشت کی تاکید	۲۳۹
خدا کی رضا و خوشنودی	۲۳۹
پہلوان کون ہے؟	۲۳۹
غصہ آجائے تو وضو کرے	۲۵۰
غصہ آجائے تو کیا پڑھے؟	۲۵۰
توکل	۲۵۱
توکل کے متعلق فرمان خدا	۲۵۱
متوکلین بلاحساب جنت میں داخل	۲۵۲
اگر خدا پر بھروسہ کرتے تو	۲۵۲
خدا اس کیلئے کافی	۲۵۲
ظاہری اسباب کو اختیار کرے پھر توکل کرے	۲۵۳
توکل کی دعا مانگے	۲۵۳
توکل اور اس کا مطلب و مفہوم	۲۵۴
القناعة	۲۵۶
کامیاب کون ہے؟	۲۵۶
غنا قناعت میں ہے	۲۵۶
بھلائی کا ارادہ کس کے ساتھ؟	۲۵۶
اُمت کے بہترین افراد	۲۵۶
قناعت کا حکم	۲۵۷
قانع جنت میں جائیگا	۲۵۷
قناعت سے برکت	۲۵۷
قناعت کیسے حاصل ہو؟	۲۵۷
لوگوں سے مستغنی رہنے کی فضیلت	۲۵۸
غنا کا تعلق کثرت اسباب سے نہیں	۲۵۸
دوسروں کے پاس جو ہو اس سے مستغنی ہو جائے	۲۵۹
انسان کا پیٹ مال سے نہیں قبر کی مٹی سے بھرتا ہے	۲۵۹

عنوان	صفحہ
مرنے کے قریب مگر مال کی حرص میں کمی نہیں	۲۶۰
استغناء	۲۶۱
جو لوگوں سے استغناء اختیار کریگا	۲۶۱
لوگ محبت کرنے لگیں گے	۲۶۲
بلاگمان رزق	۲۶۳
شرافت اور عزت کس میں ہے؟	۲۶۳
صبر	۲۶۵
صبر کے متعلق قرآنی آیتیں	۲۶۵
صبر ایمان ہے	۲۶۶
مل جل کر رہنے پر صبر کی فضیلت	۲۶۶
صبر کا اصل وقت مصیبت سے متصل ہے	۲۶۷
خلاف مزاج باتوں کو دیکھ کر بھڑکے نہ بلکہ صبر کرے	۲۶۷
مصائب پر صبر	۲۶۷
مصائب انبیاءؑ اور اولیاءؒ کی سنت ہیں	۲۶۸
خوش قسمت کون ہے؟	۲۶۸
ماحول میں رہ کر صبر چالیس سال کی عبادت سے افضل	۲۶۸
حوادث و مصائب پر صبر کی فضیلت	۲۶۹
مصیبت پر کیا سوچے؟	۲۶۹
قیامت کے دن اہل صحت کی تمنا	۲۷۰
بیماری پر صبر کا ثواب	۲۷۰
خدا جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے	۲۷۰
جب عمل میں کمی ہوتی ہے تو	۲۷۱
صبر اور دعا مؤمن کا ہتھیار ہے	۲۷۱
صبر کا درجہ ایمان میں	۲۷۱
صبر اور اسکی صورتیں	۲۷۲
نابینائی پر صبر کا بدلہ جنت ہے	۲۷۲
اولاد کے انتقال پر ثواب	۲۷۲
شکر	۲۷۳
شکر کے متعلق خدائے پاک کا ارشاد	۲۷۳
لوگوں کا شکریہ ادا کرنا	۲۷۶
کسی کی بھلائی کا ذکر بھی گویا شکر ہے	۲۷۶
نعمت شکر سے متعلق ہے	۲۷۷
شکر برکت اور زیادتی کا باعث	۲۷۷
شکر ادا کرنے والے خدا کے مجلسی ہوں گے	۲۷۸
تین عظیم دولت کے حامل کون؟	۲۷۸
دین دنیا کی بھلائی کون لے گیا؟	۲۷۸
شکر کی توفیق بھلائی کا ارادہ	۲۷۹
خدا کا شکر گذار بندہ کون ہے؟	۲۷۹
نعمت پر الحمد للہ کہنا شکر ہے	۲۷۹

عنوان	صفحہ
زوال نعمت سے حفاظت کیسے ہو؟	۲۸۰
معمولی چیز کا بھی شکر ادا کیا جائے	۲۸۰
شکر نصف ایمان ہے	۲۸۱
شکر کی توفیق کیسے ہوگی	۲۸۱
توفیق شکر کی دعائیں	۲۸۱
سادگی	۲۸۳
سادگی ایمان کی علامت	۲۸۳
سادگی پسند بندہ خدا کو محبوب	۲۸۳
کون قابل رشک ہے؟	۲۸۴
شاہان جنت کون؟	۲۸۴
اہل جنت کون؟	۲۸۵
خوش عیشی تنعم پسندیدہ نہیں	۲۸۵
تواضع اور خاکساری	۲۸۷
تواضع سے مرتبہ بلند ہوتا ہے	۲۸۷
تواضع سے علیین کا درجہ	۲۸۷
تواضع کا حکم ہے	۲۸۸
متواضعین کو بشارت	۲۸۸
خدا کو کون بندہ پسند ہے؟	۲۸۸
جو تواضع کی وجہ سے عمدہ لباس چھوڑ دے	۲۸۸
تواضع کی علامت	۲۸۹
تواضع حکمت و سمجھداری کا باعث ہے	۲۸۹
تواضع کی وجہ سے بلند مرتبہ کس طرح؟	۲۹۰
تواضع اور خاکساری کا مفہوم	۲۹۰
شرم وحیا	۲۹۲
حیاء ایمان کی شاخ	۲۹۲
حیاء میں سے ایمان ہے	۲۹۲
حیاء دین ہے	۲۹۲
حیاء ہر چیز میں باعث زینت ہے	۲۹۲
حیاء اور ایمان ایک دوسرے کے ساتھ	۲۹۳
بے حیاء بے ایمان	۲۹۳
دو خصلتیں خدا کو پسند	۲۹۳
جب خدا ہلاک کرنا چاہے	۲۹۳
حیاء ایمان اور ایمان جنت ہے	۲۹۳
حیاء جنت سے قریب جہنم سے دور کرنے والی	۲۹۳
ایمان کی زینت حیاء ہے	۲۹۴
حیاء بھلائی ہی بھلائی ہے	۲۹۵
حیاء کی کمی کفر ہے	۲۹۵
حیاء اسلام کے عمدہ اخلاق میں سے ہے	۲۹۵
شرم وحیاء پہلے اٹھائی جائیگی	۲۹۵
حیاء نہیں تو جنت نہیں	۲۹۶
حیاء کی کمی دل کی موت	۲۹۶

عنوان	صفحہ
خدا سے شرماؤ	۲۹۷
مکارم اخلاق کی اصل حیاء ہے	۲۹۷
حضرات انبیاءؑ کے عادات	۲۹۷
جب حیاء نہیں تو جو چاہے کرے	۲۹۸
جس زمانہ میں حیاء اٹھ جائے اس سے پناہ	۲۹۸
شرم وحیاء کا مفہوم	۲۹۹
سخاوت	۳۰۰
سخاوت کے متعلق قرآنی آیات	۳۰۰
سخی جنت میں ہوگا	۳۰۲
سخاوت وصف خداوندی ہے	۳۰۲
ہر ولی کی پیدائش سخاوت پر ہے	۳۰۲
جنت کا ایک گھر بیت السخاء	۳۰۲
دو عادتیں اللہ کو بہت پسند	۳۰۳
اللہ پاک کا معاملہ، مال بخیلوں کے حوالہ	۳۰۳
امّت کے سردار کون؟	۳۰۴
سخاوت کی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل ہوئے	۳۰۴
سخیوں سے درگذر کرنے کا حکم	۳۰۵
سخی اللہ سے قریب ہے	۳۰۵
جاہل سخی بھی خدا کو محبوب	۳۰۶
سخی کون ہے؟	۳۰۶
مال حرام سے سخی نہیں	۳۰۶
سخی کیلئے فرشتہ کی دعا	۳۰۷
قیامت کے دن سخی کے گناہ معاف	۳۰۸
سخاوت جنت کا درخت ہے	۳۰۸
فاسق سخی سے شیطان کو نفرت	۳۰۸
سخاوت ولایت کی پہچان	۳۰۹
اللہ سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے	۳۰۹
اللہ کس پر خرچ کرتا ہے؟	۳۰۹
جنت کس کا گھر ہے؟	۳۰۹
دین کی بھلائی اور صلاح سخاوت میں ہے	۳۱۰
سخاوت کا مفہوم	۳۱۰
سخاوت کی اہمیت	۳۱۱
استقامت	۳۱۲
استقامت اور فرمان الٰہی	۳۱۲
استقامت اور اس کا مفہوم	۳۱۳
سب سے اہم اور دشوار کام	۳۱۴
استقامت کا حکم	۳۱۴
استقامت کا مطلب	۳۱۵
شجاعت وبہادری	۳۱۶
قوی مؤمن ضعیف مؤمن سے بہتر ہے	۳۱۶
نیکی پر خوشی، گناہ اور برائی پر	

عنوان	صفحہ
رنج وتکلیف	۳۱۷
ایمان کی علامت	۳۱۷
ضرورت سے زائد اشیاء پر دوسرے کو ترجیح دینا	۳۱۹
زائد اشیاء کا محل	۳۱۹
ضرورت سے زائد ہو تو کیا کرے؟	۳۱۹
ضرورت مندوں اور فقراء کو یاد کرو	۳۲۰
مبارک ہیں وہ لوگ	۳۲۱
لوگوں کیلئے وہی جو اپنے لئے	۳۲۲
آپ ﷺ کی وصیت	۳۲۲
جہنم سے دور جنت میں داخل	۳۲۳
جو جنت چاہے	۳۲۳
مؤمن کامل نہیں ہوسکتا	۳۲۳
لوگوں کے ساتھ منصف کون؟	۳۲۴
توڑ والوں سے جوڑ	۳۲۵
جنت میں بلند و بالا تعمیر کس کیلئے؟	۳۲۵
حسن اخلاق کے بہترین اعمال	۳۲۵
جنت والے اعمال	۳۲۵
جنت میں درجہ بلند	۳۲۶
حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے مقابلہ سے پرہیز	۳۲۷

عنوان	صفحہ
جنت کے بیچ میں باغیچہ کس کیلئے؟	۳۲۷
سلامتی صدر	۳۲۹
جنت سلامتی صدر کی وجہ سے	۳۲۹
سلامتی صدر سے دنیا میں جنت کی بشارت	۳۲۹
حضرات صحابہؓ کی نگاہ میں کون افضل؟	۳۳۱
سلامتی صدر کی تاکید	۳۳۱
جنتی کون؟	۳۳۱
اصحاب و رفقاء کی جانب سے صاف دل رہے	۳۳۲
خوش کلامی	۳۳۳
خوش کلامی سے پیش آنے کا حکم	۳۳۳
خوش کلامی، اچھی طرح بات، صدقہ ہے	۳۳۳
خوش کلامی جنت کا باعث	۳۳۴
جنت کا شیش محل کون لیگا؟	۳۳۴
آپ ﷺ کی خوش کلامی	۳۳۵
خوش کلامی کا مطلب اور فائدہ	۳۳۵
خندہ پیشانی	۳۳۷
خندہ پیشانی کا حکم	۳۳۷
خندہ پیشانی سے پیش آنا صدقہ ہے	۳۳۷
ہر بھلائی صدقہ ہے	۳۳۷

عنوان	صفحہ
خندہ پیشانی دل جیتنے کا ذریعہ	۳۳۸
افضل ترین صدقہ	۳۳۸
ہر ملاقات پر مسکراہٹ	۳۳۸
خاموشی اور قلت کلام	۳۳۹
خاموشی اور سکوت میں نجات ہے	۳۳۹
اچھی بات کہے یا خاموش رہے	۳۳۹
کم گوئی کی مجلس میں شرکت کا حکم	۳۳۹
خاموشی کی دولت کم لوگوں کو نصیب ہے	۳۳۹
کثرت کلام سے ہیبت جاتی رہتی ہے	۳۴۰
ایمان کی حقیقت نہیں پاسکتا	۳۴۰
کون محفوظ رہے گا؟	۳۴۰
جو اپنی سلامتی چاہے	۳۴۰
بولنے کے وقت دیکھ لے	۳۴۱
قلیل کلام کثیر عمل مؤمن کی علامت	۳۴۱
لایعنی امور سے خاموش رہے	۳۴۱
دو خصلتیں ترازو پر بھاری ہیں	۳۴۱
محبوب ترین عمل	۳۴۲
خاموشی ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے	۳۴۲
قیل وقال سے اجتناب کرے	۳۴۲
تقویٰ اور احتیاط قلت گویائی میں ہے	۳۴۲
قلت گویائی کو رائج کرنے کا حکم	۳۴۳

عنوان	صفحہ
زبان کی بے احتیاطی سے جہنم کا نچلہ طبقہ	۳۴۳
حضرت معاذؓ کو حفظ زبان کی وصیت	۳۴۳
نو حصے عافیت خاموشی میں	۳۴۴
خاموشی عالم کیلئے زینت کی بات ہے	۳۴۴
خاموشی بہترین اخلاق ہے	۳۴۴
خاموشی سیکھنے کا حکم	۳۴۴
حضرت ابوذرؓ کو ایک جامع نصیحت	۳۴۵
آسان عبادت	۳۴۶
عبادت کا پہلا مرحلہ خاموشی ہے	۳۴۶
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک نصیحت	۳۴۷
امام غزالیؒ کا ایک مفید کلام	۳۴۷
لغو ولغویات	۳۴۹
ارشاد خداوندی	۳۴۹
لغو اور اسکی تعریف	۳۴۹
لغو امور سے بچنے کی فضیلت	۳۵۰
شفقت ورحمت	۳۵۱
رحمت خدا کیسے حاصل ہو؟	۳۵۱
بدبخت ہی شفیق ورحیم نہیں ہوتا	۳۵۱
مؤمن نہیں	۳۵۱
جو اللہ کی رحمت چاہے	۳۵۱
جنت میں کون داخل؟	۳۵۲

عنوان	صفحہ
اہل جنت کون؟	۳۵۲
رحمت کے سوتے	۳۵۲
چھوٹوں پر شفقت	۳۵۳
جانوروں پر بھی شفقت	۳۵۳
ذبیحہ کیساتھ رحم کا برتاؤ	۳۵۴
رحمت وشفقت کا مفہوم	۳۵۵
ایثار	۳۵۷
ایثار کے متعلق فرمانِ الٰہی	۳۵۷
حضرات صحابہؓ کے ایثار کے واقعات	۳۵۸
ایثار غریباں	۳۵۹
حضرت عائشہؓ کے ایثار کا واقعہ	۳۵۹
سفارش	۳۶۱
سفارش کے متعلق ارشاد خداوندی	۳۶۱
سفارش کیا کرو ثواب پاؤ گے	۳۶۲
آپؐ کو سفارش کا انتظار	۳۶۲
سفارش پر کچھ لینا رشوت ہے جو حرام ہے	۳۶۴
حسن ظن	۳۶۶
خدائے پاک سے اچھی امیدیں وابستہ رکھے	۳۶۶
خدا کے ساتھ بہتر امید رکھنے کا حکم	۳۶۶
خدائے پاک سے خوف اور امید	۳۶۷
خوف اور امید کا وقت	۳۶۷
امید پر فضل خداوندی کا واقعہ	۳۶۸
قریب الموت خدائے پاک سے حسن ظن رکھنے کا حکم	۳۶۸
بندوں کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا حکم	۳۶۹
لوگوں کے ساتھ بدگمانی نہ کرے	۳۶۹
مشورہ	۳۷۱
مشورہ کے متعلق آیت قرآنیہ	۳۷۱
مشورہ کا محل	۳۷۲
انتظامی امور میں مشورہ کی اہمیت	۳۷۲
مشورہ برائے نام	۳۷۲
مشورہ کس سے؟	۳۷۳
مشورہ سے اچھائی کا رخ نکلتا ہے	۳۷۳
مشورہ والا گھاٹے میں نہیں رہتا	۳۷۳
سمجھداروں سے مشورہ کرو	۳۷۳
اہل مشورہ کون؟	۳۷۴
مشورہ سے بھلائی کی رہنمائی	۳۷۵
مشورہ خیر کا باعث	۳۷۵
کس سے مشورہ نہ کرے؟	۳۷۵
غلط مشورہ دینے والا خائن	۳۷۶
مشورہ دینے والا ذمہ دار ہوتا ہے	۳۷۶
کم عمروں سے بھی مشورہ کرے	۳۷۷
خیروبرکت کی وجہ سے مشورہ کا حکم	۳۷۸

عنوان	صفحہ
عدل وانصاف	۳۷۹
عدل کے متعلق فرمانِ الٰہی	۳۷۹
منصف اور عادل خدا کے قریب ہوں گے	۳۸۰
خدا کے سایہ میں کون سبقت کرنے والا؟	۳۸۰
انصاف برتنے والوں کا مقام	۳۸۰
ہر ایک سے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائیگا	۳۸۱
منصف حاکم مستجاب الدعوات	۳۸۱
انصاف کے ایک ساعت کی فضیلت	۳۸۱
انصاف اور ذمہ داری نہ ادا کرنے کی سزا	۳۸۲
حق نہ ادا کرنے والا خوشبو بھی نہ پائیگا	۳۸۲
جو اپنے ماتحتوں کی خیر خواہی نہ کرے	۳۸۲
ہر ذمہ دار سے ماتحتوں کا سوال	۳۸۳
اُمت کب تک بھلائی پر رہے گی؟	۳۸۳
آپؐ کے انصاف ورعایت کا ایک واقعہ	۳۸۳
اجتماعیت اور اتحاد	۳۸۵
اجتماعیت رحمت ہے	۳۸۵
جماعت سے علیحدگی خطرہ کا باعث	۳۸۵
جماعت اور اجتماعیت خدا کی رسی ہے	۳۸۵
جماعت سے علیحدگی جہنم کا سبب ہے	۳۸۶
جماعت پر خدا کی مدد ہے	۳۸۶
جماعت سے علیحدگی اسلام سے علیحدگی	۳۸۶
سواد اعظم کے پکڑنے کا حکم	۳۸۷
جماعت میں برکت ہے	۳۸۷
لوگوں کے درمیان اصلاح اور اچھے تعلقات پیدا کرنا	۳۸۸
لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم قرآن	۳۸۸
دو شخصوں کے درمیان اصلاح تمام نوافل سے افضل ہے	۳۸۹
خدا اور رسول کیلئے خوشنودی والے اعمال	۳۸۹
محبوب ترین صدقہ کیا ہے؟	۳۹۰
اصلاحی کوشش میں ہر کلمہ پر غلام کی آزادی کا ثواب	۳۹۰
نماز اور خیرات سے زیادہ ثواب	۳۹۰
اصلاح میں جھوٹ جھوٹ نہیں	۳۹۱
اہل تقویٰ اور نیکوں کی صحبت و ہمنشینی	۳۹۳
حکم خداوندی	۳۹۳

عنوان	صفحہ
کس کی ہمنشینی اختیار کرے؟	۳۹۴
اہل ایمان کی صحبت اختیار کرے	۳۹۵
نیک ہمنشین کی مثال	۳۹۵
اہل فسق وبدعت سے احتیاط کرنا	۳۹۷
حکم خداوندی ہے	۳۹۷
مشرکین کے ساتھ مل جل کر رہنا برا ہے	۳۹۸
آدمی اپنے ساتھی کے مسلک پر ہوتا ہے	۳۹۸
غیروں کے اجتماع اور میلوں میں شریک نہ ہو	۳۹۸
اہل معصیت کی ہمنشینی نہ کرے	۳۹۹
مصاحب کا اثر آتا ہے	۴۰۰
اہل بدعت سے محبت و تعلق نہ رکھے	۴۰۰
مشتبہات سے بچنا	۴۰۵
مشتبہات سے بچے	۴۰۵
شبہ کی وجہ سے آپؐ نے نہیں کھایا	۴۰۵
جس میں شک و شبہ ہو اسے چھوڑ دے	۴۰۶
متقی کب ہو سکتا ہے؟	۴۰۶
دل میں کھٹک ہو تو چھوڑ دے	۴۰۶

عنوان	صفحہ
شبہ والی چیز کو چھوڑنا تقویٰ ہے	۴۰۷
نیکی اور برائی کی علامت	۴۰۷
کس کا ایمان مکمل؟	۴۰۷
حضرت صدیق اکبرؓ کا مشتبہ آمدنی سے احتیاط کا واقعہ	۴۰۸
ہر مؤمن کو نفع پہنچانا اور اسکی بھلائی کا خواہشمند رہنا	۴۰۹
محبوب خدا کون؟	۴۰۹
لوگوں میں بہتر	۴۰۹
دین خیر خواہی کا نام ہے	۴۱۰
باہمی تعاون	۴۱۲
ایک دوسرے سے ربط و تعاون	۴۱۲
اہل ایمان آپس میں کس طرح؟	۴۱۲
کھانا کھلانا	۴۱۳
قرآن میں کھانا کھلانے کی اہمیت و تاکید	۴۱۳
جنت میں جانے کے سہل اعمال	۴۱۴
جنت کا وارث کون؟	۴۱۵
جنت کس کیلئے واجب؟	۴۱۵
جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے	۴۱۵
جنت کا شیش محل کس کیلئے؟	۴۱۵
قیامت کی سختی سے محفوظ	۴۱۶

عنوان	صفحہ
لوگوں میں بہتر کون؟	۴۱۶
رحمت کے اسباب کیا ہیں؟	۴۱۶
قیامت کی سختی سے کون محفوظ؟	۴۱۷
کس کیلئے جہنم کے درمیان سات خندقیں حائل؟	۴۱۷
جنت کا پھل کون توڑیگا؟	۴۱۷
خدا ملائکہ پر فخر فرماتے ہیں	۴۱۷
کھانا کھلانے پر تین آدمی جنت کے مستحق	۴۱۸
اسباب مغفرت کیا ہیں؟	۴۱۸
عرش کے سایہ میں	۴۱۸
جو کسی کو ایک لقمہ کھلائے	۴۱۹
فرشتوں کی دعائے رحمت کب تک؟	۴۱۹
کسی کو کپڑا دینا یا پہنانا	۴۲۰
جنت کا سبز لباس	۴۲۰
جنت کے جوڑے	۴۲۰
جب تک بدن پر کپڑا تب تک خدا کی حفاظت میں	۴۲۱
راستے سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا	۴۲۲
تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا صدقہ ہے	۴۲۲
ایک شخص کی مغفرت کا واقعہ	۴۲۲

عنوان	صفحہ
اُمت کے بہترین اعمال	۴۲۳
نفع بخش عمل	۴۲۳
جس کی نیکی قبول وہ جنت میں	۴۲۴
نیکیاں زائد	۴۲۴
جنت کے مزے	۴۲۴
ایک پتھر کے ہٹانے پر بھی جنت	۴۲۵
ایک ہڈی کا اٹھانا بھی صدقہ ہے	۴۲۵
ایمان کی شاخیں	۴۲۵
اہل تعلق کی آمد پر خوشی کا اظہار	۴۲۷
آنے والے کو خوش آمدید کہے	۴۲۷
سلام	۴۲۸
سلام اور قرآن	۴۲۸
سلام کو رائج کرنے کا حکم	۴۲۹
سلام اللہ کے ناموں میں سے ہے	۴۳۰
سب سے پہلا سلام	۴۳۰
کلام و گفتگو سے قبل سلام	۴۳۱
سلام کی کثرت سے نیکیاں زائد	۴۳۱
جنت کے اعمال	۴۳۱
جنت کس عمل سے واجب؟	۴۳۲
مغفرت کے اسباب	۴۳۲
سلام آپس کی محبت کا ذریعہ	۴۳۲
سلام اُمت کی دعا اور تحیہ ہے	۴۳۳

عنوان	صفحہ
ابتداء سلام کرنے والا تکبر سے محفوظ ہے	۴۳۳
سلام کو عام کرنا نجات اور سلامتی کا باعث	۴۳۳
سلام بلندی مرتبہ کا باعث	۴۳۴
ایک دن میں بیس سلام کی فضیلت	۴۳۴
سلام سے درجات بلند	۴۳۴
آپس کے کیا حقوق ہیں؟	۴۳۵
سلام میں پہل کرنے والا افضل	۴۳۵
سلام کا مسنون طریقہ	۴۳۵
سلام میں پہل کرنے والے کو دس نیکیاں زائد	۴۳۶
سلام کا جواب نہ دینے پر وعید	۴۳۶
خطوط و مراسلات میں تحریری سلام	۴۳۷
۷۸۶ کا لکھنا خلاف سُنّت ہے	۴۳۸
ہر اعلیٰ ادنیٰ کو سلام کرے	۴۳۸
سلام تین مرتبہ تک کرے	۴۳۹
سونے والے کو سلام کس طرح کرے؟	۴۳۹
بغیر سلام کے اجازت نہیں	۴۴۰
بغیر سلام کے آئے تو واپس کر دے	۴۴۰
بخیل کون ہے؟	۴۴۱
کسی کے سلام کا جواب کس طرح دے؟	۴۴۱
کسی دوسرے کو سلام بھیجنا	۴۴۱

عنوان	صفحہ
مجلس میں آتے اور اٹھتے وقت سلام	۴۳۲
سلام کا ثواب	۴۳۲
سلام کا ثواب کم اور زائد	۴۳۳
قریبی وقفہ ہو تب بھی سلام کرے	۴۳۳
سلام میں زائد الفاظ: کہاں تک استعمال کرے	۴۳۳
متعارف اور واقفین ہی کو سلام کرنا قیامت کی علامت	۴۳۶
ہر ایک مؤمن کو سلام کرے	۴۳۷
مشترک مجلس میں بھی سلام کرے	۴۳۷
عورتیں رشتہ دار اور محرم کو سلام کریں	۴۳۷
عورتیں اجنبی مردوں کو سلام نہ کریں	۴۳۸
گھر میں داخل ہونے کے وقت سلام کرے	۴۳۸
سلام شیطان سے حفاظت کا باعث	۴۳۹
سلام گھر میں خیر و برکت کا باعث	۴۳۹
گھر سے نکلتے وقت بھی سلام کرے	۴۵۰
کون خدا کی حفاظت میں؟	۴۵۰
بچوں کو بھی سلام کرنا مسنون	۴۵۱
چھوٹا بڑے کو سلام کرے	۴۵۱
غیروں کو سلام میں پہل نہ کرے	۴۵۱
مجلس میں ایک شخص کا جواب کافی ہے	۴۵۲

عنوان	صفحہ
تنہا شخص جماعت کو سلام کرے	۴۵۲
مقررین اور خطیبوں کا تقریر اور خطبہ سے پہلے سلام	۴۵۳
پیشاب کرنے والے کو سلام نہ کرے	۴۵۴
علیک السلام کہنا ممنوع ہے	۴۵۴
غیر مسلم کو سلام نہ کرے	۴۵۵
شرابی وغیرہ کو سلام نہ کرے	۴۵۵
جوا کھیلنے والے کو سلام نہ کرے	۴۵۵
ہاتھ یا انگلی کے اشارہ سے سلام کرنا ممنوع ہے	۴۵۶
سلام کے چند آداب و مسائل	۴۵۶
ان حالتوں میں سلام مکروہ ہے	۴۵۸
مصافحہ	۴۶۰
مصافحہ کی فضیلت	۴۶۰
مصافحہ سے گناہ جھڑ جاتے ہیں	۴۶۰
جو مسرت اور بشاشت سے مصافحہ کرتا ہے	۴۶۱
سلام کے بعد مصافحہ بھی کرے	۴۶۱
بچوں سے بھی مصافحہ ہو	۴۶۱
مصافحہ سے پہلے سلام ہو	۴۶۱
مصافحہ سلام کا اتمام ہے	۴۶۲
مصافحہ سے دل صاف ہوتا ہے	۴۶۲
فرشتے بھی انسانوں سے مصافحہ کرتے ہیں	۴۶۲

عنوان	صفحہ
مصافحہ اور معانقہ کب کرے؟	۴۶۳
مصافحہ سے محبت بڑھتی ہے	۴۶۳
ملاقات کے وقت مصافحہ اور گفتگو سے سو رحمتیں نازل	۴۶۳
پہلے کرنے والوں پر نوے رحمتیں	۴۶۳
ہاتھ الگ ہوجانے سے پہلے مغفرت ہوجاتی ہے	۴۶۴
مصافحہ کیلئے ہاتھ میں خوشبو ملنا	۴۶۴
رخصت کے وقت بھی مصافحہ مسنون ہے	۴۶۴
عیدین یا نمازوں کے بعد مصافحہ	۴۶۵
والدین کے ساتھ حسن سلوک احسان و بھلائی کا برتاؤ	۴۶۷
خدا کے نزدیک محبوب ترین اعمال	۴۶۷
والدین کی خدمت حج عمرہ و جہاد کے برابر	۴۶۷
جنت ماں کے پیر تلے ہے	۴۶۸
جہاد جیسی عبادت پر والدین کی خدمت مقدم	۴۶۸
والدین اگر جہاد سے روکیں تو	۴۶۸
ہجرت پر بھی خدمت والدین مقدم	۴۶۸
والدین کی خدمت و اطاعت سے عمر میں برکت اور زیادتی	۴۶۹

عنوان	صفحہ
موت میں تاخیر کچھ زندگی مل گئی	۴۷۰
جنت کا دروازہ کس کیلئے کھلا اور کس کیلئے بند؟	۴۷۰
اعلیٰ علیین میں کون؟	۴۷۰
جنت کے دروازے کس کیلئے کھل جاتے ہیں؟	۴۷۱
جو والدین کی خدمت سے جنت نہ پاسکا	۴۷۱
خدا کی رضا اور خوشنودی کس میں؟	۴۷۱
والدین کی خدمت سے رزق کی زیادتی اور برکت	۴۷۲
والدین کی جانب دیکھنا بھی باعث ثواب ہے	۴۷۲
والدین کو دیکھنا حج مبرور کا ثواب	۴۷۳
والدین باعث جنت وجہنم ہیں	۴۷۳
والدین کو ناراض کرنے کی سزا اسی دنیا میں	۴۷۳
والدین کے ساتھ ہنسنا ہنسانا جہاد سے افضل	۴۷۴
والدین کی خدمت کی وجہ سے جنت	۴۷۴
اعمال صالحہ کے ساتھ والدین کی نافرمانی نہ ہو تو	۴۷۵
والدین کا نافرمان ملعون ہے	۴۷۵
تکلیف پہنچے تب بھی اطاعت و خدمت واجب	۴۷۵
مغفرت نہیں ہوگی	۴۷۶
خلاف شرع میں والدین کی اطاعت نہیں	۴۷۶
والدین کی خدمت گناہوں کا کفارہ	۴۷۷
والدین کافر و مشرک ہوں تب بھی بھلائی اور خدمت کا حکم	۴۷۸
ماں کا حق باپ پر مقدم	۴۷۸
مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہونے کا اندیشہ	۴۷۹
والدین کی اطاعت بہر صورت	۴۸۰
والدین سے قطع تعلق والا جنت کی خوشبو بھی نہیں پاسکتا	۴۸۱
خدا کی لعنت کس پر؟	۴۸۲
والدین کو ناراض رکھنا اور قطع تعلق گناہ کبیرہ ہے	۴۸۲
والدین کا نافرمان جنت میں داخل نہیں ہوسکتا	۴۸۳
خدا کی نظر نہیں	۴۸۳
اگر والدین بیوی کو چھوڑنے کا حکم دیں تو	۴۸۳
والدین پر خرچ کرنا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا ہے	۴۸۴
والدین پر خرچ کرنا افضل ترین خرچ ہے	۴۸۵
جو آج والدین کی خدمت کریگا کل	

عنوان	صفحہ
اسکی اولاد اسکی خدمت کریگی	۴۸۵
والدین کی خدمت دنیا کے حوادث و مصائب کے دفاع کا باعث	۴۸۶
والدین کی بددعا کا عجیب خوفناک واقعہ	۴۸۷
باوجود زہد عبادت کے والدین کی بدعا کا اثر	۴۸۸
وفات کے بعد والدین کا مطیع وفرمانبردار کیسے ہو؟	۴۹۰
والدین کے ایصال ثواب کی دعا	۴۹۰
والدین کی جانب سے صدقہ	۴۹۱
قرض ادا کرنے سے فرمانبرداروں میں شامل	۴۹۳
والدین کی جانب سے حج بدل و عمرہ کا ثواب	۴۹۳
والدین کی موت کے بعد حسن سلوک کی صورت	۴۹۵
وفات کے بعد انکے احباب و متعلقین کے ساتھ حسن سلوک	۴۹۷
والدین کے حق میں دعا کرنا	۴۹۸
والدین کی مغفرت کیلئے مغفرت کی دعا	۴۹۸
دعا مغفرت کی وجہ سے والدین کے درجات بلند	۴۹۹
والدہ کے بعد خالہ کا درجہ	۴۹۹
والدین کی وفات کے بعد قبر کی زیارت	۵۰۰
جمعہ کے دن زیارت کا ایک واقعہ	۵۰۱
اولاد کے ساتھ حسن سلوک	۵۰۳
شریعت کے مطابق اولاد پر خرچ کرنا صدقہ ہے	۵۰۳
اولاً اہل و عیال پر خرچ کرنا افضل ہے	۵۰۳
اہل عیال مقدم	۵۰۳
اہل و عیال پر مشفقانہ برتاؤ	۵۰۳
تین بیٹیوں کی پرورش پر جنت واجب	۵۰۵
بیٹی پر بیٹے کو ترجیح نہ دے	۵۰۵
لڑکی باعث برکت ہے	۵۰۶
بیٹیوں کی پرورش پر جنت میں آپؐ کی معیت	۵۰۷
بیٹی جہنم سے روک اور حجاب کا باعث	۵۰۷
وہ عورت جو پہلے لڑکی جنے باعث برکت ہے	۵۰۸
بہنوں کے ساتھ حسن سلوک اور تربیت کی فضیلت	۵۰۹
مطلقہ بیٹی پر خرچ کرنے کی فضیلت	۵۰۹
اولاد کی پرورش کی وجہ سے بیوہ	

عنوان	صفحہ
رہنے کی فضیلت	۵۱۰
جنت جانے میں آپؐ سے بھی کون آگے؟	۵۱۰
رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک واخلاق کا حکم	۵۱۲
اہل قرابت پر صدقہ وخیرات کا دگنا ثواب	۵۱۲
جو رشتہ دار مخالفت اور عناد رکھے اس پر خرچ کا ثواب	۵۱۳
بری موت سے بچنے کا ذریعہ	۵۱۳
برکت رزق کا ذریعہ	۵۱۳
رشتہ داروں کی رعایت اور حسن سلوک زیادتی عمر کا باعث	۵۱۴
چھ چیزوں پر جنت کی ضمانت	۵۱۵
گھر کی آبادی اور خوشحالی	۵۱۶
جنت کو قریب کرنے والے اعمال	۵۱۶
باوجود گناہ کے مال اولاد میں زیادتی کس عمل سے	۵۱۶
رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کے دس فوائد	۵۱۷
مال میں زیادتی کس عمل سے؟	۵۱۸
تین لوگوں سے آسان حساب	۵۱۸
اولین وآخرین کے بہترین اخلاق	۵۱۸
افضل ترین صدقہ	۵۱۹
رشتوں کے جوڑ سے اللہ کا جوڑ	۵۱۹
جنت کی خوشبو بھی نہیں	۵۱۹
رشتوں کا تعلق عرش پر معلق ہے	۵۱۹
خدا کی رحمت سے دور کب؟	۵۲۰
آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب	۵۲۰
سب سے جلدی کس کا ثواب؟	۵۲۰
کس پر خدا کی رحمت نہیں اترتی؟	۵۲۱
کوئی عمل قبول نہیں	۵۲۱
آسمان کے دروازے کس کیلیے بند؟	۵۲۱
رشتہ توڑنے والوں پر قرآن میں لعنت	۵۲۲
رشتوں کا توڑ قیامت کی علامت	۵۲۲
پڑوسیوں کے ساتھ حسن برتاؤ	۵۲۳
پڑوسیوں کے حقوق اور انکی رعایت قرآن پاک میں	۵۲۳
پڑوسیوں کا اکرام	۵۲۵
ایمان والا اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے	۵۲۵
جس کے ضرر سے پڑوسی نہ بچے وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکتا	۵۲۵
مؤمن نہیں ہوسکتا	۵۲۵
جنت میں جانے کا مستحق ہی نہیں	۵۲۶

عنوان	صفحہ
جس نے پڑوسی کو تکلیف دی اس نے آپؐ کو تکلیف دی	۵۲۶
جس نے پڑوسی سے لڑائی کی اس نے خدا سے لڑائی کی	۵۲۶
قیامت کے دن سب سے پہلے پڑوسیوں کا مقدمہ	۵۲۷
باوجود نماز روزہ اور صدقہ کی کثرت کے جہنم میں	۵۲۷
ایمان والا اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرے	۵۲۷
مؤمن ہے تو اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے	۵۲۸
پڑوسی کا احترام والد کے احترام کی طرح	۵۲۸
وہ جس کا پڑوسی بھوکا ہو	۵۲۸
گھر میں فراوانی اور عمر میں زیادتی کب؟	۵۲۹
پڑوسی کیلیے شوربا زائد رکھنا	۵۲۹
اچھا پڑوسی خوش قسمتی کی بات ہے	۵۲۹
پڑوسی کی رعایت	۵۳۰
بدبختی کی باتیں	۵۳۰
جس پڑوسی کی وجہ سے لوگ دروازہ بند رکھیں	۵۳۰
پڑوسی کا بچہ گھر آئے تو	۵۳۱
پڑوسی کے معمولی ہدیہ کو بھی حقیر نہ سمجھے	۵۳۱
اپنی دیوار پر پڑوسی کو لکڑی، ڈاٹ رکھنے سے منع نہ کرے	۵۳۲
ایک پڑوسی کا دوسرے پڑوسی پر کیا حق ہے؟	۵۳۲
جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں	۵۳۳
پڑوسیوں کیساتھ رعایت کی تاکید	۵۳۳
غیر مسلم پڑوسی کی بھی رعایت	۵۳۴
قیامت کی علامت	۵۳۴
پڑوسی کی حد	۵۳۴
پڑوسی کا حق کم لوگ ادا کرپاتے ہیں	۵۳۵
صالح اور نیک پڑوسی کی برکت	۵۳۵
برے پڑوسی سے پناہ مانگے	۵۳۶
تمام مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کا حکم	۵۳۷
تمام مخلوق خدا کی عیال	۵۳۷
غیروں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کی اجازت	۵۳۸
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کافر مہمان کا واقعہ	۵۴۰
مکہ کے کافروں کی مدد	۵۴۱
جانوروں کے ساتھ بھی اچھے	

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
برتاؤ کا حکم	۵۴۳	ماخذ اور مراجع	۵۵۷
پانی پلادینے سے مغفرت	۵۴۳		
بلاوجہ جانوروں کو مارنا	۵۴۴		
ذبح کے وقت راحت کا خیال	۵۴۵		
ذبیحہ کیساتھ شفقت کا معاملہ کرے	۵۴۵		
جانوروں کے کیا حقوق ہیں؟	۵۴۶		
جانوروں کا نشانہ بنانا ممنوع ہے	۵۴۶		
جانوروں کا پورا دودھ نہ نکالا جائے	۵۴۷		
تکلیف دینے یا بھوکا مارنے پر عذاب	۵۴۷		
جانور کے چہرے پر نہ مارے	۵۴۸		
کسی چڑے پر رحم کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن رحم کا مستحق	۵۴۸		
جانوروں کی خدمت پر بھی ثواب	۵۴۹		
بلاضرورت جانوروں پر سوار نہ رہے	۵۵۰		
کن جانوروں کو نہ مارے؟	۵۵۰		
مینڈک کو مارنا منع ہے	۵۵۰		
موذی جانوروں کو مارنا جائز ہے	۵۵۲		
کن جانوروں کو مارنے کا حکم یا اجازت ہے؟	۵۵۲		
نہ مارنے پر وعید	۵۵۳		
ہر قسم کے سانپ کو مارے	۵۵۴		
بچھو کو بھی مار ڈالے	۵۵۵		
ایک کی وجہ سے سب کو نہ مارے	۵۵۵		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدائے پاک کا بے انتہا فضل وکرم ہے کہ "شمائل کبریٰ" کی جلد سوم آپ کے پاس پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

اس کی جلد سوم اور چہارم "اخلاق" کی احادیث پر مشتمل ہے۔ پیش نظر جلد میں اسلام کے بلند پایہ صفات حسنہ کی احادیث کو نہایت ہی تفصیل اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور جلد چہارم میں آپ ﷺ کے خلقی اوصاف جسمانی احوال اور شمائل وخصائل کو جس کی تعبیر قرآن کی زبانی "خلق عظیم" سے کی گئی ہے، بیان کیا گیا ہے۔

احادیث پاک کے بے پایاں ذخیرہ سے اس کا انتخاب کیا گیا ہے۔

فن کی پچاسوں اہم کتابیں پیش نظر رہی ہیں، جس کا انکشاف اہل مطالعہ کو بخوبی ہو سکتا ہے۔ حوالوں میں اہم اور اساسی مستند کتابوں ہی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

کتاب کی جامعیت اور اپنے موضوع میں اہم ترین ماخذ ہونے کے پیش نظر اس امر کا اہتمام کیا گیا ہے کہ باب کے متعلق تمام احادیث ذخیرہ کتب سے جمع ہو جائیں۔ اور اپنے موضوع پر کوئی تشنگی باقی نہ رہے۔ مؤلف نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت ہی جامع اور مکمل ہو۔ کوئی اخلاق فاضلہ چھوٹنے نہ

پائے۔

باب الاخلاق پر احادیث کے پھیلے ہوئے ذخائر میں جو بھی قابل اخذ ہو امت کے سامنے پیش کردیا جائے۔ کہ آج کی اس دنیا میں عبادت کے بعد سب سے زیادہ انہیں پاکیزہ اخلاق کی ضرورت ہے۔

یہ وہ بیش بہا اعمال ہیں جن کا صلہ آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ملنے لگتا ہے۔ اور جن کے نتائج حسنہ دنیا میں بھی بار آور ہونے لگتے ہیں۔ اسلام کے بلندپایہ پاکیزہ اخلاق فاضلہ پر مشتمل یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ مساجد میں، مدارس میں اور گھروں میں پڑھ کر سنائی جائے۔ تاکہ بلندپایہ مکارم اخلاق جو ہم سے چھوٹ گئے ہیں اور ان کا علم بھی ہمیں نہیں ہے۔ گھروں میں اور ماحول میں رائج ہوجائیں۔ جن سے دین و دنیا کی بے شمار خوبیاں وابستہ ہیں۔

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارا یہ مذہب اسلام کتنا جامع اور مکمل ہے۔ محض عبادت و عقائد ہی سے اس کا تعلق نہیں ہے بلکہ دین و دنیا کے ہر ایسے امر کو جامعیت کے ساتھ سموئے ہوئے ہے، جو ارباب عقل و شرف کے نزدیک خیر و بھلائی کو شامل ہے۔ اور اس کے بہتر نتائج دنیا پر پڑتے ہیں کہ دنیا کے یہ اچھے امور دین سے کیسے الگ ہوسکتے ہیں۔ دین ومذہب تو ہر خوبی و بھلائی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ آخرت کے اچھے نتائج دنیا کے اچھے اعمال ہی سے تو وابستہ ہیں۔

اور آخرت کی تعمیر کے لئے یہی دنیا کے امور حسنہ اساس اور بنیاد ہیں۔ خیال رہے کہ ہمارے مذہب کا یہ جامع پہلو آج کے دور میں "نئی دنیا" کے لوگوں پر یا تو مخفی ہے یا تغافل ہے کہ وہ دین اور مذہب کو صرف ذکر عبادت میں محصور سمجھتے ہیں۔ اور انہی کو آخرت کے اعمال سمجھتے ہیں۔ یہ بڑی عظیم غلطی ہے۔ اسی وجہ سے وہ ان "پاکیزہ اخلاق" کو دین نہیں سمجھتے۔

کاش کہ وہ مذہب اسلام کا صحیح مطالعہ کرتے۔ کسی اہل خدا، اصحاب دین کی صحبت پاتے تو ان نظریات کے حامل نہ ہوتے۔ ان سے عاری یا گریز نہ کرتے۔ بلکہ ان اخلاق فاضلہ کے حامل ہوکر پوری دنیا کو اسلام کا خوگر بنا لیتے۔

اللہ ہی ہم سب کو دین کے صحیح راستے اور جادہ مستقیم کی رہنمائی فرمائے، اور موانع کو دور فرما کر پوری دنیا میں اسلام اور اسلامی ماحول کو رائج فرمائے۔ (آمین)

اس کتاب کی ترتیب میں صحاح ستہ، کتب مشہورہ کے علاوہ دیگر ایسی کمیاب و نادر کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جو بسہولت دستیاب نہیں۔ جس کا اندازہ اہل مطالعہ کو حوالوں اور ماخذ سے ہوسکتا ہے۔

موضوع سے متعلق تمام احادیث و آثار و مضامین منقولہ باحوالہ بقید جلد و صفحات درج ہیں۔ تاکہ بوقت ضرورت مراجعت میں آسانی ہو۔

کتاب کے آغاز میں ایک وسیع مقدمہ ہے۔ جو اخلاق کے موضوع پر ہے جس میں نہایت ہی تفصیل سے ان احادیث کو جمع کیا گیا ہے جس میں مکارم کی تاکید اور اس کی مختلف نوع کے فضائل و ترغیبات مذکور ہیں۔ اس کے بعد مکارم اخلاق کے ابواب ہیں۔ انشاء اللہ اس کے بعد جلد چہارم پیش کی جائے گی۔

خدائے وحدہٗ لاشریک سے دعا ہے کہ اس میں تعاون کرنے والے کی کوشش کو بے حد قبول فرمائے اور اس وسیع و عظیم سلسلہ کو جو سنت کا ایک وسیع سرمایہ ہے، عافیت کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ اور امت کے ہر طبقہ خواص و عوام کو تاقیامت اس سے مستفید فرمائے۔ عاجز کے لئے اپنی رضا و قرب اور آخرت کی نجات کا ذریعہ و ذخیرہ بنائے۔ آمین۔

"شمائل کبریٰ" کی ان جلدوں کو جو شمائل و سنن نبوی کا وسیع و مستند ذخیرہ ہیں، محترم مولانا محمد رفیق عبدالمجید صاحب دامت برکاتہم زم زم پبلشرز سے شائع کرکے امت میں سنت کی ترویج اور شیوع کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں، خدائے پاک ان

کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو دارین کی سعادت وخوشحالی سے نوازے اور مکتبہ کو فروغ اور ترقی عطا فرمائے احیاء سنت اور ترویج شریعت میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو۔ آمین۔

والسلام

محمد ارشاد القاسمی بھاگل پوری

استاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور

۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸

آپ ﷺ کی آمد عمدہ اخلاق کی ترویج اور اتمام کے لئے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا میں بہترین اخلاق وعادات کے اتمام کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

(بیہقی فی الشعب صہ۲۳۱، مکارم ابن ابی الدنیا صہ۲۰۰، مستدرک حاکم ج ۲ صہ۶۱۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا میری بعثت عمدہ اخلاق اچھے عادات کو مکمل طور پر عمل میں لانے کے لئے ہوئی۔

(اتحاف السادۃ ج ۷ صہ۳۳۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا: اے اللہ کے رسول، میں ایسا آدمی ہوں کہ میں تعریف کو پسند کرتا ہوں۔ گویا کہ وہ اپنے اوپر خوف کر رہے تھے (کہ میرا یہ مزاج کوئی گرفت کی بات تو نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا۔ کوئی تم کو منع کرتا ہے کہ تم اچھی زندگی گذارو، سعادت کے ساتھ وفات پاؤ۔ میں بھیجا گیا ہوں تاکہ تمام اچھے اخلاق کو مکمل کروں۔ یعنی مکمل طور سے ان کو جاری اور رائج کروں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ صہ۲۶)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں بہترین اخلاق کے اتمام کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

(سیرۃ الشامی صہ۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک نے مجھے عمدہ اخلاق اور کامل درجہ کے عمدہ افعال کے لئے بھیجا ہے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۲۳۱)

حضرت ابن عجلان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں صالح اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ (بیہقی ج ۶ ص ۲۳۰)

مکارم اخلاق کی تاکید و اہمیت و فضائل احادیث پاک میں

اخلاق فاضلہ کیا ہیں؟

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی پاک ﷺ کی زیارت ہوئی تو میں تیزی سے آگے بڑھا۔ اور آپ کا دست مبارک پکڑا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اپنے ہاتھ میں میرا ہاتھ لیا اور فرمایا۔ اے عقبہ میں تجھے نہ بتادوں کہ دنیا اور آخرت کے اخلاق فاضلہ کیا ہیں۔ (پھر فرمایا) تم اس سے جوڑ رکھو جو تم سے توڑ رکھے۔ اور جو تم کو محروم کرے نہ دے، تم اسے دو۔ جو تمہیں تکلیف پہنچائے تم اسے معاف کرو۔ (شرح السنۃ ج ۱۳ ص ۱۱۳، مجمع الزوائد حاکم ج ۸ ص ۱۸۸)

عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ میری ملاقات آپ ﷺ سے ہوئی تو میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور آپ سے پوچھا اللہ کے رسول اچھے اعمال کیا ہیں۔ مجھے بتادیجئے۔ تو آپ نے فرمایا: اے عقبہ جو تم سے قطع تعلق رکھے تم اس سے جوڑ رکھو۔ جو تم کو محروم کرے تم اسے نوازو۔ جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرو۔ (اسے چھوڑ دو بدلہ نہ لو) (ترغیب ج ۳ ص ۳۴۲، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۸۹)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ افضل ترین خصائل یہ ہیں کہ تم توڑ رکھنے والوں سے جوڑ رکھو۔ جو تم کو محروم رکھے تم اسے نوازو۔ جو تمہیں برا بھلا کہے تم اسے درگذر کرو۔ (ترغیب ج ۳ ص ۳۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جن میں تین (اخلاق فاضلہ) ہوں گے۔ اللہ پاک ان کا حساب بھی آسان لے گا اور انہیں اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ اے خدا کے رسول ہمارے ماں باپ آپ پر فدا۔ آپ نے فرمایا۔ اسے دیا کرو جو تم کو محروم رکھے۔ اس کے ساتھ حسن سلوک کرو جو تم سے قطع تعلق رکھے اسے معاف کر دیا کرو جو تم پر زیادتی کرے۔ جب تم یہ اخلاق اختیار کرو گے تو خدا تم کو جنت میں داخل فرمادے گا۔ (ترغیب ج ۳ ص ۳۴۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔ اے علی تم کو دین و دنیا کے بلند اخلاق نہ بتادوں۔ یہ کہ تم اس سے ربط رکھو جو تم کو کاٹے اور دور رکھے۔ جو تمہیں محروم رکھے تم اسے نوازو۔ جو تم کو تکلیف دے تم اسے معاف کرو۔

(ترغیب ج ۳ ص ۳۴۲)

حضرت عبداللہ بن حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں تم کو دین و دنیا کے بہترین اخلاق نہ بتادوں؟ جو اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کرے۔ جو اسے نہ دے تو وہ اسے دے۔ جو اس سے لڑائی رکھے تو وہ اس سے جوڑ رکھے۔

(مکارم ابن ابی الدنیا ص ۳۴)

اس قسم کی متعدد احادیث میں آپ ﷺ نے یہ تاکید فرمائی ہے اور زور دیا ہے کہ تمہارے حسن اخلاق میں یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے جو تم سے توڑ اور قطع تعلق رکھتے ہیں۔ تمہیں نیچا سمجھ کر یا ماحول میں کمزور و ضعیف سمجھ کر یا اور کسی سوء ظن و عقیدت کی بنیاد پر یا رشتہ داری میں کسی امر سے متاثر ہو کر تم سے قطع تعلق رکھتے ہیں۔ شادی بیاہ غمی خوشی میں تم کو یاد نہیں رکھتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں اگر تم بھی ان سے تعلق کاٹ دو گے اور توڑ پیدا کر لو گے تو اس طرح آپس کے حقوق ضائع ہو جائیں گے۔ اور اس توڑ کے برے نتائج ظاہر ہوں گے۔ نسل در نسل اس توڑ کا سلسلہ چلے گا۔ بہت سے منافع ضائع ہوں گے۔ نفرتیں پیدا ہوں گی۔ اس لئے تمہارا اخلاقی فریضہ ہے کہ تم جوڑ اور

ربط پیدا کرو گے۔ وہ توڑ پر جمے رہیں تو تم جوڑ پر جمے رہو۔ وہ کسی معاملہ میں تم کو نہ پوچھیں اور نہ دیں تو تم ایسا نہ کرو تم ان کو ہدایا تحائف سے نوازتے رہو، ایک دن شرمندہ ہو کر وہ تم سے مربوط ہو جائیں گے۔ اور تم سے مخلصانہ برتاؤ کریں گے۔ ہاں اگر وہ حد درجہ متکبر اور کمین فطرت ہیں تو تمہارا آخرت کا ثواب تو کہیں گیا ہی نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مکارم اخلاق (اخلاق حسنہ کے بلند پایہ اعمال) یہ ہیں۔

جو تکلیف دے اسے معاف کرو۔ جو تم سے لڑے تم اس سے جوڑ رکھو۔ جو تم کو محروم رکھے۔ تم اس کو نوازو۔ پھر آپ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾

(اتحاف السادۃ ج ۷ ص ۳۱۸)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ روایت ہے کہ حسن اخلاق کے بلند پایہ اعمال یہ ہیں۔ توڑ رکھنے والوں سے جوڑ محروم کر دینے والوں کے ساتھ دینے کا معاملہ، گالی دینے والوں کو معاف کرنا۔ (اتحاف ج ۷ ص ۳۱۸)

امیر المؤمنین عبداللہ بن المبارک سے مروی ہے کہ حسن خلق لوگوں سے کشادہ روئی سے ملنا۔ بھلائی کا معاملہ کرنا۔ تکلیف دہ امور سے بچانا ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ عفو (معافی)، سخاوت، صبر، تحمل، شفقت و رحمت، لوگوں کی حاجتیں پوری کرنا، لوگوں سے محبت و اخوت کا برتاؤ، نرمی معاملہ، یہ سب حسن اخلاق کے اعمال ہیں۔ (۷ ص ۴۵)

شرح احیاء میں ہے کہ لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا، نرمی سے معاملہ کرنا، مختلف طبائع اور مزاجوں کی رعایت کرتے ہوئے ان سے خوشگواری کا برتاؤ کرنا۔ حسن اخلاق سے ہیں۔ (ج ۷ ص ۳۱۹)

افضل ترین اعمال؟

حضرت ابن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ آپ کی کن لوگوں نے اتباع کی ہے۔ آپ نے فرمایا آزاد اور غلاموں نے۔ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا عمدہ کلام، اور لوگوں کو کھانا کھلانا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول۔ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا صبر اور درگذر کرنا۔ میں نے کہا اسلام میں افضل ترین اعمال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں۔ میں نے کہا افضل الایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اچھے اخلاق، میں نے کہا نماز میں افضل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا طول قیام۔ میں نے پوچھا ہجرت میں افضل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم برائیوں کو چھوڑ دو۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۴۶)

حسن اخلاق والوں کا جنّت میں مرتبہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ جس نے جھوٹ کو چھوڑ دیا کہ وہ غلط تھا اس کے لئے محل جنّت کے شروع میں ہوگا۔ اور جس نے جھگڑے کو ختم کر دیا باوجودیکہ وہ حق پر تھا اس کے لئے جنّت کے بیچ میں محل بنایا جائے گا۔

اور جس نے عمدہ اخلاق اختیار کئے اس کے لئے جنّت کے بلند و بالا حصّہ میں محل بنایا جائے گا۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۴۶)

کون زیادہ محبوب، کون زیادہ قریب؟

عمرو بن شعیب نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے

سنا کہ آپ فرما رہے تھے۔ کیا میں تم کو اپنے سے زیادہ محبوب اور قیامت میں سب سے زیادہ ہمنشیں ہونے کی اطلاع نہ دیدوں۔ تو لوگ خاموش رہے۔ پھر آپ ﷺ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔ تب لوگوں نے کہا۔ ہاں اے اللہ کے رسول، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں جو سب سے زیادہ اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہو۔

(بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۲۳۳)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ قیامت میں قریب مجلس کے اعتبار سے وہ ہوگا جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوگا۔ اور تم میں سب سے زیادہ قیامت میں مجھ سے دور وہ ہوگا۔ جو اخلاق کے اعتبار سے بدتر ہوگا۔ (طبرانی، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱)

اخلاق بھی رزق کی طرح خداوندی تقسیم ہے

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ رب العزت نے تمہارے اخلاق تم میں اس طرح تقسیم کئے، جس طرح تمہارا رزق تقسیم کیا ہے۔ (ادب مفرد ص ۹۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ یہ عظیم الشان دولت بھی خدائی تقسیم ہے۔ خدائے پاک جس کو اس کا اہل پاتے ہیں انہیں کو نوازتے ہیں۔

کمال ایمان کے اعمال کیا ہیں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ایمان کے اعتبار سے کامل وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو۔ اور اپنے بال بچوں پر مہربان ہو۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۲۳۲)

فائدہ: بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بال بچوں کے حق میں بڑے ہی بد اخلاق ہوتے

ہیں، ان کی ضرورتوں کی رعایت نہیں، کرتے ہر وقت ناراضگی والی باتیں کرتے ہیں، برخلاف اس کے غیروں پر بڑے خوش اخلاق ہوتے ہیں سو یہ مذموم ہے۔ بال بچوں کا بھی حق ہے۔ ان سے پیار و محبت کا برتاؤ کرنا اہل اللہ کے اوصاف میں سے ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم میں ایمان کے اعتبار سے کامل ترین وہ ہے، جو اخلاق کے اعتبار سے عمدہ ہو۔ اور جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہو۔ (بیہقی ج ۷، ص ۲۳۲)

فائدہ: خیال رہے کہ بیوی کے بڑے حقوق ہیں۔ عموماً مردوں سے اس کی شدید کوتاہی ہوتی ہے۔ اکثر مرد ان کے حق میں جابر و ظالم ہوتے ہیں۔ ڈانٹ ڈپٹ، اور سخت سُست معمولی معمولی باتوں پر کہتے رہتے ہیں اور وہ بیچاری مظلوم و ماتحت ہونے کی وجہ سے برداشت کرتی ہے۔ سو عورتوں کے ساتھ حسن برتاؤ ان کی غلطیوں پر درگذر حضرات انبیاء علیہم السلام اور اہل اللہ کی شان ہے۔

عمدہ اخلاق اور عبادت گذاری کے درمیان ثواب کا فرق

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ دو آدمی ایسے آئیں گے جن کی نمازیں، جن کا روزہ، جن کا حج، جن کا جہاد، جن کی نیکیاں یکساں اور برابر ہوں گی۔ البتہ ان میں سے ایک حسن اخلاق سے متصف ہوگا۔ جس کی وجہ سے دونوں کے درجوں میں مشرق و مغرب کا فرق ہوگا۔ (بیہقی ج ۶، ص ۳۳۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حسن اخلاق کی وجہ سے اپنے ساتھی پر یہ اتنا بڑھ جائے گا۔

دین و دنیا کی بھلائی کیسے حاصل؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سے فرمایا۔ اے اُمِّ حبیبہ حسن اخلاق والے دین و دنیا کی بھلائی حاصل کریں گے۔ (ترغیب ص ۴۰۱)

فائدہ: دنیا میں بھی لوگوں کے نزدیک محبوب و مقبول اور آخرت میں خدا کا محبوب و مقرب۔

حسن اخلاق جنّت کے اعمال ہیں

حضرت حسن بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اچھے اخلاق جنّت کے اعمال ہیں۔ (ترغیب ج ۳، ص ۴۰۳، طبرانی)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اچھے اخلاق جنّت میں جانے کا ذریعہ ہیں اور ان کا حامل، اہل جنّت سے ہے۔

اعمال میں ہلکے مگر ترازو میں وزنی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول پاک ﷺ کی ملاقات حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا اے ابوذر تم کو میں دو خصلت کی نشاندہی نہ کردوں۔ جو کرنے میں ہلکے اور ترازو میں دوسرے اعمال کے مقابلے میں بہت وزنی ہیں۔ حضرت ابوذر نے کہا۔ ہاں ضرور اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ حسن اخلاق اور خاموشی کو لازم پکڑ لو۔ ان دونوں سے کوئی بہتر وصف نہیں۔ جس سے انسان مزین ہو۔ (بیہقی ج ۶، ص ۲۳۹، مجمع الزوائد ج ۸، ص ۲۲، ترغیب ص ۴۰۸)

فائدہ: واقعۃً یہ بڑے جامع ترین اوصاف ہیں۔ آج کے دور میں خاموشی کو بیوقوفی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا شخص زبان کی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔ ذکر و فکر کا موقع ملتا ہے۔

حساب بھی آسان اور جنّت میں بھی داخلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس میں تین خصلتیں موجود ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حساب بھی آسان لے گا۔ اور اپنی رحمت سے جنت میں بھی داخل فرمائے گا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول ہمارے ماں باپ آپ پر قربان وہ کیا اخلاق ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو تم کو محروم رکھے تم اس کے ساتھ نوازنے کا معاملہ کرو۔ جو تم سے تعلق منقطع رکھے تم اس سے جوڑ اور ربط رکھو۔ جو تم پر زیادتی کرے تم اسے معاف کرو۔ جب تم یہ کروگے تو خدا تم کو جنت میں داخل کردے گا۔ (ترغیب، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۸۹)

جنّت کے بلند و بالا درجات کس کے لئے؟

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم کو وہ اعمال نہ بتادوں جس سے جنت میں تمہارا درجہ بلند ہوجائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا۔ ہاں اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو تم پر جہالت کرے (تمہارے مرتبہ کی رعایت نہ کرے تکلیف دہ باتیں کرے) تم اسے برداشت کرو۔ جو تم پر ظلم زیادتی کرے تم اسے درگذر کرو۔ جو تم کو محروم رکھے تم اسے دو۔ (ترغیب ص ۳۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں منقول ہے کہ اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ حاصل کرو۔ پوچھا گیا وہ کس طرح آپ نے فرمایا۔ جوڑ رکھو اس سے جو تم سے توڑ رکھے۔ دو اسے جو تم کو نہ دے۔ برداشت کرو اس سے جو تم پر جہالت کرے۔

(مکارم ابن ابی الدنیا ص ۳۱)

فائدہ: احادیث پاک میں جوڑ رکھنے اور تحمل و برداشت کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ توڑ اور جوابی کاروائی کی وجہ سے باہم مخالفت اور عناد کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ ان اخلاق

فاضلہ کو اگر دائرہ عمل میں رکھا جائے تو دشمن اور معاند بھی دوست اور موافق ہوجائے گا۔ اور محبت اور ربط رکھے گا۔ اور شریف آدمی شرمندہ ہوکر محبت پر مجبور ہوگا۔ توڑ پر جوڑ، ظلم پر تحمل اہل اللہ کے اوصاف ہیں۔

عبادت میں کمزور مگر مرتبہ میں بلند و بالا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی بلند اخلاق کی وجہ سے آخرت کے اونچے مرتبہ کو اور اچھے درجہ کو پالیتا ہے۔ حالانکہ وہ عبادت میں کمزور ہوتا ہے۔ (مکارم اخلاق خرائطی، طبرانی ص ۷۶، اتحاف ج ۷، ص ۳۲۴)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آدمی بسا اوقات عبادت گذار نہ ہونے کے باوجود جنّت کے بلند درجوں کو عمدہ اخلاق کی وجہ سے حاصل کرلیتا ہے۔ اسی طرح جہنّم کے اسفل درجہ کو بد خلقی کی وجہ سے حاصل کرلیتا ہے۔ (مکارم اخلاق خرائطی، اتحاف ج ۷، ص ۳۲۴)

فائدہ: ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ چار خصلتیں انسان کو بلند و بالا درجات پر پہنچا دیتی ہیں۔ گو اس کا عمل (عبادت) کم ہو۔ ① حلم، ② سخا، ③ تواضع۔ ④ حسن خلق۔

اور ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص بلند و بالا درجات بغیر حسن اخلاق کے نہیں پاسکتا۔ (اتحاف ج ۷، ص ۳۲۵)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان مبارک

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے لوگوں کے ساتھ اخلاق سے ملو، گو ان کے اعمال کی مخالفت کرو۔ (اتحاف السادۃ ج ۷ ص ۳۲۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی کے اعمال سے اختلاف ہونے پر بھی اس کے ساتھ اخلاق سے ملو۔

حسن اخلاق کی وجہ سے اہل جنت میں

ایک صحابیؓ رسول ﷺ کی روایت ہے کہ میں نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ گذشتہ رات عجیب خواب دیکھا۔ میری اُمت کا ایک شخص گھٹنے کے سہارے آیا۔ اس کے اور خدا کے درمیان حجاب تھا۔ (یعنی خدا سے بعد ہونے کی وجہ سے جنت سے دور نظر آرہا تھا) پس اس کے عمدہ اخلاق نے (جو اس نے دنیا میں اختیار کئے تھے) آکر اسے جنت میں داخل کرادیا۔

(خرائطی فی الکارم، اتحاف ج ۷ ص ۳۲۴)

عورت کے دو شوہر ہوں، تو وہ کس شوہر کو ملے گی؟

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک ﷺ سے پوچھا گیا کہ جس عورت کے دو شوہر ہوں اور وہ عورت انتقال کر جائے۔ اور وہ دونوں (شوہر) بھی انتقال کر جائیں۔ اور سب جنت میں داخل ہو جائیں تو وہ عورت کس شوہر کو ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے اخلاق اچھے ہوں گے۔ وہ اس کے پاس رہے گی۔ اے اُمِ حبیبہ حسن اخلاق والے دنیا اور آخرت کی بھلائی لے گئے۔

(ترغیب ج ۳ ص ۴۱۰، مجمع ج ۸ ص ۲۴، اتحاف ص ۳۲۳)

فائدہ: کس قدر افضلیت کی بات ہے۔ حسن اخلاق کی وجہ سے دنیا اور آخرت دونوں میں فائق رہیں گے۔ اور بیوی کے بھی حقدار ہوں گے۔

برکت حسن اخلاق میں ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عین برکت حسن اخلاق میں ہے۔ (مکارم خرائطی ج ۱ ص ۵۵)

حسن اخلاق سے آخرت کا بلند وبالا مرتبہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا بندہ حسن اخلاق کی وجہ سے آخرت کے بلند درجہ کو اور معزز مقام کو پالیتا ہے۔ حالانکہ وہ عبادت میں کمزور ہوتا ہے۔ اور بد خلقی کی وجہ سے جہنم کے نچلے طبقہ میں پہنچ جاتا ہے۔

(ترغیب ج ۳ ص ۴۰۲)

فائدہ: کس قدر فضیلت کا باعث ہے حسن اخلاق۔ معروف اور مشغول زندگی والوں کے لئے جن کو عبادت وتلاوت کا موقعہ نہیں وہ معاملات میں ملنے جلنے میں حسن اخلاق کے برتاؤ سے جنت کے بلند وبالا مرتبہ کو حاصل کر سکتے ہیں۔ کس قدر سہل اور آسان نسخہ ہے۔

حسن اخلاق سے بہتر کوئی شرف نہیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ تدبیر سے بہتر کوئی سمجھداری نہیں۔ انبساط سے بڑھ کر کوئی تقویٰ نہیں۔ حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں۔ (ابن ماجہ ص ۳۱۱)

اسلام بلند اخلاق کا نام ہے

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنی سلمہ کے ایک آدمی نے حضور پاک ﷺ سے اسلام کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حسن اخلاق ہے۔ وہ یہی سوال کرتے رہے آپ ﷺ یہی جواب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے پانچ مرتبہ پوچھا اور آپ ﷺ نے یہی جواب دیا کہ وہ حسن اخلاق ہے۔

(بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۲۴۲)

جنّت میں اکثر داخلہ تقویٰ اور حسن اخلاق کی وجہ سے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا۔ جنّت میں اکثر داخلہ کن اعمال کی وجہ سے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تقویٰ اور حسن اخلاق کی وجہ سے۔ پھر پوچھا گیا زیادہ تر جہنّم میں کس وجہ سے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا۔ زبان اور شرمگاہ کی وجہ سے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱، بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۲۳۹، فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۵۹)

فائدہ: غور کیا جائے تو تقویٰ اور حسن اخلاق سے بیشتر لوگ محروم ہیں۔ اسی طرح زبان کے مسئلے میں اکثر لوگ غیر محتاط ہیں۔ تقویٰ اور حسن اخلاق یہ دو ایسے اعمال ہیں جو جنّت کو لازم کرنے والے ہیں۔ افسوس آج ہم انہیں سے محروم ہیں۔

عمدہ اخلاق خدا کو محبوب

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو اچھے بلند عادات پسند ہیں۔ اور برے اخلاق ناپسند ہیں۔ (مکارم خرائطی ص ۵)

اور حاکم میں یہ اس طرح ہے اللہ تعالیٰ کریم ہے۔ کرم اور شرافت کے امور کو پسند کرتا ہے اور اچھے اخلاق کو پسند اور برے اخلاق کو ناپسند کرتا ہے۔ (جامع صغیر ج ۱ ص ۱۱)

فائدہ: خدائے تعالیٰ صفات حسنہ اور اوصاف جمیلہ کا مالک ہے۔ اس لئے اچھے عمدہ اوصاف کو پسند فرماتا ہے۔ اور خدا کا پسند کردہ بھلا اس کا کیا کہنا۔ عمدہ اخلاق والا سعید اور اہل جنت میں سے ہے۔

حسن اخلاق سے بہتر کوئی شئے نہیں

حضرت اسامہ بن شریک فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو سب سے زیادہ بہتر کیا دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں کو حسن اخلاق سے بہتر کسی چیز

سے نہیں نوازا گیا۔ یعنی خدا کی عطا کردہ اشیاء میں سب سے بہتر حسن اخلاق ہے۔
(حاکم ج ۱ ص ۱۲۱، ابن ماجہ ص ۲۳۵)

قبیلہ مزینہ کے ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا مسلمان کو سب سے افضل ترین کس شئے سے نوازا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا حسن اخلاق سے۔
(ترغیب ج ۳ ص ۴۱۱)

ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول مسلمانوں کو سب سے زیادہ بہترین کیا چیز دی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا اخلاق حسنہ۔ پھر پوچھا بدترین چیز کیا دی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا قلب تو سیاہ ہو کہ صورت اچھی ہو۔ اپنے کو دیکھے تو خوش ہو جائے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۲۳۵)

حسن اخلاق گناہوں کو پگھلا دیتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حسن اخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح سورج پالے کو پگھلا دیتا ہے۔
(ترغیب ج ۳ ص ۴۱۱، اتحاف ج ۷، ص ۳۲۳، مکارم ص ۳۱۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حسن اخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح سورج اولے کو پگھلا دیتا ہے۔
(بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۲۴)

اہل فقر مالداروں پر کس طرح سبقت حاصل کریں؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم مالداروں پر سبقت حاصل نہ کر سکو تو تم کشادہ روئی اور حسن اخلاق سے سبقت حاصل کر سکتے ہو۔
(مجمع ج ۸ ص ۲۲، اتحاف ج ۷ ص ۳۲۰، مکارم طبرانی ص ۳۱۸، فتح ص ۴۵۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مالدار جب خدا کی راہ میں مال خرچ کر کے ثواب حاصل کرنے لگیں اور تمہارے پاس اس کی گنجائش نہ ہو تو تم لوگوں کے ساتھ کشادہ روئی اور حسن اخلاق سے پیش آؤ تو ان سے مرتبہ میں بڑھ جاؤ گے۔

میزان اعمال میں سب سے زیادہ وزنی کون؟

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ سب سے زیادہ ترازو میں جو وزنی ہوگا۔ وہ حسن اخلاق ہوگا۔

(بیہقی ص ۲۳۸، ترمذی ج ۲ ص ۲۱، فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۵۸، اتحاف ج ۷ ص ۳۲۰)

کون کامیاب ہوگا؟

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کامیاب فائز المرام ہوگیا۔ جس نے قلب کو ایمان کے لئے خالص کر لیا قلب کو گناہوں سے محفوظ کر لیا زبان کو سچا کر دیا نفس کو مطمئن کر لیا اور اپنے کو اخلاق کے اعتبار سے بہتر بنالیا۔

(ترغیب ج ۳ ص ۴۰۵)

فائدہ: بڑی جامع حدیث ہے نفس کو مطمئن کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کا عادی بنالیا۔ چونکہ نفس مطمئنہ عبادت ہی سے اطمینان حاصل کرتی ہے اور اپنی طبیعت کو اچھے اخلاق کا خوگر بنالیا۔

دین حسن اخلاق کا نام ہے

ابو العلاء بن شخیر سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا۔ جس نے آکر آپ ﷺ سے یہ سوال کیا۔ دین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”حسن اخلاق“ پھر اس نے دائیں رخ سے آکر سوال کیا۔ دین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”حسن

اخلاق“۔ اس نے پھر بائیں جانب سے آکر سوال کیا دین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”حسن اخلاق“ پھر اس نے پیچھے سے آکر سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم سمجھتے نہیں ہو کیا (یعنی میں نے کئی مرتبہ بتایا کہ دین ”حسن اخلاق“ ہے۔ پھر پوچھتے ہو) اور آپ ﷺ غصہ نہیں ہوئے تھے۔ یعنی غصہ سے آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا۔

(ترغیب ج ۳ ص ۴۰۵، اتحاف السادۃ ج ۷ ص ۳۱۸)

فائدہ: دیکھئے ہر مرتبہ آپ نے سوال پر فرمایا کہ دین حسن اخلاق ہے اس سے معلوم ہوا کہ دین یہی ہے۔

حسن اخلاق زیادتی خیر کا باعث

حضرت عمر بن عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے معلوم کیا۔ افضل الایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”حسن اخلاق“۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۶۶)

حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حسن اخلاق خیر کا باعث ہے اور بد خلقی بری شئے ہے۔ بھلائی عمر میں زیادتی کرتی ہے۔ صدقہ بری موت سے بچاتا ہے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۴۱۲)

فائدہ: اس حدیث میں مخصوص اعمال کے مخصوص نتائج کا بیان ہے۔ جس طرح ہر شئے کی ایک خاصیت ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض اعمال کی بھی خاصیت ہوتی ہے۔ چنانچہ حسن اخلاق سے خیر کا اضافہ ہوتا ہے۔ اور صدقہ سے بری موت سے حفاظت ہوتی ہے۔

حسن اخلاق ایمان ہے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم میں افضل وہ ہے

جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔ اور حسن خلق ایمان ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ صـ ۲۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حسن خلق ایمان کے بلند ترین اعمال میں سے ہے۔ اور حسن خلق ایک ایسا معیاری عمل صالح ہے جسے ایمان کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔

آدمی کا حسب اس کا خلق ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کا کرم اس کے دین میں ہے۔ اس کا حسب (شرافت) اس کے اخلاق میں ہے۔

(بیہقی فی الشعب ج ۶ صـ ۲۴۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حسب جس پر آدمی فخر کرتا ہے اصل میں حسن اخلاق ہے۔ اس پر آدمی فخر کرے تو زیبا ہے۔ حسن اخلاق جیسی کوئی شرافت نہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ابوذر! تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں۔ احتیاط جیسی کوئی پرہیزگاری نہیں۔ حسن خلق جیسی کوئی شرافت نہیں۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ صـ ۲۳۶)

فائدہ: بڑی جامع حدیث ہے۔ تدبیر ہی سے زندگی خوش عیش ہوتی ہے۔ ہر مشتبہ نامناسب سے بچ جانا ہی پرہیزگاری ہے۔ اچھے عادات کی وجہ سے لوگوں میں شریف مانا جاتا ہے، برے اخلاق والے تو کمینہ سے موصوف کئے جاتے ہیں۔

جنت میں داخلہ بھی نہیں

حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق، بلند اخلاق کو پسند کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ بلا حسن خلق کوئی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ صـ ۲۴۲)

فائدہ: اس حدیث پاک میں اخلاق کی کیسی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ کہ اس کے بغیر جنت میں داخلہ بھی نہیں۔

بہتر کون ہے؟

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے جو بہتر ہے اس کی خبر نہ دیدوں؟ لوگوں نے فرمایا۔ ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو تم میں سے اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہو۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام کے اعتبار سے بہتر وہ ہے جو اخلاق وعادات میں سب سے بہتر ہو۔

(مسند احمد ج ۵ صـ ۸۹، فتح الباری ج ۱۰ صـ ۴۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں نہ بتادوں تم میں سب سے بہتر کون ہے؟ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو۔ (مکارم خرائطی ج ۱ صـ ۳۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں بہتر وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو۔ (بخاری ج ۲ صـ ۸۶۱)

ایمان کامل والے کون؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں ایمان کے اعتبار سے کامل وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے عمدہ ہو۔

(بیہقی فی الشعب ج ۶ صـ ۲۳۰، دارمی، مسند احمد ج ۲ صـ ۲۵۰، ترمذی ج ۲ صـ ۸۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایمان کے کامل ہونے کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ آدمی کے اخلاق اچھے ہوں۔ اور اپنے گھر والوں میں مہربان

و شفیق ہو۔ (جامع صغیر ص ۳، ۷، صہ ۲۲، حاکم)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا ایمان میں کامل کون ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔

(ترغیب ج ۳ صہ ۴۰۹)

قیامت کے دن آپ ﷺ سے قریب کون؟

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ ہوگا جو اخلاق کے اعتبار سے عمدہ ہوگا۔ (فتح الباری ج ۱۰ صہ ۴۵۸، ترمذی ج ۲ صہ ۲۲)

ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن مجلس میں قریب وہ شخص ہوگا جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوگا۔ (مجمع ج ۸ صہ ۲۱، بیہقی ج ۶ صہ ۲۳۴)

مؤمنین میں افضل کون؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان والوں میں افضل وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہو۔ (ابن ماجہ)

محبوب خدا کون ہوگا؟

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے نبی پاک ﷺ سے معلوم کیا کہ بندوں میں اللہ کے نزدیک محبوب ترین بندہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو اخلاق کے اعتبار سے عمدہ ہو۔ (ترغیب ج ۳ صہ ۴۰۸)

فائدہ: چونکہ اللہ پاک کو اپنے بندوں سے محبت ہے۔ لہٰذا جو بندگانِ خدا سے

اخلاق و محبت کا برتاؤ کرے گا۔ محبوب خدا ہوگا۔

محبوب رسول ﷺ کون؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سب سے زیادہ مجھے وہ محبوب ہے۔ جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو۔

(اتحاف السادۃ ج ۷ صہ ۳۲۲، فتح الباری ج ۱۰ صہ ۴۵۸)

فائدہ: ظاہر ہے جس چیز سے خدا کو بھی محبت ہے اس سے رسول خدا کو محبت ہوگی۔ اور رسول خدا کی مقبولیت دارین میں مقبولیت کی علامت ہے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو حسن اخلاق کی تاکید

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم صورت کے اعتبار سے اچھے ہو۔ اخلاق کے اعتبار سے بھی اچھے ہو جاؤ۔

(اتحاف السادۃ ج ۷ صہ ۳۲۱، الکارم خرائطی)

فائدہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ، بہت خوبصورت جوان تھے ان کو اس اُمت کا یوسف کہا گیا۔ آپ ﷺ نے ان کو فرمایا۔ جب تم کو خدا نے ظاہری حسن سے نوازا ہے تو تم اخلاق کے اعتبار سے بھی اچھے ہو جاؤ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حسن اخلاق کی نصیحت

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے سفر کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ کی خدمت میں آکر کچھ نصیحت چاہی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اس کا شریک نہ بناؤ۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول کچھ اور نصیحت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ دین پر مضبوطی سے جمے رہو،

عمدہ اخلاق اختیار کرو۔ (مستدرک حاکم ج ا ص ۵۴)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ (آپ ﷺ نے ان کو یہ نصیحت فرمائی) جب لوگ تمہارے ساتھ بُرا برتاؤ کریں تو تم اچھا برتاؤ کرو۔ انہوں نے کہا اور نصیحت فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا دین پر مستحکم رہو اور اچھے اخلاق اختیار کرو۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۴)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے آخری نصیحت جو مجھے حضور پاک ﷺ نے فرمائی جب کہ میرا پیر سواری کے رکاب پر آچکا تھا۔ کہ اے معاذ لوگوں کے لئے اپنے اخلاق کو اچھا رکھنا۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۲۴۶)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ان کو ایک قوم کی جانب بھیجا تو انہوں نے آپ ﷺ سے نصیحت کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ سلام کو رائج کرنا۔ لوگوں کو کھانا کھلانا۔ خدا سے اس طرح حیا کرنا جس طرح اپنے لوگوں سے حیا کرتے ہو۔ جو برائی کرے اس کے ساتھ اچھائی کرو۔ اور اپنے اخلاق کو عمدہ رکھو جس قدر بھی ممکن ہو سکے۔ (مجمع ج ۸ ص ۲۳)

فائدہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے یمن کا قاضی بنایا تھا۔ شاید کہ سفر یمن کی جانب روانہ ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے وصیت چاہی۔ آپ ﷺ نے دو مہتم بالشان کی نصیحت فرمائی ایک دین پر مضبوطی سے جمنا۔ بسا اوقات دنیا سے متاثر ہو کر آدمی دین میں تغافل برتنے لگتا ہے۔ دوسری بات حسن اخلاق کی آپ ﷺ نے تاکید فرمائی۔ عہدہ والے کو اس کی خاص ضرورت ہوتی ہے۔ وقار اور عہدہ کی وجہ سے عموماً لوگ حسن اخلاق سے غافل ہوجاتے ہیں۔ مزید سفر کے موقع پر حسن اخلاق کی خصوصیت سے ضرورت پڑتی ہے۔ لوگ مربوط رہتے ہیں۔ لوگوں کی اعانت حاصل ہوتی ہے۔ جس سے سفری پریشانیوں میں سہولت ہوتی ہے۔

ابو نعیم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے

ان سے فرمایا۔ اے معاذ رضی اللہ عنہ جاؤ۔ سواری لے کر آؤ۔ میں تمہیں یمن بھیجوں گا۔

چنانچہ وہ گئے اور سواری لے کر آئے۔ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوگئے۔ کہ آپ ﷺ مجھے اجازت دیں۔ (حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور میرے ساتھ چلے۔ اور (نصیحت فرماتے ہوئے) مجھ سے فرمایا اے معاذ۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں۔

خدا سے تقویٰ کی۔ بات میں سچائی کی۔ وفائے عہد کی۔ ادائے امانت کی۔ ترک خیانت کی۔ شفقت یتیم کی۔ پڑوسی کے رعایت کی۔ غصہ پی جانے کی تواضع کی۔ سلام خوب کرنے کی۔ نرمی کلام کی۔ لزوم ایمان کی۔ تفقہ قرآن کی (قرآن پاک سمجھنے کی محض تلاوت پر اکتفا کی نہیں) محبت آخرت کی۔ خوف حساب کی۔ (قیامت کے دن کے حساب کی) امید کم رکھنے کی۔ حسن عمل کی۔ اور اس بات سے منع کرتا ہوں کہ کسی مسلمان کو برا کہو۔ یا سچ کو جھوٹا کہو۔ یا جھوٹ کو سچ کہو۔ یا کسی صاحب عدل امام و حاکم کی مخالفت کرو۔

اے معاذ ہر درخت و پتھر پر گزرتے ہوئے اللہ کا ذکر کرو۔ ہر گناہ پر توبہ کرو۔ مخفی پر مخفی توبہ۔ علانیہ پر علانیہ توبہ۔ (اتحاف السادۃ ج ۷ ص ۹۵)

فائدہ: کتنی جامع نصیحت ہے۔

لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق کا حکم

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ مکارم اخلاق کا حکم دیتے تھے۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۹۸)

انسان کی سعادت کس میں ہے؟

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا انسان ہی کی

سعادت عمدہ اخلاق میں ہے۔ (اتحاف ج ۷ صہ ۳۲۳، الکارم الخرائطی ج ۱ صہ ۵۴)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے جو میزان میں تولا جائے گا وہ حسن اخلاق اور سخاوت ہوگی۔ (اتحاف صہ ۳۱۹)

فائدہ: اعمال میں بلند پایہ اور معیاری ہونے کی وجہ سے اولاً اسے وزن کیا جائے گا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عبادات میں۔ معاملات میں حسن خلق۔ حدود میں خون کا حساب ہوگا۔

جن کے ساتھ خدا بھلائی کا ارادہ کرتا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خداوند قدوس نے فرمایا میں نے بندے کو اپنے علم سے پیدا کیا۔ پس جس کے ساتھ میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہوں۔ اسے حسن اخلاق سے نوازتا ہوں۔ اور جس کے بارے میں برائی چاہتا ہوں۔ اسے برے اخلاق سے نوازتا ہوں۔

(مجمع ج ۸ صہ ۲۰، اتحاف ج ۷ صہ ۳۲۰، مکارم طبرانی صہ ۳۱۴)

عمدہ اخلاق سے شب گزار صائم النہار کا درجہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا مؤمن اخلاق میں اچھے ہونے کی وجہ سے دن کو روزہ اور رات کو نماز پڑھنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

(ترغیب ج ۳ صہ ۴۰۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی حسن اخلاق اور حسن برتاؤ کی وجہ سے اس مرتبہ اور درجہ کو پہنچ جاتا ہے جو دن کو روزہ رکھنے اور رات کو عبادت کرنے والا پاتا ہے۔ (مکارم اخلاق صہ ۳۱۳، اتحاف صہ ۳۲۳، فتح ج ۷ صہ ۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آدمی حسن اخلاق کی وجہ سے

راتوں کو جاگ کر اور شدید دوپہر کی گرمی کی شدت پیاس برداشت کر کے روزہ رکھنے کے ثواب کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ صہ ۲۳۳، مکارم صہ ۳۱۲)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میزان میں حسن خلق سے زیادہ وزنی کوئی شے نہیں۔ اور یہ کہ حسن اخلاق کی وجہ سے عبادت گزار اور روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔ (ترمذی ج ۲ صہ ۲۱، مجمع ج ۸ صہ ۲۲)

عمدہ اخلاق خدا کی بخشش

حضرت ابوالمنہال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا۔ جو گائے، بکری، اونٹنی کا ریوڑ رکھتا تھا۔ آپ ﷺ اس کے مہمان ہوئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی مہمانی نہیں کی۔ پھر آپ ﷺ کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جس کے پاس کچھ چھوٹی بکریاں تھیں۔ اس نے آپ ﷺ کی مہمانی کی، بکری کو ذبح کیا (اور کھلایا) آپ نے فرمایا تم نے دیکھا ہمارا گزر گائے اونٹ بکری کے ریوڑ والے پر ہوا۔ ہم ان کے مہمان ہوئے پھر بھی اس نے ہماری مہمانی نہیں کی اور اس عورت پر سے گزرے جس کے پاس چند چھوٹی بکریاں تھیں اس نے اسے ایک کو ذبح کیا اور ہماری میزبانی کی۔ یہ اچھے اخلاق اللہ کے قبضے میں ہیں جسے چاہتا ہے اسے نوازتا ہے۔

ابن طاؤس اپنے والد سے نقل کرتے ہیں یہ عمدہ اخلاق اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے۔ اپنے بندے میں سے جسے چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے۔

ابن فدیک نے بعض مشائخ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ یہ حسن اخلاق خدا کے خزانے ہیں۔ جب کسی بندے سے خدا محبت کرتا ہے۔ تو اسے اپنے خزانے سے عمدہ اخلاق سے نوازتا ہے۔ (اتحاف، مکارم ابن ابی الدنیا صہ ۳۸، ۳۹)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ پاک جس

کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں۔ اسے حسن اخلاق سے نوازتے ہیں۔

(طبرانی، اتحاف السادۃ صہ ۳۲۰)

اخلاق حسنہ کے حامل کون؟

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے میرے بیٹے یہ بلند اخلاق کریمانہ۔ آسان اور سہل ہوتے تو یہ دنیادار کمینہ لوگ اس میں آگے بڑھ جاتے۔

فائدہ: چونکہ یہ نفس کی رعایت کے ساتھ کام کرتے ہیں اور اخلاق عالیہ نفس پر گراں ہوتے ہیں۔ کہ یہ سخت اور مشقت آمیز ہیں۔ ان پر صبر کرنے والا اور ان کا حامل وہی ہو سکتا ہے۔ جو ان کے فضل و ثواب کو جانتا ہو۔ اور انہیں حاصل کرنا چاہتا ہو۔ اور مخالفت نفس پر قادر ہو۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ یہ بلند پایہ اخلاق مثلاً توڑنے والوں سے جوڑ رکھنا۔ گالیوں۔ مخالفتوں اور اذیتوں کو برداشت کرنا۔ نفس کے خلاف مجاہدانہ امور ہیں۔ ہر ایک انسان یہی چاہتا ہے۔ طبیعت انسانی یہ کہتی ہے کہ جب وہ توڑ اور نفرت کرتا ہے تو ہم کیوں محبت اور میل کے لئے مریں۔ کیا ہم ذلیل اور بیوقوف ہیں۔ ہم کیوں ظلم و دشنام برداشت کریں کیا ہم ضعیف کمزور اور مجبور ہیں۔ کیا ہمارے ہاتھ پیر نہیں۔ ہمارے پاس طاقت نہیں۔

اسی طرح جو ہمیں نہیں دیتا، نہیں پوچھتا ہم کیوں پوچھیں اور دیں۔ کیا ہم ان کے غلام اور نوکر ہیں۔ ظاہر ہے آج ہمارا ماحول اور مزاج ایسا ہی ہے۔ خصوصاً عورتوں کی دنیا میں۔

لہٰذا جو شخص نفس اور اس کے تقاضے کے خلاف ان اخلاق کو اختیار کرے گا۔ جنت کے عظیم درجات اور محلات کا مالک ہوگا۔ خدائے پاک ہم سب کو اخلاق حسنہ

سے نوازے۔ آمین۔

جن میں یہ چار چیزیں موجود ہوں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جس شخص میں یہ چار خصلتیں موجود ہوں۔ اگر دنیا اس سے فوت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کہ (دنیا سے بہتر اسے حاصل ہے) ① بات کی سچائی ② امانت کی حفاظت ③ حسن اخلاق اور ④ پاکیزہ لقمہ۔ (حاکم ج ۴ صہ ۳۱۴ خرائطی فی المکارم ج ۱ صہ ۳۴)

جن میں یہ تین چیزیں نہ ہوں

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس میں یہ تین اوصاف نہ ہوں وہ اپنے کسی عمل پر اچھے کام کا گمان نہ کرے۔ ① ایسا خوف خدا جو اسے خدا کی منع کردہ چیزوں سے روک نہ سکے۔ ② وہ بردباری جو اسے بے راہ روی سے نہ روک سکے۔ (کہ غصے سے آدمی بے راہ روی اختیار کر لیتا ہے) ③ عمدہ اخلاق نہ ہو کہ لوگوں کے ساتھ زندگی گزار سکے۔ (مکارم طبرانی صہ ۳۲۲)

دین میں دو چیزیں مطلوب ہیں

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مبارک نقل کیا ہے یہ دین وہ ہے جسے میں نے اپنے لئے منتخب کیا اور پسند کیا ہے۔ اور یہ دین سخاوت اور حسن اخلاق کے علاوہ کسی کی گنجائش نہیں رکھتا۔ (ترغیب ج ۳ صہ ۴۰۶)

فائدہ: ① سخاوت۔ ② حسن اخلاق۔ اس سے معلوم ہوا کہ اچھی عادت۔ اچھے احوال و برتاؤ کی خدائے پاک کے نزدیک کس درجہ قدر ہے۔ بڑے سعید ہیں وہ لوگ

جو اس میدان میں سبقت کر گئے۔

حسن خلق جنّت کا باعث خواہ کفار کے ساتھ ہی

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم ؑ کو یہ وحی بھیجی کہ اے میرے دوست حسن اخلاق کا برتاؤ کرو۔ خواہ کافروں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ جنت میں ابرار کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ اور میرا یہ فیصل شدہ کلمہ ہے۔ جو حسن اخلاق کا حامل ہو گا اسے اپنے عرش کے سایہ میں رکھوں گا۔ اور میں اسے ظہیرہ قدس سے سیراب کروں گا۔ اور اسے بالکل اپنے قریب جگہ دوں گا۔ (ترغیب ۷، ۴۰، مجمع ۲۰)

فائدہ: اس حدیث پاک سے حسن اخلاق کی بڑی فضیلت و اہمیت معلوم ہو رہی ہے۔ اللہ پاک کے نزدیک اس کی اتنی وقعت ہے اور اس قدر محبوب ہے کہ دشمنان اسلام کفار کے ساتھ بھی اسے اختیار کیا جائے تو قرب عرش کی سکونت اور ابرار کے ساتھ داخلہ ہوگا۔ عرش کا قرب ہی کافی تھا مگر ظہیرہ قدس جو نہایت ہی بلند مقرب ہستیوں، ملائکہ کا مقام ہوگا۔ اس کے متبرک پانی سے سیراب کیا جائے گا۔ کس قدر انتہائی تقرب کا باعث ہوگا۔ اس سے زیادہ اور کیا اس باب میں فضیلت و منقبت پر حدیث ہوگی۔ خیال رہے کہ حسن اخلاق کے حامل اللہ کے برگزیدہ بندے ہی ہوتے ہیں۔ عموماً جو لوگ دنیا میں کسی بڑے وقار و عزت کے عہدہ پر یا انتظامی امور میں فائز ہوتے ہیں۔ ان سے وسعت اخلاق اور حسن اخلاق کا برتاؤ بہت ہی کم ہوتا ہے۔ وہ اپنے وقار، جاہ اور حکمرانی کی وجہ سے اس وصف عظیم کو اپنے ماتحتوں پر باقی نہیں رکھ پاتے۔

ان فضائل اور منقبت کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ ہر مؤمن کو چاہئے کہ اپنے تمام معاملات اور برتاؤ میں حسن اخلاق کے وصف عظیم کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ غصہ اور

ناراضگی کے موقع پر اس کا دھیان رکھے۔ مخالفین اور کمزوروں کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ حسن اخلاق کی رعایت رکھے کہ بسا اوقات انہیں جیسے لوگوں پر غم و غصہ کے ذریعہ سے بداخلاقی پر اتر جاتا ہے۔ خدائے پاک ہم سب کو اخلاق حسنہ پر ہمیشہ قائم رکھے۔ خاص کر ماتحتوں، کمزوروں، غریبوں کے ساتھ حسن برتاؤ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حسن اخلاق کے متعلّق آثار

حضرت عمر فاروق ﷛ کا فرمان ہے کہ لوگوں کا مرتبہ اخلاق کے اعتبار سے ہے۔

یحیٰی بن معاذ رازیؒ کا قول ہے۔ اخلاق کی وسعت رزق کا خزانہ ہے۔ یعنی اسکے ذریعہ سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہ چار اخلاق حسنہ اور عادات فاضلہ بندے کو بالا مرتبہ اور درجات پر پہنچا دیتے ہیں۔ خواہ وہ علم اور عمل کے اعتبار سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ ① حلم بردباری، ② تواضع وانکساری، ③ سخاوت، ④ حسن اخلاق۔ انہیں امور سے ایمان میں کمال پیدا ہوتا ہے۔ (اتحاف ج ۷، ص ۳۲۵)

کہا گیا ہے کہ ہر شئے کی اساس اور بنیاد ہوتی ہے۔ ایمان کی اساس و بنیاد اخلاق فاضلہ ہیں۔

ابو العباس ابن احمدؒ کہتے ہیں کہ جس نے بھی بلند مرتبہ پایا ہے حسن اخلاق ہی کی وجہ سے پایا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ توفیق بہترین قائد ہے۔ اور حسن اخلاق بہترین ساتھی ہے۔ (اتحاف السادۃ ج ۷، ص ۳۲۵)

ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تصوف حسن اخلاق کا نام ہے۔ جس کے اخلاق فاضلہ زائد ہوں گے اس کا تصوف زائد ہوگا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً منقول ہے کہ جس شخص میں ان تین

چیزوں میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو تو کتا اس سے بہتر ہے۔ ① ایسا تقویٰ جو اسے خدا کے حرام کردہ امور سے بچائے۔ ② وہ بردباری جس کی وجہ سے جاہل کی جہالت سے محفوظ رہے۔ ③ وہ حسن خلق جس کے ساتھ وہ لوگوں سے مل جل کر رہے۔

(اتحاف السادۃ ج ۷ ص ۳۲۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اچھے اخلاق رحمت خداوندی کے لگام ہیں اور یہ لگام خداوند قدوس کے دست مبارک میں ہیں۔ جسے خدا خیر کی طرف کھینچتا ہے اور خیر اسے جنت کی طرف کھینچتی ہے۔ (اتحاف السادۃ ج ۷ ص ۳۲۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حسن اخلاق تین امور ہیں: ① ممنوع امور کے ارتکاب سے گریز کرنا۔ ② مبدل امور میں مشغول ہونا۔ ③ اہل وعیال پر توسع اختیار کرنا۔

حضرت امیر المؤمنین عبد اللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حسن اخلاق یہ ہے کہ تم لوگوں سے کشادہ روئی سے ملو۔ اچھے اخلاق کا برتاؤ کرو۔ اور تکلیف دہ امور سے ان کو بچاؤ۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح حسن اخلاق کی تفسیر منقول ہے۔

ابو سعید القرشی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حسن اخلاق یہ امور ہیں۔ بخشش، کرم، درگزر کرنا، احسان کرنا۔ (اتحاف السادۃ ج ۷ ص ۳۲۶)

حسن اخلاق کی بنیاد دس امور ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مکارم اخلاق "بلند اخلاق" دس ہیں۔

① بات میں سچا ہونا۔ ② خدا کی اطاعت میں سچا خوف۔ ③ سائل کو بخشش۔ ④

احسان کا بدلہ۔ ⑤ صلہ رحمی کرنا۔ ⑥ امانت ادا کرنا۔ ⑦ اپنے پڑوسی کے لئے یا ⑧ اپنے رفیق کے لئے برائی برداشت کرنا، ⑨ مہمان کا اکرام۔ ⑩ اور ان کی اصل حیا ہے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا ص ۲۱، بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۱۳۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکارم اخلاق یہ ہیں۔ اللہ کے لئے ایک دوسرے کی ملاقات، آنے والے کا اکرام اس سے جو اس کو میسر ہو کچھ نہ پائے تو پانی کا گھونٹ سہی۔ (کنز العمال ج ۸ ص ۳۹)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اچھے اخلاق کیا ہیں؟ تو انہوں نے کہا کشادہ روئی اور "لوگوں پر خرچ" کرنا اور لوگوں کو تکلیف واذیت دینے سے بچانا۔

(اتحاف السادۃ ج ۷ ص ۳۲۶)

اچھے اخلاق کے حصول کی دعا

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا فرماتے:

﴿اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ﴾

"اے اللہ آپ نے مجھے عمدہ پیدا کیا پس میرے اخلاق کو بھی عمدہ بنا دیجئے۔"

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اکثر یہ دعا فرماتے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعَافِيَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ﴾

"اے اللہ میں آپ سے صحت، وعافیت اور حسن خلق کا سوال کرتا ہوں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا شروع نماز (نفل ہی) میں پڑھتے:

﴿اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَآ اِلَّآ اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّیْ سَيِّئَهَآ اِلَّآ اَنْتَ﴾

"اے اللہ مجھے حسن اخلاق کی رہنمائی فرما) سوائے تیرے حسن اخلاق کی کوئی رہنمائی نہیں کرسکتا۔ اور برے اخلاق کو مجھ سے دور فرما۔ سوائے تیرے مجھ سے کوئی برے اخلاق دور نہیں کرسکتا۔"

(اتحاف ج ۷ ص ۳۲۳، مسلم)

بدخلقی کی مذمت..... احادیث پاک میں

بدخلقی ایمان کو فاسد کردیتی ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بدخلقی ایمان کو اس طرح فاسد کردیتی ہے جس طرح ایلوا کھانے کو فاسد کردیتا ہے۔

(بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۲۴۷)

کسی کے ساتھ برائی کا ارادہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اخلاق خدا کی نوازشوں میں سے ہیں۔ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اسے اچھے اخلاق سے نوازتا ہے۔ اور جس کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اسے بدخلقی سے نوازتا ہے۔

(ترغیب ج ۳ ص ۴۱۱)

بدبختی بدخلقی میں ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا انسان کی بدبختی اس کے برے اخلاق میں ہے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۲۳۹)

فائدہ: اس لئے کہ ایسا آدمی دین دنیا کی بھلائی سے محروم رہتا ہے۔

بدخلقی سے پناہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا کرتے تھے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ﴾

(ابوداؤد، ترغیب ص۳۱۳)

فائدہ: جس چیز سے آپ ﷺ نے پناہ مانگی وہ یقیناً کتنی بری چیز ہوگی ظاہر ہے۔

مبغوض اور قیامت کے دن آپ ﷺ سے دور کون ہوگا؟

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سب سے زیادہ مبغوض اور مجلس کے اعتبار سے قیامت میں سب سے زیادہ دور وہ ہوگا جو اخلاق کے اعتبار سے بُرا ہوگا۔ (مجمع ص۲۱، بیہقی فی الشعب ج۶ ص۲۳۴)

فائدہ: چونکہ خدائے پاک کو ایسا شخص پسند نہ ہوگا۔ لہٰذا خدا کی رحمت سے یہ دور ہوگا۔

مؤمن بد خلق نہیں ہوسکتا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ دو خصلتیں مؤمنین میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ ① بد خلقی اور ② بخل۔ (بیہقی فی الشعب ج۶ ص۲۴۳)

فائدہ: ظاہر ہے کہ مؤمن تو اچھے اوصاف کا حامل ہوتا ہے۔ اخلاق ذمیمہ سے پاک ہوتا ہے۔

بد خلقی منحوس شئے ہے

والد رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بد خلقی منحوس شئے ہے۔ اچھے اخلاق باعث برکت ہیں۔ اور صدقہ بری موت کو دفع کرتا ہے۔

(بیہقی فی الشعب ج۶ ص۲۴۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا نحوست (بے برکتی کا باعث) کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بد خلقی ہے۔

فائدہ: چونکہ وہ لوگوں کی بد دعائیں لیتا ہے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ نے انسانوں میں سب سے بدتر قرار دیا ہے۔ (اتحاف السادۃ ج۷ ص۳۱۹)

بد اخلاق کے لئے توبہ بھی نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہر گناہ کے لئے توبہ ہے۔ مگر بد اخلاق کے لئے توبہ نہیں۔ (ج۳ ص۳۱۳)

فائدہ: آپ نے زجراً و توبیخاً فرمایا۔ ورنہ تو ہر کبیرہ کے لئے توبہ ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اس سے مخلوق اور خدا کے بندے کو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے۔ جس کا تعلق حق العباد سے ہے۔ لہٰذا یہ توبہ سے معاف نہ ہوگا بلکہ بندے سے معافی مانگنی ہوگی۔

خدا کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟

حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بد خلقی سے زائد کوئی بڑا گناہ نہیں۔ چونکہ ایسا شخص ایک گناہ سے نکلتا ہے تو دوسرے گناہ میں داخل ہوجاتا ہے۔ (ترغیب ص۳۱۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس کی بری عادت سے لوگوں کو اذیت اور تکلیف پہنچتی رہتی ہے۔ اور اللہ پاک کے نزدیک بندوں کی تکلیف بڑے گناہ کی بات ہے۔ اور یہ اگر کسی سے معافی مانگ کر معاملہ صاف بھی کر لیتا ہے تو اپنی عادت کی وجہ سے اسی کو یا دوسرے کو پھر تکلیف پہنچاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ایک گناہ سے نکل کر پھر دوسرے

میں داخل ہو جاتا ہے۔

بد خلقی کی وجہ سے جہنّم کے نچلے طبقہ میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بد خلقی کی وجہ سے آدمی جہنم کے نچلے طبقہ میں پہنچ جاتا ہے۔

فائدہ: اللہ کی پناہ بد اخلاقی کس درجہ بری چیز ہے۔ کہ اس کی وجہ سے آدمی جہنم کے نچلے طبقہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔

صائم النہار، عبادت گذار مگر پھر بھی جہنّمی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا کہ فلاں عورت دن کو روزہ رکھتی ہے۔ اور رات بھر عبادت کرتی ہے مگر اپنے پڑوسی کو تکلیف دیتی ہے۔ (ایک روایت میں ہے مگر بد خلق ہے پڑوسی کو تکلیف دیتی ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ اہل جہنم میں سے ہے)۔ (مسند احمد، حاکم، اتحاف صہ ۳۱۹)

فائدہ: یعنی بد خلقی اتنی بری چیز ہے کہ ساری رات عبادت گذاری اور روزہ کی کثرت بھی اسے جہنّم سے نہیں بچا سکی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بد خلقی مخلوق کی اذیت اور تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ اور بندہ جو عیال خدا ہے اس کی اذیت اور تکلیف خدا کو گوارہ نہیں۔

جس میں حسن خلق نہیں وہ کتے سے بد تر

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ جس میں تین وصف میں سے ایک بھی نہ ہو تو وہ کتے سے بھی بد تر ہے۔ ① وہ تقویٰ اور خوف جو اسے خدا کے حرام کردہ امور سے روک دے۔ ② وہ حلم بردباری جو اسے جاہل کی شرارت سے

محفوظ رکھے۔ ③ وہ اخلاق فاضلہ جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے ساتھ مل کر زندگی گذار سکے۔ (بیہقی، اتحاف السادۃ ج ۷، صہ ۳۲۳)

فائدہ: واقعۃً جس میں اخلاق نہیں اس کی زندگی جانور سے بھی بد تر ہے کہ انسان کو جو جانور سے امتیازی مقام درجہ ملا ہے وہ اسی اخلاق فاضلہ اور مکارم اخلاق کی وجہ سے ملا ہے۔ اسی وجہ سے ایسوں کو نیکیاں بھی فائدہ نہیں دیتی۔

یحییٰ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

یحییٰ بن معاذ رازیؒ کا قول ہے کہ بد خلقی کے ساتھ نیکیوں کی کثرت بھی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ اس کے بر مقابل حسن خلق ایسا ہے۔ کہ اس کے ساتھ گناہ کی کثرت نقصان نہیں دیتی (بلکہ عفو و مغفرت کے اسباب پائے جاتے ہیں) جس کی وجہ سے گناہ کی تلافی ہوتی رہتی ہے۔ اور ادھر حسن اخلاق کی وجہ سے ثواب اور نیکی کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ نیز دوسروں کی دلی خوشی اور دعائیں پاتا رہتا ہے۔ (اتحاف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کے بلند پایہ پاکیزہ اخلاق

اخلاص

نیکی اور بھلائی اللہ کے واسطے کرنا

حکم الٰہی ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ (سورہ شوریٰ)

"جو آخرت کی کھیتی (ثواب) کا ارادہ کرتا ہے۔ ہم اس میں مزید اضافہ کر دیتے ہیں۔ اور جو محض دنیا (دنیا میں ہی بدلہ) کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اسے دنیا ہی میں دے دیتے ہیں۔ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہو گا۔"

متعدد آیات قرآنیہ میں خدائے پاک نے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ تمام اعمال وافعال میں اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی اور آخرت کا ثواب مد نظر رکھا کریں۔

کسی بھی عمل کا خواہ از قبیل عبادات ہو یا معاملات و احسانات میں سے ہو، اس کا بدلہ دنیا میں نہ چاہیں۔ اور نہ اس کی امید رکھیں۔ بلکہ اللہ کے واسطے کریں۔ اگر اس کا

بدلہ بلا طلب و خواہش کے مل جائے تو خدا کا شکر ادا کریں۔ شکایت اور حسرت افسوس زبان پر نہ لائیں۔ جس کا بدلہ انسان دنیا میں چاہتا ہے۔ آخرت میں اسے کوئی بدلہ اور ثواب نہیں ملتا۔ آخرت اور رضائے الٰہی کے بدلے دنیاوی جزا کی خواہش حماقت اور جہالت ہے۔ اسی وجہ سے اعمال و افعال میں اخلاص کو اساس اور راس کا درجہ حاصل ہے۔ جس طرح تعمیر بلا بنیاد کے اور جسم بلا سر کے بیکار و ضائع ہے اسی طرح عمل و فعل بلا اخلاص کے بیکار ہیں۔ آخرت میں اس کا کوئی اثر نہیں ظاہر ہو گا اور دنیا میں بھی ان کا معقول و موثر خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔ ہاں اللہ کے واسطے کیا جائے پھر دنیا میں خدائے پاک کی جانب سے فائدہ ہو جائے تو اس میں برکت ہوتی ہے۔

اخلاص اور اس کا مفہوم

اخلاص خالص کرنے کو کہتے ہیں شرکت غیر سے۔ جیسے دودھ خالص اسے کہتے ہیں جس میں پانی کی ملونی نہ ہو۔ (وصیۃ الاخلاص ص۱۳)

اعمال صالحہ، اخلاق فاضلہ ہیں اخلاق کا مفہوم یہ ہے کہ وہ خالص اللہ کے لئے ہوں۔ دوسرا کوئی ارادہ و منشاء ان میں شامل نہ ہو۔ چنانچہ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

﴿الاخلاص من عمل القلب وهوالذی یراد به وجه الله لاغیره﴾ (ج۱۰ ص۱۴۳)

"اخلاص کا تعلق دل سے ہے۔ جس کا مقصد صرف اللہ کو خوش کرنا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔"

روح المعانی میں ہے:

﴿لایریدن بطاعتهم الاوجهه ورضاه لا رياء الناس ورفع الضرر﴾

"(حاصل یہ ہے کہ) دین اغراض نفسانیہ دفع ضرر، جلب منفعت کے لئے نہ اختیار کیا جائے۔"

یہ تو اپنے مطلب کے لئے دین (اس کے اعمال) ہوا۔ جیسے تجارت وزراعت اپنے مطلب کے لئے ہوا کرتی ہے۔ خدا کا دین (اس کے اعمال) خدا کے لئے اختیار کرنا چاہئے۔ (وصیۃ الاخلاص ص۳۳)

حضرات انبیاءؑ کی دعوت میں اخلاص اہم

(حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ حجۃ اللہ البالغۃ میں لکھتے ہیں) حضرات انبیاء علیہم السلام نے جن امور کے قائم کرنے کی دعوت دی ہے ان میں بڑے بڑے تین ہیں۔ ایک تو مبدأ معاد جزا و سزا کے متعلق۔

دوسرے طاعت مقربہ میں عمل کی تصحیح کرنا (یعنی اس کا طریقہ شریعت و سنّت کے موافق ہو) تیسرے اخلاص و احسان کی تصحیح۔ (یعنی اعمال خدا کی رضا کے لئے کرنا)۔

(وصیۃ الاخلاص ص۳۸)

اخلاص کے ساتھ دین میں تھوڑا عمل بھی کافی

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ان کو یمن کی جانب بھیجا جا رہا تھا تو انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول مجھے نصیحت کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا دین میں (یعنی دین کے اعمال میں) اخلاص پیدا کرو تھوڑا عمل بھی کافی ہو جائے گا۔ (اتحاف ج۱۰ ص۴۵، حاکم، ترغیب ج۱ ص۵۴)

فائدہ: اسی لئے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے علماء ربانیین اور اولیاء کرام کے تھوڑے اعمال آثار و نتائج میں بہت زائد ہوتے ہیں۔

جہنّم میں پھینک دیا جائے گا

عمر بن عتبہ سے موقوفاً مروی ہے کہ قیامت کے دن عمل دنیا کو لایا جائے گا۔ جو اللہ کے لئے ہوگا اسے چھانٹ کر نکال لیا جائے گا۔ اور جو اللہ کے علاوہ کے لئے کیا گیا اسے جہنّم میں پھینک مارا جائے گا۔ (ترغیب ج۱ ص۵۵)

فائدہ: کس قدر خوف کی بات ہے۔ جو اللہ کے غیر کے لئے کیا جائے گا اس کا کس قدر خوفناک انجام ہوگا۔

سب ملعون

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب ملعون ہے مگر وہ جس سے اللہ کی خوشی کا ارادہ کیا گیا ہو۔

(ترغیب ج۱ ص۵۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خدا کی خوشی کی اور آخرت کے ثواب کے علاوہ جو اعمال و افعال ہوں گے وہ سب ضائع اور بیکار ہوں گے۔

اخلاص کو دیکھے کثرت و قلّت کو نہ دیکھے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمل کی قلّت کو مت دیکھو بلکہ اس کی قبولیت پر نظر رکھو۔ کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ عمل میں اخلاص اختیار کرو۔ تھوڑا بھی کافی ہوگا۔ (اتحاف السادۃ ج۱۰ ص۴۵)

اخلاص کی وجہ سے اس اُمّت کی مدد

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس

اُمّت کی مدد اور نصرت، ضعیف کمزوروں کی دعاؤں۔ اور ان کی نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ (اتحاف السادۃ ج ۱۰ ص ۴۵)

فائدہ: چونکہ خدائے پاک کے نزدیک اخلاص ہی کی قدر ہے۔ اور یہی قابل جزا و اثر ہے۔ اور مالداروں اور اہل وجاہت کے مقابلہ میں یہ بات ضعیفوں وکمزوروں میں زائد ہوتی ہے۔ کہ ان کے اعمال ریاء سمعہ وشہرت سے اکثر خالی ہوتے ہیں۔

اخلاص کی دولت خدا کے محبوب بندوں کو نصیب

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے (مرسلاً) مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے (مخصوص بخششوں میں سے ایک خاص بخشش ہے) اپنے بندوں میں سے اس بندے کے دل میں ڈالتا ہوں جس سے میں محبت رکھتا ہوں۔ (اتحاف السادۃ ج ۱۰ ص ۴۳)

فائدہ: واقعی عمل خیر کرنے والے اور خدا کے راستہ میں جان ومال لٹانے والے تو بہت ہیں مگر ان میں اہل اخلاص حضرات کم ہیں۔ کسی کام کو اللہ کے واسطے کرنا۔ کسی کے حق میں نیکی کر کے بھول جانا بہت اہم ہے۔

دنیا کے لئے کرنے کا بُرا انجام

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کی نیت آخرت کی طلب (ثواب آخرت) کے لئے ہوگی خدائے پاک اس کے قلب میں غنا ڈال دیگا اور اس کو اطمینان سے نوازے گا۔ اور دنیا اس کے نہ چاہنے کے باوجود اس کے پاس آئے گی۔ اور جو دنیا کے واسطے کوئی کام کرے گا اللہ پاک اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے فقر لکھ دے گا۔ اور اس کے امر کو پراگندہ کردے گا۔ اور دنیا اتنی آئے گی جتنی مقدر میں لکھی ہوگی۔ (مشکوٰۃ ص ۴۵۴، ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے۔ جو دین کے ذریعہ سے دنیا حاصل کریں گے (یعنی آخرت کے ثواب کے لئے نہ کریں گے بلکہ اس کی جزا بدلہ دنیا میں چاہیں گے)۔ (مختصر امشکوٰۃ ص ۴۵۵، ترمذی)

دنیا میں بدلہ چاہنے والوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس اُمّت کو نصرت، خوشحالی، طمانیت کی بشارت دے دو۔ اور ان میں سے جو آخرت کا کام (جس کا ثواب آخرت میں ملتا ہے) دنیا کے واسطے کرے گا۔ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ (احسان ص ۱۳۲، حاکم ج ۴ ص ۳۱۱)

اللہ پاک دل کو دیکھتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک تمہاری صورتوں کو اور تمہارے اجسام کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے اعمال اور تمہارے دل (خلوص) کو دیکھتا ہے۔ (ابن ماجہ ص ۳۰۶، مسلم ج ۲ ص ۳۱۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ تمہاری صورت تمہارا نسب کون ہے کس قبیلہ کس خاندان کا ہے کس رنگ وروپ اور کس حیثیت کا ہے نہیں دیکھتا ہے بلکہ دل کو دیکھتا ہے کہ کس خلوص سے یہ اعمال نکل رہے ہیں۔ دنیوی مقصد اور ارادہ ہے یا خالص رضاء مولیٰ۔ اگر خدا کی رضا وخوشنودی کے لئے ہے تو قابل قبول وجزا ہے۔ ورنہ قابل رد۔ کہ اس پر آخرت میں کوئی بدلہ نہیں۔ اور نہ اس کے نتائج حسنہ دنیا میں۔

اخلاص نہ ہونے پر قیامت میں وحشت ناک برا انجام

سفیان اصبحی ذکر کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں حاضر ہوا۔ تو ایک شخص کے اردگرد

لوگوں کا مجمع دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں ان کے قریب گیا اور بالکل سامنے بیٹھ گیا۔ اور لوگوں کے سامنے وہ حدیث پاک بیان کر رہے تھے۔ جب وہ خاموش ہوگئے اور تنہائی ہوگئی۔ تو میں نے ان سے حق کا واسطہ دے کر کہا۔ تم مجھے وہ حدیث سناؤ۔ جو تم نے نبی پاک ﷺ سے سنی، اسے محفوظ رکھا اور اسے سمجھا ہو۔ انہوں نے کہا میں تم کو ایسی حدیث بتاؤں گا جسے میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا اور محفوظ رکھا۔ یہ کہہ کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر غشی طاری ہوگئی۔ ہوش میں آئے تو کہا کہ میں ایسی حدیث تمہیں سناؤں گا جسے رسول پاک ﷺ نے اس گھر میں مجھ سے بیان کیا تھا۔ اور میرے علاوہ کوئی نہ تھا۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے موںہہ پونچھا اور کہا میں تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا جسے رسول پاک ﷺ نے اس گھر میں بیان کیا تھا اور میرے علاوہ کوئی دوسرا نہیں تھا۔ پھر بہت سخت بیہوش ہوگئے، پھر موںہہ کے بل گر پڑے۔ میں نے اپنے سہارے سے لگا کر رکھا۔ کافی دیر کے بعد ہوش میں آئے۔ تو فرمایا اللہ پاک قیامت کے دن بندوں کے حساب کے لئے نزول فرمائیں گے۔ ہر امت گھٹنوں کے بل ہوگی۔ سب سے پہلے ان لوگوں کو بلایا جائے گا۔ جنہوں نے قرآن (علم قرآن) حاصل کیا ہوگا۔ (یعنی عالم)۔ اور جنہوں نے راہ خدا میں جہاد کیا۔ اور انکو جنہوں نے مال جمع کیا۔

پھر اللہ پاک عالم سے پوچھیں گے کیا میں نے تم کو جو میں نے اپنے رسول پر نازل کیا اس کا علم نہیں دیا تھا۔ وہ کہے گا، ہاں۔ فرمائیں گے، جو تم نے علم پایا اس پر کیا عمل کیا۔ وہ کہے گا، میں دن رات اسی میں لگا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، تو جھوٹا ہے۔ ملائکہ بھی فرمائیں گے تم جھوٹ کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، ہاں تم نے یہ چاہا تھا کہ لوگ تمہیں کہیں کہ عالم ہے۔ سو کہا جا چکا۔ (تمہارا بدلہ جو تم نے چاہا مل گیا)

پھر مال والا لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے، کیا میں نے تم کو خوب مال

نہیں دیا تھا کہ تم کسی کے محتاج نہیں ہوئے۔ (یعنی ہر قسم کی فراوانی دی تھی) پھر تم نے کیا کیا؟ خرچ کیا؟ وہ کہے گا۔ میں نے صلہ رحمی کی، صدقہ کیا۔ اللہ پاک فرمائیں گے، تم نے چاہا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں، سو کہا جا چکا۔ پھر اسے لایا جائے گا جو اللہ کے راستے میں شہید ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کیوں شہید ہوئے؟ وہ کہے گا۔ آپ نے حکم دیا تھا اپنے راستہ میں جہاد کا سو میں نے جہاد کیا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، تم نے تو ارادہ کیا تھا لوگ تجھے بہادر کہیں سو کہا جا چکا۔ پھر حضور پاک ﷺ نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ اے ابوہریرہ یہی وہ پہلے لوگ ہیں۔ جن کے لئے قیامت میں جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ (ترمذی ج ۲ ص ۶۲)

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ہر ایک کو یہ کہہ کر کہ تم جھوٹے ہو (جو تم نے چاہا تھا کہا جا چکا) حکم دیا جائے گا کہ ان کو منہ کے بل جہنم کی طرف گھسیٹو پھر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم شریف ص ۱۴۰، احسان ج ۲ ص ۱۳)

فائدہ: ان تمام روایتوں کا حاصل مقصد یہ ہے کہ تمام اعمال حسنہ میں خواہ وہ عبادات خالصہ ہوں جیسے نماز، تلاوت یا دوسرے شرعی احکامات ہوں جیسے صدقہ خیرات کسی کے ساتھ احسان و سلوک غرض کہ تمام اعمال حسنہ میں آخرت کے ثواب اور خدا کی رضا کے لئے خلوص ضروری ہے۔ خیال رہے کہ کسی کے ساتھ نیکی اور بھلائی کر کے اس سے بدلہ کے طور پر بھلائی اور نیکی کی امید رکھنا اخلاص کے خلاف ہے۔

بسا اوقات لوگ ایک دوسرے کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں نے اس کے ساتھ یہ یہ احسانات اور بھلائی کی اور اس نے تو ایک چائے پان کو بھی نہ پوچھا۔ میں نے ان کی یہ یہ خدمات کیں ہمدردی اور اخوت کا یہ برتاؤ کیا انہوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ میں ان کے وقت پر کام آیا۔ وہ میرے کب کام آئے؟ تو اس قسم کے جملے اور شکایتیں

کرنا خلوص اور للّٰہیت کے خلاف ہے۔ یوں سوچ ہم نے اللہ واسطے نیکی اور بھلائی کی۔ سو اس کا ثواب ہمیں آخرت میں ملے گا۔ ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں خواہ ہمارے ساتھ بھلائی نیکی کرے یا نہ کرے۔ اگر اخلاص کے ساتھ عمل ہوگا اور نیکی ہوگی تو لوگوں سے یہ شکایت نہ ہوگی۔ اور اس سے نیکی اور بھلائی کا سلسلہ بھی جاری رہے گا۔ اور سوء ظن و مخالفت بھی نہ ہوگی۔ عموماً لوگ نیکی اور بھلائی کا بدلہ کسی طرح نہ ملنے پر نیکی چھوڑ دیتے ہیں۔ سو یہ غلط اور اخلاص کے خلاف ہے۔ اگر اللہ واسطے کیا تو پھر بندے سے بدلہ نہ ملنے پر کیوں ناراض ہو۔ اس لئے اللہ واسطے اخلاص کے ساتھ کرنے کی وجہ سے یہ باتیں پیدا نہ ہوں گی۔ ہاں اس کی ذمّہ داری اور اخلاق یہ ہے کہ وہ اپنے محسنین کا خیال رکھے۔ وسعت کے مطابق اپنی جانب سے بھی نیکی اور بھلائی کا سلسلہ رکھے کہ دین و دنیا دونوں کے لئے باعث برکت ہے۔

...نجات ہے

...سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ سچائی اختیار
...ہے گو تمہیں ہلاکت نظر آئے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۵۹۰)

سچائی جنّت کی رہنما ہے

...سعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم پر سچائی لازم
...بھلائی کا راستہ بتاتی ہے۔ اور بھلائی جنّت کی رہنما ہے۔ اور آدمی ہمیشہ سچ
...وجہ سے صدیقین میں لکھ دیا جاتا ہے۔

(مکارم ابن ابی الدنیا ص ۷۹، ترغیب ص ۵۹۱، بخاری ج ۲ ص ۹۰۰)

سچائی جنّت کا دروازہ ہے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ سچائی جنّت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۳۲۶)

صدق میں جنّت کی ضمانت

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم چھ چیزوں کی ضمانت دیدو میں تمہاری جنّت کا ضامن ہوں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ بولو تو سچ بولو۔ (ترغیب ج ۳ ص ۵۸۷)

سچائی کو ترجیح نہ دے تو مؤمن نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بندہ اس وقت تک پورے طور پر مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ سچائی کو ترجیح نہ دے۔ اور جھوٹ کو نہ چھوڑے یہاں تک کہ مزاح اور لڑائی میں بھی جھوٹ نہ بولے اگر وہ سچا ہے۔"

(مکارم ابن ابی الدنیا ص۱۱۲)

کامل ایمان کی علامت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بندہ پورا مؤمن اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ سچائی کو ترجیح نہ دے۔ اور جھوٹ کو نہ چھوڑ دے۔ حتیٰ کہ مزاح میں اور لڑائی جھگڑے میں بھی۔ اگر وہ سچوں میں ہونا چاہتا ہو۔

(مکارم ابن ابی الدنیا ص۱۱۲)

فائدہ: بسا اوقات مزاحاً خوش کرنے کے لئے خلاف واقعہ بات کہہ دیتا ہے۔ سو ایسا بھی نہ ہو۔ تب وہ سچا اور سچوں کی فضیلت میں داخل ہوسکتا ہے۔

معاملات میں سچائی سے برکت

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ خرید فروخت کرنے والے کو اس وقت تک اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہوجائیں۔ اگر دونوں نے سچائی کے ساتھ معاملہ کیا۔ تو ان کی خرید و فروخت میں برکت دی جاتی ہے۔ اگر حقیقت کو چھپایا جھوٹ بولا۔ تو ان کے درمیان سے برکت ختم کردی جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم ص۲۷۹)

سچائی جنّت کے اعمال میں سے ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سچائی جنّت کے اعمال میں

سے ہے۔ (مختصراً کنز العمال ج۳ ص۳۴۴)

دنیا کے فوت ہونے کا کوئی غم نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے اندر یہ چار اوصاف ہوں۔ تو اگر دنیا (مال وجاہ) نہ ہو تو کوئی فکر وغم نہ کرو۔ ① امانت کی حفاظت۔ ② بات کی سچائی۔ ③ حسن اخلاق۔ ④ کمائی میں پاکیزگی۔

(ترغیب ج۳ ص۵۸۹)

سچائی میں اطمینان ہے

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے یاد کیا ہے۔ شک والی بات چھوڑ کر جس میں شک نہ ہو اسے اختیار کرو۔ سچائی میں اطمینان ہے۔ جھوٹ شک ہے۔ (ترمذی ترغیب ج۳ ص۵۸۹)

فائدہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کم عمری میں اس حدیث کو سن کر یاد کرلیا تھا۔ اس لئے کہ آپ کی وفات کے وقت یہ بہت چھوٹے تھے ان کی عمر ۷، ۸ سال تھی۔

جس چیز کے حرام، مکروہ یا درست ہونے میں شبہ ہو اسے چھوڑ کر ایسی چیز اختیار کرے جس میں شک نہ ہو۔ مثلاً شبہ ہورہا ہے کہ یہ مال چوری کا ہے۔ اس میں کسی ناجائز شئے کی آمیزش کا شبہ ہے تو ایسی چیز کو چھوڑ دے۔ یہ کمال ایمان اور تقویٰ ہے۔ اور پرہیزگاری کا معیار ہے۔

جسے خدا اور رسول سے محبّت ہو

حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم کو پسند ہو کہ خدا اور اس کے رسول کے نزدیک محبوب رہو تو۔ امانت کا حق ادا کرو۔

...ہو اس پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

(ترغیب ج ۳ ص ۵۸۹)

"صدق کا مفہوم اور فوائد"

...ہر قول وعمل کے درستی کی بنیاد یہ ہے کہ اس کے لئے اس کا دل اس کی ...یت دوسرے کے مطابق اور ہم آہنگ ہو۔ اسی کا نام صدق یا سچائی ہے۔ جو ...اس کا دل ہر برائی کا گھر ہو سکتا ہے۔ اور جو سچا ہے اس کے لئے ہر نیکی کے ...ول کا راستہ آسان ہے۔

سچائی کی عادت انسان کو بہت سی برائیوں سے بچاتی ہے۔ جو سچا ہو گا۔ وہ ہر برائی سے پاک ہونے کی کوشش کرے گا۔ وہ راست باز ہو گا۔ راست گو ہو گا ایمان دار ہو گا۔ وعدے کو پورا کرے گا۔ عہد کو وفا کرے گا۔ دلیر ہو گا۔ دل کا صاف ہو گا۔ ریا کار نہ ہو گا۔ اس کے دل میں نفاق نہ ہو گا۔ پیچھے کچھ اور سامنے کچھ اس کی شان نہ ہو گی۔ خوشامدی نہ ہو گا۔ سب کے بھروسہ کے قابل ہو گا۔ لوگوں کو اس کے قول و فعل پر اعتبار ہو گا۔ جو کہے گا کرے گا۔ غرض جس پہلو سے دیکھئے سچائی بہت سی اخلاقی خوبیوں کی اصلی بنیاد قرار پائے گی۔

سچائی کا وسیع مفہوم

سچائی کے معنی عام طور سے سچ بولنے کے سمجھے جاتے ہیں مگر اسلام کی نگاہ میں اس کے بڑے وسیع معنی ہیں۔

سچائی کی اقسام

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے سچائی کی چھ قسمیں بیان کی ہیں۔ اور قرآن وحدیث سے

انہیں ثابت کیا ہے۔ جس میں تین بنیادی مرتبہ رکھتے ہیں۔

① **زبان کی سچائی:** یعنی زبان سے جو بولا جائے سچ بولا جائے۔ یہ سچائی کی عام و مشہور قسم ہے۔ وعدے اور عہد کو پورا کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔ یہ اسلام و ایمان کی بنیاد ہے اس کے برخلاف ہر قسم کا جھوٹ دل کے نفاق کے ہم معنی ہے۔ کہ منافق کی علامت ہے۔ جب کہے تو جھوٹ کہے۔

② **دل کی سچائی:** سچائی کی یہ قسم قلب و دل و باطن سے متعلق ہے۔ اسے اخلاص سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ بعض موقعوں پر زبان سے سچ کا اظہار اس لئے جھوٹ ہو جاتا ہے کہ وہ دل اور اخلاص سے نہیں نکلتا۔ چنانچہ منافقین کو شہادت رسول میں اس لئے جھوٹا کہا گیا کہ انہوں نے صرف زبان سے کہا تھا ان کا دل اس کے موافق نہ تھا۔

③ **عمل کی سچائی:** عمل کی سچائی یہ ہے کہ جو نیک عمل ہو وہ اخلاص کے مطابق ہو۔ یعنی ظاہری اعمال باطنی اوصاف کے مطابق ہو۔ مثلاً ایک شخص نماز پڑھتا ہے لیکن اس کا مقصد ریا ہے تو یہ عمل کی سچائی نہیں ہے۔ صدق عملی کے کئی مرتبے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ جو ارادہ کیا جائے اس میں کسی قسم کا ضعف و تردد نہ پیدا ہو۔ مثلاً ایک شخص احکام الٰہی کی تعمیل کا ارادہ ظاہر کرتا ہے۔ لیکن جب اس کی آزمائش کا وقت آتا ہے۔ تو اس کے ارادہ کا ضعف ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس لئے ایسے شخص کو صادق العزم یعنی ارادہ کا پکا نہیں کہہ سکتے۔

صدق عملی کی سب سے اعلیٰ قسم یہ ہے کہ انسان کے ظاہر و باطن یعنی اس کی زبان کا ہر حرف دل کا ہر ارادہ اور عمل کی ہر جنبش حق و صداقت کا پورا مظہر ہو جائے۔ قرآن نے ایسے ہی لوگوں کو صدیق کہا ہے۔ ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ دل سے مانتے ہیں عمل سے اس کی تصدیق اور زبان سے اس کا برملا اقرار۔ اور یقین کی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ (قرآن میں) جن کو صادق کہا گیا ہے۔ ان کے تین قسم کے اوصاف

بتائے گئے ہیں۔ اول، ان کے ایمان کا کمال۔ دوم، ان کے نیک عمل۔ اور تیسرے جانچ میں انکا ہر طرح پورا اترنا۔ اور جو لوگ علم وعمل کے ان تمام فضائل کے درجۂ کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ ان کو شریعت کی زبان میں صدیق کہتے ہیں۔ جو نبوت کے بعد انسانیت کا سب سے پہلا مرتبۂ کمال ہے۔ (سیرۃ النبی)

چنانچہ صدیقین کی تعریف کرتے ہوئے معارف القرآن میں ہے۔ وہ لوگ ہیں جو معرفت میں انبیاء علیہم السلام کے قریب ہیں۔ (ج ۲ ص ۱۳۲)

تفسیر ماجدی میں ہے۔ صدیقین یعنی بات کے کھرے اور معاملے کے سچے۔ ایسے کہ سچائی اور حق پسندی گویا ان کی فطرت میں رچ گئی۔ اور ان کی طبیعت کا جز بن گئی ہو۔ (ج ۱ ص ۷۵۸)

آپس میں محبّت والفت

جنّت میں داخلہ نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ جنّت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتے جب تک کہ تم اسلام نہ لے آؤ۔ اور اسلام اس وقت تک نہیں آسکتا۔ جب تک تم آپس میں محبت والفت سے نہ رہو۔ سلام کو رائج کرو۔ کہ آپس میں محبت ہو۔ اور خبردار قطع تعلق بغض سے بچنا۔ یہ تم کو مونڈ دے گا (تباہ کردے گا) میں یہ نہیں کہتا تمہارے بال کو مونڈ دے گا۔ (ادب مفرد ص ۲۶۰)

فائدہ: دیکھئے اس حدیث پاک سے۔ باہمی الفت کی تاکید اور اس کے خلاف باہمی نفرت و اختلاف کے کیسے برے نتائج بیان کئے گئے ہیں۔ کہ یہ دنیا کو بھی برباد اور آخرت کو بھی نیست ونابود کردیتا ہے۔ ایسا آدمی ہمیشہ زک اور نقصان پہنچانے کی فکر میں مال اور جان صرف کرتا رہتا ہے۔ اسی دھن میں چین سکون نہیں پاتا۔ اسی دھن میں آخرت کے اعمال کھو بیٹھتا ہے۔ اور دنیا میں سوائے ذلت وپریشانی کے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ اسی لئے شریعت نے اس سے بچنے کی سخت تاکید کرتے ہوئے الفت ومحبت کو قائم کرنے کی ترغیب دی ہے۔

اہل محبّت جنّت میں ساتھ داخل ہوں گے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے

بھائی سے خالصۃً لوجہ اللہ محبت رکھے اور اسے کہہ دے کہ میں تم سے اللہ کے لئے محبت رکھتا ہوں تو دونوں جنت میں ساتھ داخل ہوں گے۔ جس نے اللہ کے واسطے محبت کی وہ اپنے ساتھی پر بلند درجہ پائے گا۔

فائدہ: خیال رہے کہ خالص اللہ واسطے محبت وہ ہے کہ دنیا کی کوئی غرض کہ اس سے کوئی نفع و نقصان متعلق ہو نہ ہو۔ اس محبت و تعلق کی بڑی فضیلت ہے۔ آج کے دور میں خالصۃً لوجہ اللہ محبت قریب قریب اٹھ گئی ہے۔ اللہ کے برگزیدہ بندے ہی اس کے حامل ہیں۔ ورنہ تو ہر گروہ سے یہ اٹھتی جارہی ہے۔

سب سے پہلے کیا چیز اٹھائی جائے گی؟

عمر بن اسحاق کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں تذکرہ کرتے تھے کہ سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ آپس کی محبت و الفت ہوگی۔ (ادب مفرد ص ۲۶۳)

فائدہ: آج کے اس دور میں آپ اس کا بخوبی مشاہدہ کریں گے کہ ایک ماں باپ کی اولاد، ایک کنبہ اور خاندان سے مربوط، ایک ہی مسلک و مشرب کے حامل، ایک ہی جگہ رہنے بسنے والے، کس طرح ایک دوسرے سے نفرت عداوت مخالفت کا پہلو رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دشمن، بس چلے طاقت پائیں تو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ کوئی مخالفت کے اس درجہ میں ہے کہ ظاہر سے قریب باطن سے دور نظر آتے ہیں۔ اجسام ملتے ہیں تو دل نہیں ملتے۔ بھائی بھائی استاذ شاگرد جو سالہا سال تک ایک دوسرے سے مربوط رہے۔ ایک ماحول میں ایک مجلس میں پرورش پائی۔ پروان چڑھے، باہم ربط اور جوڑ نہیں۔ اللہ کی پناہ۔

ظاہر میں اگر ربط نظر آئے تو دلوں میں الفت و جوڑ نہیں۔ یہ الفت و محبت اٹھ جانے کی علامت نہیں تو اور کیا ہے۔ جس الفت اور محبت کو خدا نے اپنا انعام اور فضل

فرمایا۔ آج اس سے ہمارا ماحول، خواہ عوام کا طبقہ ہو یا خواص کا طبقہ محروم اور خالی نظر آتا ہے۔

کسی سے محبت و تعلق ہو تو اسے بیان کردے

حضرت معدیکرب ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی سے محبت اور دوستی کرو تو اپنے بھائی کو بتادو۔ (مسند احمد، ادب مفرد ص ۵۴۲)

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی صحابی رسول سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے میرا کندھا پیچھے سے پکڑا۔ اور کہا میں تجھ سے محبت اور تعلق رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا وہ تم سے محبت کرے جس کی وجہ سے تم مجھ سے محبت کرتے رہے ہو۔ اور کہا اگر حضور پاک ﷺ کو یہ نہ فرماتے ہوئے سنتا، تو میں نہ بتاتا کہ جب کوئی آدمی کسی سے محبت و الفت رکھے تو اسے ظاہر کردے کہ وہ اس سے محبت و تعلق رکھتا ہے۔

(ادب مفرد ص ۵۴۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی سے خصوصی محبت و تعلق یا عقیدت و قلبی رجحان ہو تو اسے بیان کردے تاکہ اسے بھی معلوم ہو جائے۔ اور وہ بھی حق الفت ادا کرے۔ اور یہ الفت باقی رہے۔ خیال رہے کہ یہ محبت و الفت شرعی حدود اور اس کے دائرے میں ہو تو ٹھیک اور محمود ہے۔

اور خلاف شرع ہو تو یہ ہرگز نہ ظاہر کرے۔ اور نہ اسے باقی رکھے۔ اور نہ اس الفت کو مشروع و محمود سمجھے۔ مثلاً کم عمر امارد سے تعلق کہ حدیث پاک کی مراد سے یہ خارج ہے۔ کہ یہ گناہ اور سخت ترین معصیت ہے۔

محبت و تعلق میں عالی مرتبہ کون؟

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا دو آدمی جو آپس میں

محبت و تعلق رکھتے ہیں ان میں عالی مرتبہ وہ ہوتا ہے جو زیادہ تعلق رکھتا ہو۔

(ادب مفرد ص۵۴۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو زیادہ تعلق والفت رکھتا ہے۔ وہ زیادہ فضیلت والا ہے۔ جو صفائی قلب کی ایک علامت ہے۔ نیز الفت جو ایک محمود وصف ہے۔ جس کے عطا کی خدائے پاک نے اپنی طرف نسبت کی ہے۔ جس میں یہ وصف زائد ہو گا وہ یقیناً بلند مرتبہ والا ہو گا۔ اسی سے معلوم ہوا طالب الفت کا مقام فائق ہے مطلوب الفت سے کہ تواضع اور سلامتی قلب کی پہچان ہے۔

لوگوں سے الفت و محبت نصف عقل ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ خرچ میں اعتدال نصف معیشت ہے۔ لوگوں سے محبت و الفت کا برتاؤ نصف عقل ہے۔ اور سوال کی عمدگی نصف علم ہے۔ (مکارم طبرانی ص۱۴۰)

فائدہ: اس حدیث پاک میں تین بڑی عمدہ خصلتوں کو بیان کیا ہے۔ خرچ میں اسراف سے آدمی مستقبل میں پریشان ہوتا ہے۔ محبت و الفت کے برتاؤ سے وہ اپنے بھائیوں سے نفع حاصل کر سکتا ہے۔ جو عقل کا تقاضا ہے۔

ایمان کے بعد افضل ترین عمل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان کے بعد افضل ترین عمل لوگوں سے محبت والفت ہے۔ (مکارم طبرانی ص۱۴۱)

کس میں بھلائی ہے

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مؤمن اہل

محبت و الفت ہوتا ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ جو نہ الفت رکھے اور نہ اس سے الفت کی جائے۔ (بیہقی فی الشعب ج۶ ص۲۷۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مؤمن قابل محبت والفت ہوتا ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ الفت رکھے نہ اس سے محبت والفت کی جائے۔ (یعنی شفیقانہ محبتانہ مزاج نہ ہو)۔ (مجمع الزوائد ص۸۷، بیہقی ج۶ ص۲۷۰)

فائدہ: اہل ایمان کا آپس میں الفت و محبت کے بڑے فضائل ہیں اور اس کی بڑی ترغیب آئی ہے۔ ان کی صفت ہے آپس میں مالوف القلب رحم دل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ کلام الٰہی میں ہے۔ "رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ"۔

آج کل اس دور میں آپس میں الفت و محبت کمیاب ہے۔ باہمی تناؤ و اختلاف کا دور ہے۔ دلوں میں جوڑ نہیں۔ باہمی الفت دین و دنیا کی بھلائی کا معیار ہے۔ خدائے پاک نے اسے اپنے انعام میں شمار فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ﴾

خدا نے ان کے قلوب کے درمیان الفت پیدا کی ہے۔ اگر تم ساری زمین کا خزانہ بھی خرچ کر دیتے تو ان کے دلوں کے درمیان الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن خدا نے ان کے درمیان الفت پیدا کی ہے۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کے قلوب میں باہمی الفت و محبت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ اس کے انعام کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ حصول انعام کے لئے اس کی اطاعت و رضا جوئی شرط ہے۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾

یعنی جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اللہ تعالیٰ ان کے آپس میں محبت و مودت پیدا فرما دیتے ہیں۔ اس آیت نے واضح کر دیا کہ دلوں میں حقیقی محبت و مودت پیدا ہونے کا اصلی طریق ایمان و عمل صالح کی پابندی ہے۔ (معارف القرآن ج ۴ صـ ۲۹)

محبت اور ترک تعلق اللہ ہی کے واسطے

افضل الاعمال

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمام اعمال میں افضل ترین عمل اللہ کے واسطے محبت اور اللہ کے واسطے قطع تعلق ہے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ صـ ۱۵)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ سے پوچھا افضل الایمان کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اللہ کے لئے لوگوں سے محبت کرو۔ اللہ کے لئے لوگوں سے قطع تعلق رکھو۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ صـ ۱۶)

کس کا ایمان کامل؟

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے واسطے محبت کی اور اللہ کے واسطے قطع تعلق کیا، اللہ ہی کے واسطے دیا، اللہ ہی کے واسطے روکا۔ اس نے ایمان کامل کر لیا۔

فائدہ: یعنی اللہ کے حکم کی وجہ سے محبت اور ترک تعلق کیا، دیا اور کسی پر احسان کیا تو اللہ کے رسول کے حکم کے مطابق دیا اور احسان کیا۔ کسی کو محروم کیا نہ دیا اس میں بھی حکم خدا اور اس کی مرضی کو سامنے رکھا۔ دنیا اور اس کے نفع و نقصان کو مدنظر نہ رکھا۔ (مشکوٰۃ صـ ۱۴)

نور کے منبروں پر

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کہاں ہیں میرے واسطے آپس میں محبت

کرنے والے ان کے لئے نور کا منبر ہے۔ جن پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔
(ترغیب ج ۴ ص ۲۴)

قیامت کے دن سایہ میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے۔ خدا کے واسطے آج محبت کرنے والے کہاں ہیں۔ ان کو میں اپنے سایہ میں رکھوں گا جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ترغیب ج ۴ ص ۲۴)

دونوں جنت میں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ جو آدمی کسی آدمی سے اللہ کے واسطے محبت کرے اور کہے میں تم سے اللہ کے واسطے محبت کرتا ہوں تو دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔ جو زیادہ محبت کرتا تھا اس کا مرتبہ اللہ کے نزدیک زائد ہوگا۔

فائدہ: اللہ کے واسطے محبت کی کس قدر فضیلت ہے کہ ہر ایک جنت میں جائے گا۔ اور جو زیادہ تعلق رکھتا ہوگا اس کا مرتبہ زائد ہوگا۔ اس سے تعلقات کے خوشگواری کی تاکید معلوم ہوتی ہے۔

محبوب ترین عمل

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ افضل ترین عمل اللہ کے واسطے محبت کرنا ہے اور اللہ کے واسطے ترک تعلق رکھنا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ ہے۔ (ترغیب ج ۴ ص ۲۳)

خدا کی محبت واجب

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے، جو میرے واسطے محبت کرتے ہیں، میری محبت ان پر واجب ہے، جو میرے واسطے ملتے ہیں، میری محبت ان پر واجب ہے، جو میرے واسطے زیارت و ملاقات کرتے ہیں۔ میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے، جو میرے واسطے خرچ کرتے ہیں۔ (ج ۴ ص ۱۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو لوگ محض اللہ کے واسطے، یعنی اس وجہ سے کہ شریعت خدا و رسول کا حکم ہے احباب سے، لوگوں سے ملتے جلتے ہیں۔ اور ان پر مال خرچ کرتے ہیں۔ خواہ کھلانے پلانے کے طور سے یا ہدایا وغیرہ کے اعتبار سے ایسے لوگ خدا کے محبوب ہیں۔ اور محبت خداوندی کے اولین مستحق ہیں۔

جس سے محبت، اسی کے ساتھ شمار

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی اس کے ساتھ شمار کیا جائے گا جس کے ساتھ محبت کرے گا۔ (بخاری ص ۹۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا قیامت کب آئے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ اس نے کہا کچھ نہیں سوائے اس کے کہ میں رسول خدا سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت کروگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے زیادہ ہمیں کبھی خوشی نہیں ہوئی تھی جتنی خوشی آپ ﷺ کی اس بات سے ہوئی کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے گا۔ اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نبی پاک ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے محبت کرتا ہوں، مجھے امید ہے

کہ ان کی محبت کی وجہ سے میں ان کے ساتھ ہوں گا۔ (بخاری، مسلم، ترغیب ج ۴ صہ ۲۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آدمی جس کسی سے محبت و تعلق رکھے گا اسی کے ساتھ آخرت میں ہوگا۔ لہٰذا محبت و تعلق و ربط میں آدمی اس کے ایمان و اعمال صالحہ کا خیال رکھے۔ تاکہ ان کی رفاقت و معیت قیامت و آخرت میں بہتر نتیجہ پیدا کر سکے۔ افسوس کہ آج محبت و صحبت میں اس کی رعایت نہیں کی جاتی۔ آدمی کے صلاح و تقویٰ و نیکی کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ بلا جھجھک فاسق و فاجر خدا کے نافرمان آخرت سے غافل کی صحبت و دوستی اختیار کر لی جاتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں یہ ویسا نہیں بھی ہوتا ہے۔ تو بھی اسی کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ چونکہ صحبت کا اثر لازمی ہے۔

کس سے محبت و تعلق رکھے؟

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، مؤمن کے علاوہ کسی کی مصاحبت اختیار نہ کرو۔ اور تمہارا کھانا متقی کے علاوہ اور کوئی دوسرا نہ کھائے۔ (ترغیب ج ۴ صہ ۳۷)

فائدہ: پاس بیٹھنے اور صحبت کا اثر بے ارادہ رفتہ رفتہ آدمی میں سرایت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ آدمی اسی کا مذہب اختیار کر لیتا ہے۔ اسی لئے غور کر لینا چاہئے کہ دیندار ہے یا بے دین۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی صحبت سے دین جیسی عظیم شئے لٹ جائے۔

صاحب مظاہر اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ متقیوں کو کھانا کھلانا نیکیوں پر اعانت ہے۔ اور فاسق کو کھانا کھلانا فسق و فجور و اعانت ہے۔

(فضائل صدقات صہ ۱۱۶)

مخلصانہ محبت ایمان سے ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کسی

آدمی سے محبت و تعلق صرف اللہ کے واسطے کرے۔ اس واسطے نہیں کہ اس نے مال دیا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ کسی دنیاوی فائدے کی وجہ سے اس کا تعلق نہ ہو بلکہ دین کی وجہ سے ہو۔ (طبرانی، ترغیب ج ۴ صہ ۱۶)

ماقبل کی مذکورہ احادیث سے اللہ کے واسطے تعلق رکھنے کی فضیلتیں اور ترغیب معلوم ہوئی۔ کہیں نور کے منبروں پر، کہیں خدا کے سایہ میں، کہیں جنت کا وجوب وغیرہ۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے خدا رسول کے نزدیک خدا کے واسطے محبت کی کتنی اہمیت ہے اور کس قدر مطلوب ہے۔ مگر افسوس آج ہمارا تعلق ربط دنیاوی منفعت و اغراض کے پیش نظر ہے۔ جس سے کوئی دنیاوی فائدہ نظر نہیں آتا۔ خواہ وہ علم و فضل و عمل کے اعتبار سے کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو۔ اس سے ربط نہیں یا بہت کم ہوتا ہے۔ کس قدر محرومی اور غرض پرستی کی بات ہے۔ آج اس دور میں محض خدا کے واسطے محبت۔ صلاح نیکی و علم کی وجہ سے محبت قریب قریب مفقود ہے۔ آج کی دنیا میں ایسا شخص نایاب ہے جو دینی اخوت اور اللہ کے واسطے محبت رکھے۔

اب تو نوبت یہاں تک ہے کہ شاگرد بھی استاد سے، ایک بھائی بھی دوسرے بھائی سے، ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار سے اس وقت تک محبت و تعلق نہیں رکھتے جب تک کہ کوئی نفع یا امید وابستہ نہ ہو، مؤمن کو چاہئے کہ بالغرض محبت کے علاوہ ایسی محبت بھی رکھے جو خدا کے واسطے ہو اور کل قیامت کے دن کام آئے۔

غائبانہ محبت و تعلق

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، دو شخص جو اللہ کے واسطے غائبانہ محبت کرے تو اللہ پاک ان سے زائد محبت کرتا ہے۔ جتنا یہ آپس میں کرتے ہیں۔ (ترغیب ج ۴ صہ ۱۷)

فائدہ: غائبانہ محبت کا مطلب یہ ہے کہ اس سے یا تو ملاقات ہوئی ہو۔ اور ان کی خوبیوں سے واقف اور ان کی علمی وعملی اور اخلاق واحوال سے متاثر ہوا ہو۔ ملاقات تو ہوئی ہو مگر ایک دوسرے سے قریب نہ ہوں۔ مگر ایک دوسرے سے متعلق ہوں۔ محبت وربط کی باتیں معلوم ہوتی ہوں تو یہ غائبانہ محبت ہے۔ یہ بھی مطلوب ہے اور اس کی بھی ترغیب وفضیلت ہے۔

ایمان کی حلاوت نصیب نہیں ہوگی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک کوئی ایمان کی حلاوت نہیں پاسکتا جب تک کہ وہ محبت وتعلق رکھے تو اللہ کے واسطے نہ رکھے۔ (ج ا ص ۷، بخاری ج ۲ ص ۸۹۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بلاغرض نفع محض اللہ کے واسطے محبت وتعلق رکھے۔

آج یہ عظیم خصلت لوگوں سے قریب قریب ختم ہوگئی ہے۔ جو شخص بھی جس سے محبت وتعلق وربط رکھتا ہے کسی دنیاوی نفع ومفاد کے پیش نظر رکھتا ہے۔ چنانچہ آج دیکھا جاتا ہے زہد، تقویٰ، نیکی، محبت والفت کی بنیاد نہیں ہے۔ بلکہ دنیاوی مفاد کا وابستہ ہونا معیار ہے۔ جس سے دنیاوی نفع ومفاد وابستہ اسی سے تعلق خواہ دین وعلم فضل سے عاری کیوں نہ ہو۔

صریح ایمان نصیب نہیں

حضرت عمر بن الحمق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی صریحی (واضح اور عملی) ایمان نہیں پاسکتا جب تک کہ خدا ہی کے واسطے محبت نہ کرے اور خدا ہی کے واسطے بغض، ترک تعلق نہ کرے۔ (مجمع الزوائد ج ا ص ۹۳)

ولایت خداوندی کا مستحق کون؟

حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ صریحی ایمان اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اللہ ہی کے واسطے محبت اور اللہ ہی کے واسطے ترک تعلق نہ کرے۔ اور جب بندہ اللہ ہی کے واسطے محبت اور ترک تعلق رکھتا ہے تو اللہ کی طرف سے ولایت (قربت) کا مستحق ہوجاتا ہے۔ یقیناً میرے اولیاء اور میرے محبوب بندے وہ ہیں جو مجھے یاد کرتے ہیں اور میں ان کو یاد کرتا ہوں۔ (مجمع الزوائد ج ا ص ۹۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے واسطے محبت اور ترک یہ ولایت اور تقرب خداوندی کی علامت ہے۔ خدا کے برگزیدہ بندے کسی دنیاوی غرض اور نفس کی وجہ سے کسی سے محبت وترک تعلق نہیں اختیار کرتے وہ شریعت اور رضاء وخوشنودی خدا کے پیش نظر ایسا کرتے ہیں۔ آج کے اس دور میں بہت کم لوگ اس معیار پر پورے اتر رہے ہیں کہ وہ محبت وترک تعلق محض اللہ کے واسطے کرتے ہوں۔ بیشتر دنیاوی امور اور دنیاوی مفاد وابستہ ہوتے ہیں۔ خواہ دنیاوی امیدیں پوری ہوں نہ ہوں۔ مؤمن کو چاہیے کہ کوئی محبت وتعلق ضرور صرف اللہ ہی کے واسطے ہو۔ تاکہ کمال ایمان نصیب ہو۔

خدا ور سول ﷺ سے محبت

مؤمن کامل نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی کامل مؤمن اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۱۲)

حلاوت ایمانی نہیں پاسکتا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جس میں یہ تین چیزیں ہوں وہی ایمان کا مزہ اور اس کی شیرینی پاسکتا ہے۔ (۱) یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اسے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔ (۲) اور کسی سے تعلق محبت رکھے تو اللہ کے واسطے رکھے۔ (۳) اور کفر سے نجات کے بعد کفر سے ایسی نفرت ہو جیسے آگ میں ڈالے جانے سے۔ (مجمع ص ۹۳، مشکوٰۃ ص ۱۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خدا ور سول ﷺ کی محبت مؤمن کے دل میں خود اپنی ذات سے اولاد سے، والدین اور رشتہ داروں سے زائد ہو، محبت سے مراد عقلی محبت ہے۔ اور حکم ماننے کے اعتبار سے ہے۔ مثلاً اپنا دل یا اولاد یا والدین ایسی چیز کا حکم یا مشورہ دے رہے ہوں جو خدا کی مرضی اور اس کے حکم کے خلاف ہو۔ پھر وہ ان سب کو چھوڑ کر خدا کی مرضی اور اس کے حکم پر عمل کرتا ہو تو اس نے خدا کی محبت اور اس کے حکم کو ان لوگوں کے مقابلہ میں ترجیح دی۔ یہ محبت خدا کی علامت ہے۔

اور یہی مطلب ہے حدیث پاک کا خدا ور سول کی ایسی محبت ہو کہ ان کی اطاعت کو وہ دیگروں کے مقابلہ میں ترجیح دے۔

مؤمن کو خوش کرنا اور رکھنا

افضل الاعمال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کسی مؤمن کو خوش کرنا۔ افضل عمل ہے۔ (ترغیب ج ۲ ص ۳۹۳)

ایک روایت میں ہے کہ کسی مؤمن کو خوش کرنا اللہ کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی مؤمن کے دل کو کسی خدمت سے، تعاون سے، یا کم از کم خوش کن باتوں سے اپنے اخلاق سے برتاؤ سے خوش کرنا۔ یہ افضل عمل ہے۔ کہ بندوں کی خوشی سے خالق ومالک کی خوشی ہوتی ہے۔ اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ مؤمن کو کسی بھی اعتبار اور طریقہ سے رنج پہنچانا کس قدر بری بات ہوگی۔

فرائض کے بعد کس کا درجہ؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرائض کے بعد (کوئی عمل ہے تو وہ) کسی مؤمن کو خوش کرنا ہے۔ (کتاب البر لابن جوزی ص ۲۳۱)

فائدہ: کس قدر فضیلت کا باعث ہے کہ فرائض کے بعد کسی مؤمن کو خوش کرنے کا درجہ ہے۔ افسوس کہ آج رنج اور تکلیف کے اسباب اختیار کئے جاتے ہیں۔ اور یہ چالاکی اور کامیابی کی بات سمجھی جاتی ہے۔

مغفرت کا باعث

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنا، مغفرت کے واجب کرنے والے اعمال میں سے ہے۔

(ترغیب ج ۲ ص ۳۴۹)

خدا کے عہد و ذمّہ میں کون داخل؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص کسی مؤمن کو مسرّت میں ڈالے اس نے مجھے خوشی میں ڈالا۔ اور اس کا اللہ سے عہد و پیمان ہوگا۔ اور جس کا عہد و پیمان اللہ سے ہوگا۔ وہ کبھی جہنّم میں داخل نہ ہوگا۔

(کتاب البر، ابن جوزی ص ۲۴۴)

فائدہ: سبحان اللہ، کتنی بڑی فضیلت ہے مؤمن کو خوش رکھنے والا جہنّم میں نہ جائے گا۔ کتنا سہل نسخہ ہے۔ مگر افسوس کہ آج تکلیف و رنج میں ڈالنے کو کمال عقل سمجھا جاتا ہے۔ آج اُمّت میں ان تعلیمات کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔

کسی کو خوش کرنے کے لئے ملاقات کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے محبت کی وجہ سے اسے خوش کرنے کے لئے ملاقات کرتا ہے۔ تو اللہ پاک اسے قیامت کے دن خوش کرے گا۔ (ترغیب ج ۲ ص ۳۹۴)

فائدہ: کتنا آسان نسخہ ہے کہ خوشی کے لئے ملاقات کا ثواب۔ قیامت کے دن خوش رہنے کا باعث ہے۔

دنیا اور آخرت کے مصائب کا دفاع

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو مسرت اور خوشی میں ڈالے گا۔ خدائے پاک اس کی وجہ سے ایک مخلوق پیدا کرے گا۔

ایک فرشتہ کی پیدائش

جعفر بن محمد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کو خوشی و مسرت میں ڈالے گا۔ اللہ پاک اس سرور سے ایک فرشتہ پیدا فرمائے گا۔ پھر جب اسے قبر میں رکھا جائے گا۔ تو وہ فرشتہ آئے گا اور کہے گا۔ تم مجھے پہچانتے ہو میں وہی خوشی ہوں جسے تم نے دنیا کے اندر فلاں شخص کو ڈالا تھا۔ (یعنی اسے خوش کیا تھا)۔ میں آیا ہوں تاکہ تمہاری تنہائی کی وحشت کو دور کروں۔ انس پیدا کروں۔ اور تمہیں حجت کی تلقین کروں۔ قیامت میں تمہارے پاس آؤں۔ اور تمہارے رب سے سفارش کروں اور تمہیں جنت میں اپنا مرتبہ دکھاؤں۔

(ترغیب ص ۳۹۵، کتاب البر ابن جوزی ص ۲۴۵)

فائدہ: سبحان اللہ کتنا بڑا فائدہ حاصل ہوگا۔ کہ مؤمن کی خوشی سے برزخ کے مراحل میں فرشتوں کی مدد ہوگی۔ اعمال کا برزخ اور آخرت میں اجسام اور شکلوں میں متشکل ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ روزہ نماز کا سرہانے آکر کھڑا ہونا مروی ہے اسی طرح مسرت اور خوشی فرشتے کی شکل میں برزخ میں آکر نفع پہنچائیں گے۔

جنّت مباح

حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام

کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندے نے نیکی کے ساتھ ملاقات کی تو میں نے جنت ان کے لئے مباح کردی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ اے اللہ وہ کون سی نیکی تھی جس کے ساتھ بندے نے ملاقات کی اور آپ نے جنت سے نواز دیا۔ فرمایا میرے مؤمن بندے کو خوش کرنے کی وجہ سے۔ (کتاب البر ص ۲۴۵)

فائدہ: ماقبل میں جتنی روایتیں خوشی کی گذری اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی جائز اور مشروع طریقہ سے مؤمن کو خوش کردیا۔ خواہ امداد و تعاون سے یا کھانے پینے ہدایا و تحائف سے یا خدمت سے۔ تمام صورتوں میں ان ثوابوں کا حامل ہوگا۔ کیسے برگزیدہ وہ بندے ہیں جو لوگوں کی خوشی میں جان مال کی قربانی دیتے ہیں۔ یہ تو عام مؤمن کی خوشی کا ثواب ہے۔ خواص اللہ کے برگزیدہ بندوں کو اور اہل علم و فضل کو خوش کرنے کا اور زیادہ ثواب ہوگا۔

قبر اطہر میں آپ ﷺ کی خوشی کا باعث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے بعد کسی مسلمان کو خوش کرے۔ اس نے گویا مجھے قبر میں خوش کیا۔ اور جس نے مجھے قبر میں خوش کیا اسے خدا قیامت کے دن خوش کرے گا۔ (کنز العمال، کتاب البر ص ۲۴۴)

جنّت سے کم پر راضی نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کے گھر والوں کو خوشی و مسرت میں ڈالا۔ تو اللہ پاک اس کے ثواب میں جنت سے کم پر راضی نہ ہوگا۔ (ترغیب ۳۹۴ ج ۲)

فائدہ: یعنی جنت سے نوازا جائے گا۔ ایک معمولی نیکی پر کتنا عظیم ثواب افسوس کے

آج کے ماحول میں خوش کرنے کے بجائے رولانے کو، تنگ کرنے کو، پریشان کرنے کو، کمال اور عقل کی بات سمجھتے ہیں۔ تعجب ہے ماحول کیسا اسلامی تعلیم و طریق کے خلاف ہوگیا ہے۔ جنت کے اعمال متروک ہوگئے ہیں۔ اور جہنم کے اعمال رائج ہوگئے۔ اسی وجہ سے دنیا کی راحت اور برکت والی زندگی سے ہم محروم ہوتے جارہے ہیں۔

خوش کرنے کا مفہوم اور اس کے طریقے

احادیث مذکورہ سے کسی مسلمان کو خصوصاً خوش کرنے کی بڑی فضیلت معلوم ہوئی۔ خوش کرنے کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ ایسے اقوال احوال و معاملات اس سے برتے جائیں جن سے اسے راحت پہنچے۔

خوش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس سے میٹھی سنجیدگی بھائی چارگی سے بات کی جائے۔ افعال اور معاملہ کے ذریعہ سے خوش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کبھی اس کی دعوت کردی جائے۔ کوئی سامان حسب استطاعت ہدیہ کردیا جائے۔ پہننے کے لئے کپڑا دے دیا جائے۔ ضرورت نہ ہو تب بھی خوشی حاصل کرنے کے لئے۔ ہدایا تحائف کا معاملہ کیا جائے۔ کبھی کچھ دے دیا، کبھی کچھ بھیج دیا۔ کبھی خوش کن باتوں کے ذریعہ سے ہنسا دیا۔ سچی مذاق کرلی۔ کسی مسئلہ میں تعاون کی ضرورت ہوئی۔ مالی یا جانی مدد کردی۔ یہی سب خوشی کے امور ہیں۔ اور یہی جنت والے اعمال ہیں۔

مسلمانوں کی مدد و نصرت

مسلمانوں کی اعانت اور ان کی ضرورتوں میں کوشش کا ثواب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ جو لوگوں کی ضرورتوں کی طرف بڑی تیزی سے لپکتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کل قیامت کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۳۹۰، مکارم ابن ابی الدنیا ص ۳۱)

فائدہ: انسان کی ایک جماعت کو اس جذبہ سے نوازا۔

پل صراط پر نور

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی مؤمن کے غم کو دور کرے گا۔ اللہ پاک پل صراط پر اس کے لئے دو نور کے شعلے دے گا۔ جس کی روشنی سے ایک عالم روشن ہو جائے گا۔ اور جس کے نور کا اللہ کے علاوہ کسی کو پورا علم نہ ہوگا۔ (مکارم ابن ابی الدنیا ص ۳۲)

اللہ کا محبوب بندہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے۔ اللہ پاک کے نزدیک سب سے محبوب وہ ہے جو اس کی عیال کے لئے نفع بخش ہو۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۳، مکارم ابن ابی الدنیا)

پل صراط پر مضبوط قدم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی مظلوم کی اعانت میں چل دے گا تاکہ اس کا حق دلائے۔ خدائے پاک جس دن پل صراط پر لوگوں کے قدم ڈگمگائیں گے اس کے قدم کو مضبوط رکھے گا۔ (ترغیب ص ۳۹۰)

پچھتر ہزار فرشتوں کی دعاء رحمت

حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت میں چلے کہ اس کا کام ہو جائے اللہ پاک اس کے لئے پچھتر ہزار ملائکہ مقرر کر دیتے ہیں جو اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔ اگر صبح کو چلتا ہے تو شام تک، اگر شام کو چلتا ہے تو صبح تک۔ اور کوئی قدم نہیں اٹھاتا مگر یہ کہ ایک گناہ معاف، ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ (ابن حبان، ترغیب ج ۳ ص ۳۹۲)

فائدہ: سبحان اللہ کتنا عظیم ثواب ہے۔ کہ کسی مسلمان بھائی کی ضرورت میں آدمی دو قدم اٹھائے۔ مگر صد افسوس کہ آج ہمارا ماحول اور معاشرہ ایسا غرض پرست ہو گیا ہے کہ کسی عام آدمی یا غریب یا جس سے گہرے تعلقات نہ ہوں مدد اور اعانت میں ساتھ چلنے کو عار اور عزت کے خلاف محسوس کرتے ہیں۔

خدا بندے کی ضرورت میں

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت میں لگتا ہے خدائے پاک اس کی ضرورت میں لگتا ہے۔

(طبرانی، ترغیب ج ۳ ص ۳۹۲)

ایک قدم پر ستّر نیکیاں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو اپنے بھائی کی کسی ضرورت میں چلے تو اللہ پاک اس کے لئے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھتے ہیں۔ ستّر گناہ معاف کرتے ہیں یہاں تک کہ اسے چھوڑ کر آجائے اگر اس کے چلنے سے ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔ تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے کہ اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہو۔ اگر وہ اسی ضرورت میں (کسی وجہ سے) شہید ہوجائے تو بلا حساب جنت میں جائے گا۔ (ترغیب ج ۲ ص ۳۹۳)

فائدہ: اگر کسی طرح اسی راستہ میں شہید ہوجائے تو بلا حساب جنت میں داخلہ۔ خیال رہے کہ بلا حساب جنت یہ بہت ہی بڑی دولت ہے۔

جنّت کا بلند درجہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے لئے کسی نیک کام میں کسی حاکم یا بادشاہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنے۔ خدائے پاک جنت میں اسے بلند درجہ عطا فرمائے گا۔ (ترغیب ج ۲ ص ۲۹۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ وہ کام حاکم گورنر جج وغیرہ سے متعلق ہو۔ اور اس کی رسائی وہاں تک نہ ہو۔ یا اس سے کام نہ بنتا ہو۔ اور یہ شخص حاکم وغیرہ کا متعارف ہے۔ وہاں تک پہنچادے۔ اور اس تک کوشش کردے۔ خواہ کام ہو یا نہ ہو۔ اس عظیم ثواب کا حامل ہوگا۔

حج پر حج کرنے سے افضل

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اعمشؒ سے کہا۔ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ

تمہارا اپنے بھائی کی ضرورت میں جانا حج پر حج کرنے سے افضل ہے۔ جب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کو اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت سے کہا تو انہوں نے اعتکاف کو چھوڑ کر ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کی۔ (کتاب البر ابن جوزی ۲۲۸)

فائدہ: کیا خلوص تھا اور کس طرح ثواب کے حریص تھے۔ یہی مخلصانہ جذبہ خدا کے تقرب کا باعث ہے۔ ذکر و عبادت تو آسان مگر یہ امور مشکل، اسی وجہ سے ثواب اس قدر ہے۔

ایک ماہ کے اعتکاف سے افضل

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً منقول ہے کہ کسی بندے کا اپنے بھائی کی ایک دن مدد کرنا، ایک ماہ کے اعتکاف سے افضل ہے۔

افسوس کے آج باہمی تعاون کا جذبہ عوام میں تو کچھ ہے بھی البتہ خواص سے جاتا رہا۔ یہ اپنے مشاغل ہی پر مسرور اور اکتفا کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جو یقیناً ثواب کی کمی کا باعث ہے۔

پل صراط پر مضبوط قدم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو کسی شخص کی حاجت پوری کرنے میں اعانت و مدد کرے۔ اللہ پاک اس دن اس کے قدم کو مضبوط رکھے گا جس دن لوگوں کے قدم ڈگمگا جائیں گے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۳۹۲)

فائدہ: یہ صرف اعانت اور مدد کا ثواب ہے۔ اگر ضرورت پوری کردے تو پھر اس کے ثواب کا کیا پوچھنا۔

خدا کے عذاب سے کون مامون؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کی ایک

مخلوق ہے۔ جسے خدا نے لوگوں کی ضرورتوں اور حاجتوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ لوگ اپنی ضرورتوں میں اس کی طرف جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کے عذاب سے مامون ہیں۔ (طبرانی، ترغیب ج ۳ ص ۳۹۰)

فائدہ: واقعۃً سب لوگوں کا یہ مزاج نہیں کہ لوگوں کی ضرورتوں کا خیال کریں۔ دنیا میں چند ہی لوگ ایسے خوش نصیب ہیں۔ بہتوں کے پاس مال وجائیداد کی فراوانی ہوتی ہے۔ مگر ان کی ذات سے کسی مخلوق کو فائدہ نہیں۔ بس ایک نام اور خدا کے نزدیک گرفت اور مواخذہ کا ذریعہ۔ دنیا میں امیر مگر آخرت میں غریب۔ نیک بخت اور خدائی عذاب سے وہ مامون ہے جو لوگوں کی ضرورتوں میں اللہ کے دئے ہوئے مال کو خرچ کرتے ہیں۔

خدا کی بھلائی کس کے ساتھ؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی وخیر کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو لوگوں کی ضرورتیں ان سے وابستہ اور متعلق کردیتے ہیں۔ (بیہقی، الدر المنثور ج ۶ ص ۱۰۹)

فائدہ: لوگوں کی ضرورتوں اور حاجتوں میں کام آنا یہ علامت ہے اس بات کی کہ خدا نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ہے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو اس دولت سے محروم ہیں۔

عمر بھر خدمت کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اپنے مسلمان بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرتا ہے گویا اس نے عمر بھر خدا کی اطاعت کی۔

(کتاب البر ابن جوزی ص ۳۳۱، مکارم ابن ابی الدنیا ص ۳۳۳)

فائدہ: خدمت خلق کا کتنا ثواب ہے کہ عمر بھر اطاعت کا ثواب۔ اسی وجہ سے اہل

اللہ کو اس میں ممتاز پایا گیا ہے۔

جنّت میں خادم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مؤمن کی مہمانی کی۔ یا کسی مؤمن کی ضرورت میں مدد یا سہولت پہنچائی تو اللہ پر حق ہے کہ اس کے لئے جنّت میں اک خادم متعیّن کردے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا ص ۳۴۵)

مسجد نبوی ﷺ میں دو ماہ کے اعتکاف سے افضل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو اپنے کسی بھائی کی ضرورت میں چلے (اور اس کی اعانت کرے) میری مسجد (مسجد نبوی) کے دو ماہ کے اعتکاف سے افضل ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں مسجد نبوی کے ایک ماہ کے اعتکاف سے افضل ہونا بھی منقول ہے۔ (مستدرک حاکم ج ۴ ص ۲۷۰، ترغیب ج ۲ ص ۳۹۱)

فائدہ: اللہ اکبر کس قدر فضیلت ہے۔ کہ مسجد نبوی کا اعتکاف جس پر ہزاروں روپیہ خرچ کر کے جایا جاتا ہے۔ اس سے زائد فضیلت کا حاصل یہ ہے کہ کسی ضرورتمند کی ضرورت میں چند قدم کوشش کرے افسوس کہ آج امیر وخوشحال لوگوں کی ضرورت میں تو چند قدم چلنے کو فخر محسوس کرتے ہیں۔ چونکہ اس کا موہوم فائدہ سامنے نظر آتا ہے بخلاف غریب اور کمزور کے کہ اس کی خدمت میں کوشش کو ذلت کی بات سمجھتے ہیں۔ ایسے حضرات ان فضائل وترغیب کی احادیث کو سنیں اور ثواب کا استحضار کریں تو انشاء اللہ غریبوں، کمزوروں کی خدمت میں مزہ آئے گا۔

مال ونعمت کی فراوانی کے باقی رہنے کا نسخہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ پاک

نے ایک ایسی جماعت پیدا کی ہے۔ جن کو اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ جن سے لوگوں کا نفع وابستہ ہے۔ جب تک وہ بندوں پر خرچ کرتے رہتے ہیں تو خدا ان کی نعمتوں کو باقی رکھتا ہے۔ اور جب وہ بندوں سے ہاتھ روک لیتے ہیں۔ تو خدا ان سے لے کر دوسروں کو دے دیتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو نعمتوں (مال وغیرہ) سے نوازا ہے۔ جب تک وہ مسلمانوں کی ضرورت پوری کرتے رہتے ہیں۔ اللہ ان کے پاس نعمتوں کو باقی رکھتے ہیں۔ جب وہ بند کر دیتے ہیں تو خدائے پاک ان سے لے کر دوسرے کو دے دیتے ہیں۔ (طبرانی، ترغیب ص ۳۹۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک کے کارخانۂ قدرت میں ایک نظام یہ ہے کہ بعض لوگوں کو مال کی فراوانی دیتے ہیں۔ اور لوگوں کی ضرورتیں، صدقات خیرات، ہدایا، تحائف یا معاملات ان سے متعلق کر دیتے ہیں۔ جب تک یہ شخص لوگوں کی اعانت کرتا رہتا ہے، نفع پہنچاتا رہتا ہے، خدا اس کے مال کو باقی رکھتا ہے، اور جب ہاتھ کھینچ لیتا ہے، سلسلہ بند کر دیتا ہے تو خدا ان سے مال کو بند کر کے دوسرے کو حوالہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا اگر نسلوں میں مال اور نعمت کی فراوانی کو باقی رکھنا ہے۔ تو حسب استطاعت لوگوں کو نفع پہنچاتا رہے۔ مالی خدمت کرتا رہے۔

مال اور نعمت کا زوال کب آتا ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی ایسا بندہ نہیں جس پر اللہ پاک نے نعمتوں کو بہایا ہو (مالدار بنایا ہو اور لوگوں کی ضرورتیں اس سے وابستہ کر دی ہوں مگر پھر بھی وہ کوتاہی کرتا ہو (لوگوں کو نفع نہ پہنچاتا ہو) تو وہ اللہ پاک کی اس نعمت کو زائل کر دیتا ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کو نفع پہنچانے سے مال باقی رہتا ہے۔ جب ادھر سے یہ سلسلہ بند کر دیتا ہے تو خدا بھی بند کر دیتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے جن لوگوں نے بخشش کا سلسلہ قائم رکھا مال میں برکت ہوئی اور باقی رہا۔ جب ان کی اولاد آئی اور انہوں نے یہ سلسلہ بند کر دیا تو قدرت نے ان کو محروم کر دیا۔ اور پریشان حال غربت کے شکار ہو گئے۔

اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں کہ کوئی اپنے بھائی کی مدد کرے۔ خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اگر وہ ظلم کر رہا ہے تو اسے ظلم سے روکے۔ اگر مظلوم ہے تو اس کی مدد کرے۔ (دارمی، جامع صغیر ج ۱ ص ۱۹۳)

مظلوم کی مدد نہ کرنے پر لعنت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مظلوم کو دیکھا اور اس کی مدد نہ کی تو اس پر خدا کی لعنت ہے (کنز العمال ج ۳ ص ۴۱۳)

فائدہ: مظلوم کی مدد اور اسے ظلم سے بچانا واجب ہے۔ قدرت کے باوجود مدد نہ کرنا اور اسے یونہی چھوڑ دینا باعث لعنت ہے۔

جس نے مؤمن کو ذلیل ہوتے دیکھا اور مدد نہ کی

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس کوئی مؤمن ذلیل ہو رہا تھا اور اس نے باوجود قدرت و وسعت کے اس کی مدد نہ کی تو خدائے پاک تمام لوگوں کے سامنے قیامت کے دن اسے ذلیل کرے گا۔

(بیہقی، کنز العمال ج ۳ ص ۴۱۵)

فائدہ: باوجود استطاعت اور طاقت کے مدد نہ کرنے پر قیامت میں یہ سزا ملے گی۔

جہنّم سے محفوظ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے بھائی کو ذلت سے بچایا۔ خدائے پاک اسے قیامت کے دن جہنم سے بچائے گا۔

(ترمذی، کنز العمال ص ۲۱۵)

دس سال کے اعتکاف سے بڑھ کر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں معتکف تھے۔ ایک شخص آیا اس نے سلام کیا۔ اور بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا۔ اے فلاں میں تم کو بڑا رنجیدہ پریشان حال دیکھتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں اے رسول پاک ﷺ کے چچا کے لڑکے۔ فلاں کا میرے اوپر قرضہ ہے۔ اور قسم ہے اس صاحب قبر کے حرمت کی میں ادا کرنے پر قادر نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو میں اس سلسلے میں اس سے گفتگو کروں۔ اس نے کہا۔ اگر آپ بہتر سمجھیں تو ضرور کریں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جوتا پہنا اور مسجد سے باہر آگئے۔ اس آدمی نے کہا کیا آپ جس میں تھے بھول گئے (یعنی اعتکاف کی حالت میں) انہوں نے کہا نہیں بھولا۔ لیکن میں نے اس صاحب قبر ﷺ سے سنا ہے اور ابھی کوئی زیادہ زمانہ نہیں گذرا اور اتنے میں ان پر گریہ بھی طاری ہوگیا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے جو اپنے کسی بھائی کی ضرورت میں چلے اور اس میں کوشش کرے اس کے لئے دس سال کے اعتکاف سے یہ بڑھ کر ہے۔ اور جس نے ایک دن کا اعتکاف خدا کی رضا کے واسطے کیا۔ خدائے پاک اس کے اور جہنم کے درمیان تین ایسے خندق حائل فرمادیتے ہیں جن کے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا ہے۔ (طبرانی، حاکم، ترغیب ج ۲ ص ۱۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے کسی ضرورت مند پریشان حال کی اعانت میں چلنے اور کوشش کرنے کی کتنی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ اعتکاف جیسی اہم عبادت تک کو قربان کردیا۔ دراصل ان حضرات کے یہاں تمام عبادات و ریاضت کا مقصد خدا کو خوش کرنا تھا اس میں ان کے نفس اور حظ نفس کو کوئی دخل نہ تھا۔ جب انہوں نے کسی ضرورت مند کی حاجت روائی اور اس کی اعانت میں چلنے کا ثواب اور خدا کی رضا کو زائد دیکھا تو اسی رخ کو اختیار کیا۔

آج اس دور میں کسی مسلمان غریب کی حاجت روائی میں چلنا اور اعانت کرنا عیب کی بات خیال کیا جاتا ہے۔ کسی پریشان حال مسافر آدمی کو چل کر راستہ تک بتانا مشکل ہے تو غریب کی اعانت میں چلنا تو بہت دور کی بات ہے۔

یہی وہ امور ہے جو نفس کو توڑنے کے ساتھ خدا کے تقرب کا باعث ہیں۔

خلاصہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ خدمت خلق میں سب سے زیادہ اور متعدد قسموں کا عظیم ترین ثواب کسی مسلمان بھائی کی حاجت اور ضرورت میں چلنا۔ کوشش کرنا تعاون کرنا مدد وسعی کرنے میں ہے۔ اس سے زیادہ کسی اور امر میں ثواب نہیں۔ مزید یہ کہ عبادت الٰہی سے بھی اس کا ثواب زیادہ ہے۔ ایک شخص نفلی عبادت و ذکر میں ہو اور ایک شخص خالصۃً لوجہ اللہ کسی بندۂ خدا کی ضرورت پوری کرنے میں ہو اور دنیا کی کوئی غرض شامل نہ ہو تو اس کا ثواب زائد ہے۔ اس وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا نفلی عبادت چھوڑ کر بندے کی ضرورت میں چلنا اور سعی کرنا منقول ہے۔ خدائے پاک ہمارے بھی سمجھ میں ڈال دے۔

خیال رہے کہ یہ تمام فضیلتیں عام مؤمنین کے متعلق ہیں۔ اللہ والوں اہل علم، اہل خدمت کی اعانت اور مدد کا ثواب اس سے بہت زائد ہے علم اور دین کی اشاعت کا ثواب مزید اضافہ کے ساتھ ملتا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس کا خیال رکھتے ہیں۔

احباب اور رفقاء کی رعایت میں حج جیسی عبادت قربان

محدث معمر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ (جو مشہور جلیل القدر تابعین میں سے ہیں) کا ایک رفیق کی بیماری کی وجہ سے حج فوت ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حج کو جا رہے تھے ان کی تیمارداری کی وجہ سے حج کا وقت گذر گیا۔ انہوں نے ان کی خدمت کو چھوڑ کر حج ادا نہ کیا۔ اسی طرح امام بیہقی نے ایوب سختیانی سے نقل کیا کہ ایک شخص حج کے ارادے سے نکلا ساتھی بیمار ہو گئے۔ تو ان کی خدمت اور ضرورت میں لگ گئے یہاں تک کہ حج کا وقت گذر گیا۔ اور وہ ان کو چھوڑ کر حج کے لئے نہیں گئے بلکہ کہا کہ اب میں عمرہ کر لوں گا۔

(بیہقی فی الشعب ج ۷ ص ۸۶ تا ص ۸۷)

اس سے معلوم ہوا کہ ساتھی اور احباب کی رعایت ضرورت پر ان کی خدمت کس قدر عظیم ترین ہے کہ ان کی وجہ سے حج جیسی عظیم ترین عبادت چھوڑ دی۔ یہ حج نفل ہو گا چونکہ فرض میں تو اس کی گنجائش نہیں۔

پریشان حال کی مدد و اعانت

خدا کے نزدیک پسندیدہ عمل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک پریشان حال کی مدد کو پسند کرتے ہیں۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۴۱۷، مکارم طبرانی ص ۳۲۵)

تہتر نیکیاں

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص پریشان حال کی کوئی مدد کرتا ہے۔ اسے ۷۳ نیکیاں ملتی ہیں۔ ایک نیکی (کی برکت) سے دنیا اور آخرت درست کی جاتی ہے۔ باقی سے اس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

(کتاب البر ص ۲۴۲، کنز العمال ج ۳ ص ۴۱۵، بیہقی)

قیامت کے دن پریشانی سے محفوظ

سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت میں ہو گا خدائے پاک اس کی ضرورت میں ہو گا۔ جو شخص کسی مسلمان کے غم اور پریشانی کو دور کرے گا۔ خدائے پاک قیامت کے دن اس کے غم و پریشانی کو دور کرے گا۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۳۰، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مؤمن کو رنج غم پریشانی سے نجات دے۔ خدائے پاک اسے قیامت کے دن رنج و غم سے نجات دے گا۔ جو شخص کسی کی مشکلات کو حل کرے گا خدائے پاک اس کی دنیا اور

آخرت کی مشکلات کو حل کرے گا۔ اور جو شخص اپنے بھائی کی اعانت اور مدد میں رہے گا خدائے پاک اس کی مدد میں رہے گا۔ جو شخص علم کے راستہ میں چلے گا خدائے پاک اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنائے گا۔

(مسلم ص ۳۴۵ ج ۲، ترمذی ص ۹۴، کتاب البر ابن جوزی ص ۲۳)

پل صراط پر نور کے چراغ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو کسی مؤمن کو رنج و پریشانی سے نجات دے گا۔ تو اللہ پاک پل صراط پر اس کے لئے نور کے ایسے دو شعلے دیں گے کہ اس کی روشنی سے پوری دنیا روشن ہو جائے گی۔ جس کا احصاء اللہ رب العزت کے علاوہ کسی کو نہ ہوگا۔ (مکارم طبرانی ص ۳۴۲)

مستجاب الدعوات کیسے ہوگا؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول ہو۔ اور اس کی مصیبت و پریشانی دور ہو تو وہ پریشان حال کی مدد کرے۔ لوگوں کی مشکلات کو حل کرے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۳، کتاب البر ابن جوزی ص ۲۳۸)

صدقہ خیرات نہ کر سکے تو

حضرت ابوبردہ سے عن ابیہ عن جدہ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ واجب ہے۔ پوچھا گیا اگر وہ (مال نہ پائے) آپ نے فرمایا کام کرے اور خود بھی فائدہ اٹھائے اور صدقہ کرے۔ پوچھا گیا اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھ سکے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کسی پریشان حال شخص کی مدد کرے۔ (بخاری کتاب الادب ج ۲ ص ۸۹۰)

زائد امور میں دوسرے کو شریک کرے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ ایک آدمی دبلے اونٹ پر آیا۔ اور دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ (یعنی کوئی اچھی صورت کی تلاش میں سرگرداں تھا) آپ ﷺ نے فرمایا اگر کسی کے پاس زائد سواری ہو تو جس کے پاس سواری نہ ہو اس کی مدد کرے۔ اور جس کے پاس زائد توشہ ہو تو وہ اس کی مدد کرے جس کے پاس کوئی توشہ نہ ہو۔ پھر آپ ﷺ نے تمام مالوں کی قسموں کا ذکر کیا۔ یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ زائد اور فارغ چیزوں میں ہمارا کوئی حق نہیں۔ (مکارم طبرانی ص ۳۳۶)

مطلب یہ ہے کہ ضرورت اور پریشان حال لوگوں کی مدد خاص کر کے ان امور میں جو اس کے پاس ضرورت سے زائد ہو۔ ضرور مدد کرے۔ مثلاً کوئی شخص کپڑا چادر یا گھر کے مسئلہ میں پریشان ہو اور دوسرے کے پاس ضرورت سے زائد یہ چیزیں ہوں تو وہ ضرورت مند کا خصوصی خیال رکھے اور اس کی مدد کر دے۔

بھلائی بیکار نہیں جاتی ایک عجیب واقعہ

حدث ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے ابو نعیمؒ کے واسطے سے بیان کیا۔ کہ عبدالحمید حمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ میں سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں موجود تھا۔ ان کی مجلس میں کم و بیش ایک ہزار لوگوں کا مجمع تھا۔ وہ مجلس کے آخر میں بیٹھے ایک شخص کی جانب متوجہ ہوئے جو دائیں جانب بیٹھے تھے۔ اور کہا کھڑے ہو جاؤ اور سانپ والا واقعہ بیان کرو۔

اس نے کہا سنو اور غور سے سنو۔ مجھ سے میرے والد نے دادا سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ ایک آدمی تھا جس کا نام محمد بن حمیر تھا۔ بڑا متقی پرہیزگار صائم النہار قائم

اللیل تھا۔ مگر شکاری تھا۔ ایک دن شکار کر رہا تھا کہ اچانک ایک سانپ آگیا۔ اور اس نے کہا اے محمد بن حمیر مجھے پناہ دو۔ خدا تم کو پناہ دے گا۔ میں نے کہا کس سے۔ کہا دشمن سے جو میری تلاش میں ہے۔ پوچھا کہاں ہے دشمن؟ اس نے کہا میرے پیچھے۔ میں نے پوچھا تم کس کی اُمت میں سے ہو۔ کہا محمد ﷺ کی اُمت میں سے۔ اور لا الٰہ الا اللہ پڑھا (یعنی جن بشکل سانپ تھا) اس نے کہا میں نے چادر کھولی اور کہا اس میں گھس جاؤ۔ اس نے کہا میرا دشمن دیکھ لے گا۔ میں نے کپڑا لیا اور کہا اس کپڑے اور میرے پیٹ کے بیچ میں گھس جاؤ۔ سانپ نے کہا دشمن میرا دیکھ لے گا۔ اس نے کہا پھر میں کیا کروں۔ سانپ نے کہا اگر تم میرے ساتھ بھلائی چاہتے ہو تو میرے لئے اپنا منہ کھولو کہ میں اس میں گھس جاؤں گا۔ اس نے کہا ارے تم مجھے مار ڈالو گے۔ اس نے کہا قسم خدا کی کبھی تم کو نہیں ماروں گا۔ اللہ کے فرشتے۔ اس کے رسول۔ حاملین عرش، سکان آسمان سب اس قسم پر گواہ ہیں کہ میں تم کو قتل نہیں کروں گا۔ محمد بن حمیر نے کہا۔ اس سانپ کی قسم پر میں مطمئن ہوگیا۔ چنانچہ (اس کی جان بچانے کی بھلائی میں) میں نے اپنا منہ کھولا۔ تو وہ اس میں گھس گیا۔ پھر میں چلا تو ایک آدمی سے ملاقات ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اس نے مجھ سے کہا اے محمد۔ تم نے دشمن کو دیکھا ہے۔ میں نے کہا۔ کون۔ اس نے کہا سانپ۔ میں نے کہا قسم بخدا نہیں۔ پھر میں نے نہیں کہنے پر سو مرتبہ استغفار کیا۔ ادھر سانپ نے میرے مونہہ سے سر نکال کر کہا دیکھو دشمن چلا گیا۔ میں نے دیکھا اور کہا ہاں وہ چلا گیا۔ نظر نہیں آرہا ہے۔ میں نے کہا اب تم نکل جاؤ۔ اس نے کہا اے محمد اب دو میں سے ایک اختیار کرلو۔ یا تو تمہاری کلیجی ٹکڑے ٹکڑے کردوں۔ یا دل میں چھید کردوں اور تم کو مردہ چھوڑ دوں۔ میں نے کہا سبحان اللہ تمہارا عہد اور قسم کہاں گیا اتنی جلدی بھول گئے۔ اس نے کہا اے محمد تم کو ہمارے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان دشمنی نہیں معلوم کہ میں نے گمراہ کیا اور جنت سے نکالا۔ (ایک قول میں شیطان نے بشکل سانپ شجرہ کھانے کا مشورہ دیا تھا) تو پھر تم نے

نالائق پر احسان بھلائی کیوں کی۔ میں نے کہا اچھا اگر ضروری ہی مجھے مارو گے تو کچھ موقعہ دو۔ اس پہاڑ کے نیچے چلا جاؤں۔ چنانچہ زندگی سے ناامید آسمان کی طرف نگاہ کر کے یہ پڑھنے لگا:

﴿یَا لَطِیْفُ یَا لَطِیْفُ یَا لَطِیْفُ اُلْطُفْ بِیْ بِلُطْفِكَ الْخَفِیِّ یَا لَطِیْفُ کَفَیْتَنِیْ هٰذِهِ الْحَیَّةَ﴾

پھر ایک خوش پوشاک معطر شخص نمودار ہوا۔ اور اس نے سلام کیا میں نے جواب دیا اس نے پوچھا کیا بات ہے تمہارا رنگ کیوں بدلا ہے؟ میں نے کہا ایک ظالم دشمن سے جو میرے پیٹ میں ہے۔ اس نے کہا مونہہ کھولو۔ میں نے مونہہ کھولا تو اس نے سبز زیتون کے پتے کے مانند مونہہ میں ڈالا اور کہا اسے نگل جاؤ۔ میں نگل گیا تو میرے پیٹ میں کچھ درد کا احساس ہوا۔ وہ سانپ پیٹ میں حرکت کرنے لگا۔ پھر ٹکڑے ٹکڑے ہوکر پاخانہ کے راہ نکل گیا۔ میں اس سے چمٹ گیا اور پوچھا بھائی تم کون ہو بتاؤ۔ اس نے کہا نہیں پہچانتے جب یہ سانپ تمہارے درمیان حائل ہوا (تمہارے درپے ہوا) اور تم نے ان الفاظ سے دعا کی تو ساتوں آسمان کے فرشتے اللہ کی طرف گریہ وزاری کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا میری عزت وجاہ جلال کی قسم سانپ نے جو میرے بندے کے ساتھ کیا وہ میری نگاہ میں ہے۔ اللہ پاک نے مجھے حکم دیا (اور میں "معروف" (بھلائی و احسان ہوں جو فرشتے کی شکل میں متشکل ہوگیا۔ میرا مکان چوتھا آسمان ہے۔) کہ جنت جاؤ اور سبز پتے لے کر میرے بندے محمد بن حمیر کے پاس جاؤ۔ (پھر اس) فرشتہ نے کہا، اے محمد، تم پر احسان اور بھلائی لازم ہے۔ یہ مصائب کو پچھاڑ دیتا ہے۔ اگر وہ جس پر تو نے احسان کیا ہے ضائع بھی کردے۔ تو خدا تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرتا۔ (رسائل ابن ابی الدنیا، الفرج ص۸۰، کتاب البر ابن جوزی)

فائدہ: دیکھئے اس نے ایک موذی جانور کے ساتھ احسان کیا اس کی جان بچائی۔

جب اس نے دھوکا دیا تو خدائے پاک نے غیبی مدد و نصرت کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ احسان و بھلائی خواہ دشمن ہی پر سہی رائیگاں نہیں جاتی ضرورت کے وقت کام آتی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ کسی پر بھی احسان و بھلائی کرنے سے دریغ نہ کریں خواہ وہ دشمن یا جانور و کافر ہی سہی۔

مظلوم کی مدد

مظلوم کی مدد کا حکم

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو رسول پاک ﷺ نے مظلوم (جس پر کسی نے ناحق ظلم کیا ہو) مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔

(مختصراً بخاری ص۳۳۱، مکارم الطبرانی ص۳۲۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ مظلوم ہو تو ہم اس کی مدد کریں گے مگر ظالم کی کس طرح مدد کریں گے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اسے ظلم سے باز رکھو اور منع کرو۔ یہ اس کی مدد ہے۔ (بخاری ص۳۳۱، ترمذی، ترغیب ج۳ ص۱۹۱)

خدائے پاک مظلوم کی ضرور مدد کرے گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدائے پاک عزوجل نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرمایا۔ میں ظالم سے ضرور انتقام لوں گا خواہ دنیا میں یا آخرت میں۔ اور اس سے بھی انتقام لوں گا جو مظلوم کی مدد پر قادر تھا۔ اور اس نے مدد نہیں کی۔ (الترغیب ج۳ ص۱۹۰)

مظلوم کی مدد نہ کرنے پر گرفت و مؤاخذہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے روایت کیا ہے کہ بندوں میں کسی کے متعلق حکم دیا گیا کہ اس کی قبر پر سو کوڑے مارے جائیں۔ پس وہ دعا کرتا رہا یہاں

تک کہ ایک کوڑا رہ گیا۔ اور اس کی قبر آگ سے بھر گئی۔ جب آگ ختم ہوئی تو اس نے پوچھا کس وجہ سے ایسا کیا گیا۔ جواب دیا گیا کہ تم نے بلا پاکی کے نماز پڑھی تھی۔ اور کسی مظلوم پر گذرے تھے تو اس کی مدد نہیں کی تھی۔ (الترغیب ج ۳ ص ۱۹۰)

فائدہ: یعنی فرشتے نے بتایا کہ دو وجہ سے تم کو یہ سزا ملی۔

مظلوم کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین اشخاص کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں۔ روزہ دار کی تاوقتیکہ افطار نہ کرے منصف امام کی۔ اور مظلوم کی۔ جسے خدائے پاک بادلوں سے اوپر اٹھالیتا ہے۔ اور آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور خدائے پاک کہتا ہے اپنی عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا، گو تاخیر سے سہی۔ (جامع صغیر ص۱۶۱ ابن ماجہ ترمذی ترغیب ج ۳ ص ۱۸۷)

مظلوم کے لئے کوئی حجاب مانع نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ کو جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا۔ مظلوم کی بددعا سے بچنا کہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی حجاب و پردہ نہیں۔ یعنی کوئی رکاوٹ نہیں۔ اس کی بددعا قبول ہو جاتی ہے۔ (بخاری ص ۳۳۱)

فائدہ: مظلوم ناحق ستائے جانے اور پریشان کئے جانے والوں کی مدد اعانت و نصرت صرف اسلام ہی نہیں بلکہ حقوق انسانی کا بھی عظیم ترین فریضہ ہے۔ اس لئے انسانی حقوق کی رعایت کرتے ہوئے اسلام نے تاکید کی ہے کہ آدمی مظلوم کی خواہ کافر غیر مسلم سہی مدد و اعانت کرے۔ خدائے پاک مظلوم کی پکار خصوصیت کے ساتھ سنتے

ہیں۔ اور اس کی مدد فرماتے ہیں۔ گو مصالح اور حکمت کے اعتبار سے فوراً نہ ہو۔ بسا اوقات تاخیر سے مدد ہوتی ہے غافل انسان اسے سمجھ نہیں پاتا۔ بعض موقعوں پر اعانت و نصرت کا رخ ایسا مخفی ہوتا ہے کہ عموماً فہم سے بالاتر ہوتا ہے۔

اسی طرح ظالم کو بھی ایسی سزا دیتے ہیں کہ وہ سمجھ نہیں پاتا کہ اسے اس کے ظلم کی یہ سزا مل رہی ہے۔ جسے اہل معرفت حضرات ہی سمجھ سکتے ہیں۔

یتیموں، مساکین اور بیواؤں کی خدمت

یتیموں کا خیال رکھنے والا آپ ﷺ کے ساتھ جنّت میں

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والے جنّت میں اس طرح ہوں گے پھر آپ ﷺ نے انگشت شہادت اور بیچ والی انگلی سے اشارہ کیا۔ (بخاری ج ۲ صہ ۸۸۸)

فائدہ: یتیم کی خبر گیری اور اس کی کفالت جہاں انسانی دنیا میں اس کی وقعت اور شریفانہ عادتوں میں سے ہے وہاں شریعت میں بھی اس کی بڑی تاکید اور فضیلت ہے۔ تاکہ یتیم بچہ ضائع نہ ہو۔ اور وہ بھی باپ والے بچوں کی طرح پروان چڑھ سکے۔

بہترین اور بدترین گھر کون ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کا بہترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔ اور مسلمانوں کا بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیموں کے ساتھ برا سلوک کیا جائے۔ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنّت میں دو انگلیوں کی طرح (ایک دوسرے کے ساتھ) مل کر رہیں گے۔

(ادب المفرد صہ ۵۳، مجمع الزوائد صہ ۱۶۰، مکارم طبرانی صہ ۳۳۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کے نزدیک محبوب ترین وہ مکان ہے جس میں یتیم کے ساتھ اکرام کیا جائے۔

(ترغیب صہ ۳۳۹، کنز جدید ج ۳ صہ ۱۶۹)

یتیموں پر رحم کرنے والا عذاب سے محفوظ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قسم اس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ قیامت کے دن خدا اسے عذاب نہ دے گا جو یتیم پر مہربانی کرتا ہو۔ اس کے ساتھ اکرام کے ساتھ کلام کرتا ہو۔ اس کی یتیمی اور کمزوری پر رحم کرنے والا ہو۔ اور جو (مال) خدا نے اسے بخشا ہو اس کی وجہ سے اپنے پڑوسی پر بڑھ چڑھ کر رہنے والا نہ ہو۔ (مکارم طبرانی ۳۳۹)

تین عمل جنّت کا سبب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص مسلمانوں کے کسی یتیم کی پرورش کرے۔ اس کے کھانے پینے کا انتظام کرے۔ تو وہ ضرور جنّت میں داخل ہو گا۔ ہاں مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو قابل مغفرت نہ ہو۔ اسی طرح جس کی دو آنکھیں لے لی جائیں اور وہ صبر کرلے اور ثواب کی امید رکھے۔ تو اس کا ثواب میرے نزدیک جنّت کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور جس شخص نے تین لڑکیوں کی پرورش کی ان پر خرچ کیا ان پر شفقت کی۔ اور ان کو ادب سکھایا۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ جنّت میں داخل کرے گا۔ (کنز العمال ج ۳ صہ ۱۷۱)

بابرکت دسترخوان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس سے زیادہ بابرکت دسترخوان نہیں ہے۔ جس میں یتیم شریک ہو۔ (کنز العمال ج ۳ صہ ۱۷۱)

ضرورتیں پوری کیسے ہوں؟

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو یہ چاہتا ہو کہ

اس کا دل نرم ہو۔ اس کی ضرورتیں پوری ہوں تو وہ یتیموں پر رحم کرے اس کے سر پر ہاتھ پھیرے۔ اسے اپنی طرح کھانا کھلائے تو اس کا دل نرم ہوگا اور اس کی ضرورتیں پوری ہوں گی۔ (کنز العمال صہ ۱۶۹)

دل نرم اور ضرورتیں پوری ہوں گی

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کے پاس آکر قساوت قلب کی شکایت کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا قلب نرم ہو۔ اور تمہاری ضرورتیں (غیب سے) پوری ہوں۔ تو یتیموں پر رحم کرو۔ ان کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرو۔ ان کو اپنی طرح کھانا کھلاؤ۔ اس سے دل نرم ہوگا اور ضرورتیں پوری ہوں گی۔ (الترغیب ج ۳ صہ ۳۴۹)

فائدہ: نرمی قلب بہت بڑی دولت ہے۔ اس سے حق اور دین شریعت کی باتوں کو جلد سے قبول کرنے والا ہو جاتا ہے۔ رحم اور شفقت کرتا ہے۔ خدا کی گرفت اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہے۔ گناہ کی وعید اور اس کی سزا سن کر گناہ سے باز رہتا ہے۔ اہل و عیال احباب اقرباء و اعزہ کی خبر گیری کرتا ہے۔ غرض کہ قلب کی نرمی نیکیوں کا باعث، اور قساوت نیکیوں سے محرومی کا باعث ہوتا ہے۔

بیواؤں کی خدمت کا ثواب جہاد کے برابر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسکین بیواؤں کی خدمت کرنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔

(بخاری مسلم صہ ۸۸۸، الترغیب ج ۳ صہ ۳۵۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا یتیموں اور بیواؤں کی خدمت کرنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح یا رات میں

عبادت گذار دن میں روزہ دار کے مانند ہے۔ (مکارم طبرانی صہ ۳۴، بخاری صہ ۸۸۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دسترخوان پر جب تک کوئی یتیم نہ ہوتا کھانا نہ کھاتے تھے۔ (ادب مفرد صہ ۵۳، مکارم الخرائطی ج صہ ۶۵۴)

فائدہ: کفالت یتیم کے ثواب کے علاوہ ایسے دسترخوان پر شیطان نہیں آتا۔ اس وجہ سے دسترخوان پر یتیم ضرور رکھتے تھے۔

دل کی قساوت کا علاج کیا ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے قساوت (سختی قلب) کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اپنے قلب کو نرم کرنا چاہتے ہو تو مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو۔ یعنی ان کی دیکھ بھال کیا کرو۔

(مجمع الزوائد ج ۸ صہ ۱۶۰، مسند احمد ج ۲ صہ ۲۶۳، مکارم طبرانی صہ ۳۵۰)

ابوعمران الجونی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ ایک آدمی آیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں سختی قلب کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا یتیم کے قریب رہو۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرو۔ اپنے دسترخوان پر اسے بیٹھاؤ، دل نرم ہو جائے گا۔ (مکارم الخرائطی صہ ۶۵۹)

فائدہ: دل کی سختی بہت بری چیز ہے۔ جس کی وجہ سے حق اور نیک بات کے قبول کرنے کی صلاحیت یا کم یا نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے اس سے پناہ مانگی۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْقَسْوَۃِ۔ کفار، فساق جو اہل جہنم ہیں ان کے دل عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں۔ قساوت کو دور کرنے کا علاج غرباء و مساکین کی خدمت اور یتیموں کی کفالت بتایا گیا ہے۔ اس سے دل نرم ہوتا ہے۔ دل کی نرمی صلاح کی علامت ہے۔

کس دسترخوان پر شیطان نہیں آتا؟

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جس برتن پر لوگ یتیم کے ساتھ کھا رہے ہوں۔ اس برتن کے قریب شیطان نہیں آتا۔

(کتاب البر ابن جوزی صہ ۲۳۱، مجمع ج ۸ صہ ۱۶۰، طبرانی فی الاوسط، ترغیب صہ ۳۴۸)

فائدہ: جس دسترخوان پر یتیم ہو، اس پر شیاطین نہیں آتے ہیں اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شیطان کبر و غرور اور فخر کے مواقع پر آتا ہے۔ یہاں تواضع و مسکنت کے اسباب ہیں۔ اس کا مزاج متکبرانہ و رئیسانہ ہے۔ یہاں اس کے خلاف ہے۔

ہر بال کے بدلے نیکی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو یتیم کے سر پر (از راہ محبت و اکرام) ہاتھ محبت سے پھیرے گا خدائے پاک ہر بال کے بدلے نیکی مرحمت فرمائے گا۔ (مجمع الزوائد ج ۸ صہ ۱۶۰)

ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جو شخص مسلمان یتیم کے ساتھ احسان کرے گا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھے گا۔ تو اللہ پاک ہر بال کے بدلے ایک درجہ بلند کرے گا۔ ایک نیکی دے گا۔ اور ایک گناہ معاف کرے گا۔ (مکارم الخرائطی صہ ۶۵)

یتیم بچے کی پرورش کے لئے جو بیوہ رہ جائے

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بے رونق اور مرجھائے ہوئے چہرہ والی عورت جو شوہر کی موت سے بیوہ ہو گئی ہو۔ اولاد کی پرورش کی وجہ سے صبر سے بیٹھی رہی (شادی نہیں کی) جنت میں میرے قریب اس طرح مرتبہ پائی گی جس طرح یہ دو انگلیاں۔ (ابوداؤد صہ ۷۰۶، ادب مفرد صہ ۵۴)

جنّت کا دروازہ پہلے کون کھولے گا؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھولوں گا۔ ہاں مگر مجھ سے پہلے ایک عورت پہل کرے گی میں پوچھوں گا تم کون ہو۔ پہلے عورت جواب دے گی میں ایک یتیم (اپنے بچے) کی پرورش کے لئے بیٹھی رہی (شادی نہ کی)۔ (مجمع الزوائد صہ ۱۶۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ باپ کے مرجانے یا طلاق دے دینے کی وجہ سے اگر وہ بچہ کی پرورش میں لگ جائے اور دوسری شادی نہ کرے تو یہ بڑی خوبی اور ثواب کی بات ہے۔ ہاں البتہ بچوں کے بڑے ہونے کے بعد شادی کر لی جائے کہ عورتوں کا بلا شادی کے رہنا اس زمانہ میں بڑے فتنہ کا باعث ہے۔

نیز اس وجہ سے بھی کہ دوسری شادی کو عیب اور برا سمجھنا جو سنّت اور مشروع ہے درست نہیں برائیوں کا علاج سنّت کو زندہ کرنا ہے۔

یتیم کی خبرگیری کرنے والا ضرور جنّت میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے مسلمانوں کے کسی یتیم کی (خبرگیری) اس کے کھانے پینے (کپڑے وغیرہ) کا انتظام کیا۔ یہاں تک کہ وہ خود کفیل ہو گیا تو اللہ پاک نے اس کے لئے جنت واجب کر دیا۔ ہاں مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا عمل کرے جو معاف نہ کیا گیا ہو (تو اس کی گرفت سے جنت سے محروم رہ سکتا ہے۔) (ترمذی، ترغیب صہ ۳۴۷، مکارم الخرائطی صہ ۶۵۵)

مالک بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو بچہ ماں باپ دونوں سے یتیم ہو گیا ہو اور کسی نے اس کی پرورش و نگہبانی کی یہاں تک کہ وہ بچہ خود کفیل ہو گیا ہو تو اس آدمی کے لئے یقینی طور پر جنت واجب ہو گئی۔ (مجمع ج ۸ صہ ۱۶۱، مسند احمد ج ۴

ص ۳۲۴، مکارم طبرانی ص ۳۵۲)

ابن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے جس نے مسلمان یتیم کے کھانے کپڑے (دیگر ضروریات) کی کفالت کی یہاں تک کہ وہ مستغنی ہوگیا (اپنے پیر پر کھڑا ہوگیا) تو اس شخص کے لئے حتمی طور پر جنت واجب ہوگئی۔ جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے ایک کو پایا اور ان کے ساتھ بھلائی نہیں کی تو جہنم میں داخل ہوگا۔ اور جس مسلمان نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا تو جہنم سے چھٹکارا پائے گا۔

(ابو یعلی، الترغیب ج ۳ ص ۳۴۸)

عدی بن حاتم کی روایت ہے کہ جس نے کسی یتیم یا غیر یتیم کی پرورش اور نگہبانی کی یہاں تک کہ وہ اپنے پیر پر کھڑا ہوگیا اس کے لئے جنت واجب ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۳، کنز جدید ج ۳ ص ۱۴۹)

فائدہ: یتیم کی صحیح کفالت پر کہ وہ بڑا ہو کر خود کفیل ہوجائے، بڑی عظیم فضیلت ہے آج عموماً فتنہ کے دور میں ایسے گناہوں اور ایسے احوال کا صدور ہوتا رہتا ہے جن سے جہنم کا استحقاق ہوجاتا ہے۔ پھر اعمال ایسے نہیں کہ کچھ نجات کی امید ہو۔ کہ عدم خلوص اور شرعی قباحتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس لئے دیگر اعمال صالحہ فرائض واجبات پر عمل کرتے ہوئے کسی یتیم کی پوری کفالت خواہ اپنے گھر میں رکھ کر یا اور کسی طرح کرے تو شاید جنت کی امید حتمی طور پر ہوسکے۔ حصول جنت کے لئے یہ کیا ہی سہل اور آسان نسخہ ہے۔"

یتیموں، بیواؤں کی مدد کرنے والا حوادث سے محفوظ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حضور پاک ﷺ اول وحی کے نزول کے بعد واپس تشریف لائے تو خوف زدہ تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا مجھے کمبل اوڑھا دو۔ پھر خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ نے واقعہ بتایا۔ اور کہا مجھے ڈر محسوس ہو رہا ہے۔ (یعنی اجنبی نے جو میرے ساتھ ایسا واقعہ کیا اس واقعہ سے میرا دل خوف زدہ ہو رہا ہے۔) اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہرگز آپ کو کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ اللہ پاک آپ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا۔ آپ تو رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔ کمزوروں کی مدد کرتے ہیں۔ غریبوں پر خرچ کرتے ہیں۔ مہمانوں کا اکرام کرتے ہیں۔ حق ضرورتوں میں خرچ کرتے ہیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یتیموں بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کرتے رہتے ہیں تو اس سے جہاں آخرت کا ثواب ملتا ہے وہاں دنیا کے مصائب و حوادث اور پریشانیاں بھی دور ہوتی ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے: اَلصَّدَقَةُ تَدْفَعُ الْبَلَايَا۔ صدقہ بلاؤں کو دفع کرتا ہے۔ ایسا انسان خدا کے غضب سے بھی جو دنیا اور آخرت کی ہلاکت کا باعث ہے۔ محفوظ رہتا ہے۔ جیسا کہ ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ صدقہ خیرات خدا کے غضب کی آگ کو بجھاتا ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع صغیر میں ہے کہ صدقہ شر بلاؤں سے بچاتا ہے۔ کم سے کم جذام اور برص کی بیماری سے بچاتا ہے۔ (ص ۱۷۳)

احباب سے ملاقات وزیارت

احباب کی ملاقات وزیارت کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کی زیارت کرتا ہے، تو اللہ پاک اس سے کہتے ہیں۔ خوش رہو۔ اور تمہارا جانا مبارک ہو۔ تم نے اپنا ٹھکانہ جنّت میں بنایا۔ (ادب مفرد ص ۱۱۰)

خدا کی محبّت کس کو حاصل؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک شخص اپنے بھائی سے اس کے گاؤں میں ملاقات کے لئے چلا۔ خدا نے راستہ میں ایک فرشتہ بٹھادیا۔ اس نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا اس گاؤں میں میرا ایک بھائی ہے (وہاں کا ارادہ ہے)۔ اس نے کہا کیا اس کا تم پر احسان ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ اللہ کے واسطے محبت رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا میں خدا کی جانب سے تمہارے لئے بھیجا گیا ہوں۔ سو خدا بھی تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تم اس سے محبت کرتے ہو۔

(ترغیب ص ۳۶۴، ادب مفرد ص ۱۱۱)

فرشتہ کی مشایعت میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو خدا کے لئے ملتا ہے۔ ستر ہزار فرشتے اس کی مشایعت کرتے ہیں۔ (یعنی اکرام میں اس کے ساتھ چلتے ہیں) (مجمع ج ۸ ص ۱۷۳، کنز العمال ج ۹ ص ۷)

خدا کی محبّت واجب

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے جو میرے واسطے محبت کرتے ہیں۔ میرے واسطے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ میرے واسطے خرچ کرتے ہیں۔ میرے واسطے ملاقات وزیارت کرتے ہیں۔

(کنز العمال ج ۹ ص ۸)

اہل جنّت کون؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم کو جنّت والوں کے بارے میں نہ بتادوں۔ میں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا۔ نبی جنّت میں۔ صدیق جنّت میں۔ اور وہ آدمی جنّت میں جو شہر کے کنارے اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کے لئے محض اللہ کے واسطے جاتا ہے۔ (طبرانی، ترغیب، مجمع الزوائد ص ۱۷۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اپنے مقام سے دور شہر کے کنارے محض اللہ کے واسطے (کسی غرض دنیا کے لئے نہیں) جاتا ہے اور اس سے ملاقات وبات کرتا ہے تو یہ اہل جنّت ہونے کی علامت ہے۔ چونکہ یہ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ ہے۔

فرشتوں کی دعاء خوشگواری

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو بندہ بھی اپنے بھائی کے پاس ملاقات کے لئے اللہ کے واسطے آتا ہے۔ تو آسمان سے فرشتہ آواز دیتا ہے۔ خوش رہو۔ تمہارے لئے جنّت مبارک ہو۔ اور خداوند قدوس عرش ملکوت سے آواز دیتا ہے۔ میرا بندہ میری ملاقات میں ہے۔ اس کی مہمانی میرے ذمہ ہے۔ میں اس کے لئے جنّت سے کم پر راضی نہیں۔ (ترغیب ج ۳ ص ۳۶۴، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۷۳)

جنّت میں ٹھکانہ بنالیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص مریض کی عیادت کرے۔ کسی مسلمان بھائی کی زیارت کو خدا کے واسطے جائے۔ تو ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے خوش رہو۔ تمہارا چلنا مبارک ہو۔ تم نے اپنا ٹھکانہ جنت میں بنالیا۔ (ابن ماجہ صہ ۱۰۴، ترمذی ج ۲ صہ ۲۱)

ستر ہزار فرشتوں کی مشایعت و دعا

حضرت ابوذر بن عقیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ اے ابورزین مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرتا ہے تو اس کے ساتھ ۷۰ ہزار فرشتے ہو جاتے ہیں۔ جو اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ کہ اے اللہ جس طرح انہوں نے جوڑ رکھا ہے تو اے اللہ تو بھی اس کے ساتھ جوڑ رکھ۔

(ترغیب ج صہ ۳۶۵، مجمع ج ۸ صہ ۱۷۳)

فائدہ: کتنی بڑی فضیلت ہے۔ فرشتوں کی دعائے رحمت اور دعائے محبت الٰہی پاتے ہیں۔

جنّت کا شیش محل

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک بالاخانہ ہے جس کے باہر کا حصہ اندر سے اور اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہے (یعنی دیواریں شیشے کی ہوں گی) یہ اللہ نے ان لوگوں کے لئے بنایا ہے جو محبت رکھنے والے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملاقات کرنے والے اور ایک دوسرے پر خرچ کرنے والے ہوں گے۔

(ترغیب ج ۳ صہ ۳۶۵)

اللہ کی رحمت میں غوطہ

حضرت زر بن جیش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اپنے مؤمن بھائی سے ملاقات اور زیارت کے لئے جاتا ہے تو وہ اللہ کی رحمت میں غوطہ لگاتا ہے۔ تاوقتیکہ واپس نہ آجائے۔ (ترغیب صہ ۳۶۵)

فائدہ: ان ساری فضیلتوں کی بنیاد یہ ہے کہ اہل ایمان کا آپس میں جوڑ محبت رہے۔ توڑ اور تعلقات خراب نہ ہوں کہ اس سے دین و دنیا دونوں کی تباہی و بربادی ہوتی ہے۔

ملاقات کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا طریقہ

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے کہ آپ ﷺ اپنے احباب سے اکثر ملاقات کرتے رہتے تھے۔ اگر کسی خاص آدمی سے ملاقات کا خیال ہوتا تو اس کے گھر تشریف لے جاتے۔ اگر عام لوگوں سے ملاقات کا ارادہ ہوتا تو مسجد تشریف لے جاتے۔ (وہاں عام لوگوں سے نماز کے وقت ملاقات ہو جاتی) (مجمع ج ۸، صہ ۱۷۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ احباب سے ملنے کے لئے وقت نکال کر جانا سُنّت اور باعث فضیلت ہے۔ یہ ارادہ رکھنا کہ لوگ ہی میرے پاس آئیں۔ بہتر نہیں۔ عام ملاقات مسجد میں نماز کے اوقات میں کرے کہ اس سے ہر ایک کو سہولت ہوتی ہے۔ مشغول و مصروف آدمی کو بھی موقعہ مل جاتا ہے۔

ملاقات کب کرے؟

حبیب بن مسلمہ فہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ناغہ کر کے ملاقات کیا کرو۔ محبت زائد رہے گی۔ (مجمع ج ۸ صہ ۱۷۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہر دن یا کثرت سے جانے کی وجہ سے اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ ناغہ کر کے جانے اور ملنے سے انتظار رہتا ہے۔ انتظار کے بعد جو ملن ہے اس سے دل متعلق ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ کثرت بسا اوقات عدم رعایت و اکرام کا بھی سبب بن جاتا ہے۔ جس سے اختلاف اور شکایت کی بھی نوبت آجاتی ہے۔

مخلص احباب سے ہر دن ملاقات

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں پر کوئی دن ایسا نہ گذرا کہ آپ ﷺ کے دونوں حصے صبح و شام تشریف نہ لاتے۔ (مختصر البخاری ج ۲ ص ۸۹۸)

فائدہ: مکہ مکرمہ میں ہجرت سے قبل آپ ﷺ ہر دن صبح و شام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے۔ اور وہاں دینی گفتگو فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مخلص دوست ہو اور ان کو گرانی کے بجائے خوشی ہوتی ہو۔ دیگر دوسرے دینی گفتگو کا بھی موقع ملتا ہو تو جانے میں کوئی حرج نہیں۔

ابن بطالؒ کے حوالہ سے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اگر وہ مخلص اہل محبت میں سے ہے تو ملاقات کی کثرت سے محبت ہی بڑھے گی۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے۔ هَلْ يَزُوْرُ صَاحِبَهُ كُلَّ يَوْمٍ اَوْ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا جس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ مخلص اہل محبت کے پاس ہر دن صبح و شام ملنے اور ملاقات کے لئے جایا جا سکتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ صدیق اکبر کے پاس ہر دن صبح و شام جایا کرتے تھے۔ (ج ۲ ص ۸۹۸)

خیال رہے کہ یہ زمانہ حقوق کی پامالی اور غلبہ نفس کا ہے اس لئے کم ہی جانا بہتر ہے۔

کون جنت میں؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ میں نے کہا ضرور اے اللہ کے رسول۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا نبی جنت میں صدیق جنت میں۔ اور وہ آدمی جو اپنے اس بھائی کی ملاقات کو جائے جو شہر کے کنارے میں رہتا ہے۔ اور صرف اللہ کے واسطے مل رہا ہے تو وہ بھی جنت میں۔
(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۷۳)

فائدہ: زیارت و ملاقات کی مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کا دوسرے سے محض ملاقات اور ملنے کے ارادہ سے جانا کس قدر عظیم فضیلت کا باعث ہے۔ دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ایمان کا آپس میں ایک دوسرے سے ربط و محبت و تعلق رہے۔ آپس میں جوڑ و اکرام رہے۔ ایک دوسرے کے کام آئیں۔ ایک دوسرے کے احوال سے واقف رہیں۔

ان احادیث میں اس بات کی ترغیب اور تاکید ہے کہ اپنے مسلمان بھائی سے کسی دنیاوی نفع مثلاً تجارت یا دیگر اغراض کے علاوہ کبھی کبھی محض دل خوش کرنے، اللہ کے واسطے ملاقات اور زیارت کرنے جایا کرے۔ خاص کر کے اپنے سے کم مرتبہ والوں کے پاس۔ خیال رہے کہ یہ فضیلتیں اہل اللہ، اہل علم و فضل اور عام مؤمنین سب کی ملاقات کو شامل ہیں۔ زیارت و ملاقات میں صلاح کا خیال رہے۔

تاکہ ملاقات کے ثواب کے علاوہ ان کے صلاح و محبت سے بھی فائدہ ہو۔

صلحاء اور اولیاء اُمّت کی زیارت و ملاقات و صحبت

فرمانِ خداوندی

اللہ پاک نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ﴾

"اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو۔ اور صادقین کی معیت اختیار کرو۔"

فائدہ: صفت تقویٰ حاصل ہونے کا طریقہ صالحین وصادقین کی صحبت اور عمل میں ان کی موافقت ہے۔ اس آیت میں صادقین یعنی متقی پرہیزگاروں کی صحبت کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح محض علم وارادے سے حاصل نہیں ہوسکتے ہیں۔ اس کے لئے اہل تقویٰ کی صحبت لازم ہے۔ ایمان حقیقی اور معرفت بغیر صالحین کی محبت اور ان سے ربط کے آنہیں سکتا۔ جس طرح طب محض پڑھ لینے سے نہیں آتا۔ باورچی کا فن کتابوں سے حاصل نہیں ہوسکتا بلکہ اس فن کے واقف کی صحبت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح دین بغیر صحبت کے حاصل نہیں ہوتا۔

اللہ پاک نے رسول خدا ﷺ کو حکم دیا:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ﴾

"بس اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضاجوئی کے لئے کرتے رہتے ہیں۔"

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو مخلصین عبادت گذار ہیں۔ ان کے پاس آپ کا وقت گذرے۔ خدا کے مقرب بندے کے ساتھ آپ کی ہم نشینی رہے۔ اس آیت سے مقربین صاحب علم وعمل کی صحبت اور ان سے ربط وتعلق کی بڑی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ جب نبیوں کو یہ حکم ہے کہ خدا کے مقرب بندوں میں وقت گذرے۔ تو عام مؤمنین کو تو اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ تاکہ نیکوں کی صحبت ان کو دنیا کے فتنوں سے باز رکھ کر آخرت کی جانب مائل رکھے۔ اور دنیا کی زائد مشغولیت کو ہٹا کر اور بضرورت مشغولیت کے ساتھ خدا اور رسول کی معرفت کی جانب ان کو راغب رکھیں کہ یہ بیش بہا عظیم دولت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول پاک ﷺ کی وفات کے بعد آپس میں مشورہ کیا کہ حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس ملاقات کے لئے چلتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ ان کے پاس ملاقات کے لئے جاتے تھے۔ چنانچہ وہ دونوں تشریف لے گئے۔ تو اُمِّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں (ازراہ محبت وعقیدت)۔

فائدہ: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے "ریاض الصالحین" میں اہل خیر وصلاح کی ملاقات ان کے پاس جانے ان کی مجلس میں شریک ہونے پر باب قائم کیا ہے اور اس میں شیخین کا یہ واقعہ پیش کرکے اس کے استحباب کو ثابت کیا ہے کہ جس طرح حضرات شیخین اُمِّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو ایک صالحہ تھیں اور آپ ﷺ کی بچپن میں خدمت کی تھیں) آپ ان کی ملاقات کو گئے تھے اسی طرح لوگوں کو چاہئے کہ اپنے علاقے اور اپنے عہد کے نیک اور صالح لوگوں کی خدمت میں محض صحبت وعقیدت

کے طور پر جائے تاکہ ان کی نیک صحبت کا اثر ہو۔

محض دین اور اللہ کے لئے ملاقات کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے۔ تو ایک منادی آواز دیتا ہے کہ تم خوش رہو۔ تمہارا چلنا خوشگوار رہو۔ تم نے جنت میں اپنا ٹھکانہ بنایا۔ (ابن ماجہ صہ ۲۰۴، ترمذی ج ۲ صہ ۲۱، ریاض الصالحین صہ ۱۷۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مؤمن کے علاوہ کسی کی مصاحبت اور مجالست اختیار مت کرو۔ اور متقی کے علاوہ اپنا کھانا کسی کو نہ کھلاؤ۔ (ابوداؤد صہ ۶۶۴، ترمذی ج ۲ صہ ۶۵)

فائدہ: چونکہ ساتھ رہنے کا اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے ہر ایک کی صحبت کے اختیار سے روکا گیا۔ مزاج کے بننے میں صحبت کو بہت دخل ہے۔

آدمی اسی کے ساتھ جس سے اس کو محبت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی اسی کے ساتھ شمار کیا جائے گا جس کے ساتھ اس کو محبت ہوگی۔ (بخاری صہ ۹۱۱، ومسلم)

فائدہ: چنانچہ اللہ کے برگزیدہ مقرب اولیاء اللہ اور عارف ربانی علماء کی صحبت و محبت جو اختیار کرے گا۔ اور ان کی محبت میں صادق ہوگا تو وہ قیامت میں ان اہل اللہ اور اصحاب معرفت کے زمرہ میں شامل ہوگا۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ صالحین اہل تقویٰ کے ساتھ بود و باش اختیار کریں۔

دنیا کے اعتبار سے اپنے سے کمتر اور دین کے اعتبار سے اپنے سے بہتر کے پاس اٹھا بیٹھا کریں۔ ہر زمانہ میں اور ہر علاقے میں ایسے حضرات ہوتے ہیں۔ یہ کہنا کہ ہمارے

علاقے میں ایسے حضرات نہیں ہیں۔ یہ شیطانی خیالات ہیں۔

صالح ہمنشین کی مثال

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صالح ہم نشین کی اور برے ہمنشین کی مثال ایسی ہے جیسے مشک رکھنے والا اور بھٹی پھونکنے والا۔ کہ مشک والا یا تو اسے دیدے گا۔ یا وہ خود خرید لے گا اور اگر یہ نہ ہوگا تو کم از کم مشک کی خوشبو ضرور پائے گا۔ اور بھٹی پھونکنے والے کے پاس یا تو اس کا کپڑا جلے گا۔ (نہیں تو) اس کا دھواں ضرور ملے گا۔ (مسلم ج ۲ صہ ۳۳۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مشک والے کے پاس جانے والا اگر نہ بھی پائے گا یا نہ بھی خریدے گا تب بھی خوشبو تو ضرور پائے گا۔ اسی طرح نیک وصالح سے کچھ نہ کچھ ضرور فائدہ پہنچے گا۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک سے صالحین اور نیکوں کی ہمنشینی کو مستحب ثابت کیا ہے۔ خیال رہے کہ صالحین اور نیکوں کی صحبت ضرور رنگ لاتی ہے۔ کتنے برے تھے جو نیکوں کی صحبت سے اچھے اور صالح ہوگئے۔ اصلاح کے لئے یہ خاموش اور مؤثر نسخہ کیمیا ہے۔

دل زندہ رہتا ہے

حضرت ابواسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے میرے بیٹے۔ تم علماء کی ہم نشینی اختیار کیا کرو۔ اور صلحاء کا کلام سنا کرو۔ اللہ تعالیٰ مردہ قلب کو حکمت کے نور سے اس طرح زندہ کرتا ہے۔ جس طرح مردہ خشک زمین کو موسلادھار بارش سے۔ (طبرانی، مجمع الزوائد ج ۱ صہ ۱۳۰)

فائدہ: چونکہ صلحاء کی مجلس میں خدا رسول آخرت کی بات ہوتی ہے۔

ان کے کلام سے خدا اور رسول و آخرت کی معرفت ہوتی ہے۔ جو روح اور قلب کی غذا ہے۔ اور اس سے قلب میں حیات اور تازگی پیدا ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں کا جو صلحاء اور نیکوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ دین و تقویٰ دوسروں کے مقابلہ میں زائد ہوتا ہے۔ صالحین کی صحبت سے جب آدمی کا دل زندہ ہوجائے گا تو اس کا دین بھی زندہ ہوجائے گا۔

عفو و درگذر

فرمانِ خداوندی

خداوند قدوس کا فرمان ہے:

﴿وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ﴾

"اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔"

﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾

"معافی کا معاملہ اختیار کیجئے۔"

﴿أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا﴾

"یا برائی معاف کردیں تو اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔"

قرآن پاک نے متعدد مقامات پر گذر اور معافی کا حکم دیا ہے۔ اور اس کی فضیلت اور اہمیت بیان کی ہے۔

عفو و درگذر انسانی اخلاق و اوصاف میں سے ایک نہایت ہی بلند اور عالی وصف ہے۔ اور یہ متواضعین اور شرفاء کے صفات میں سے ہے۔ جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ ماحول میں سنجیدگی اور امن و سکون کے لئے اس وصف کی شدید ضرورت ہے۔ اگر انتقام اور بدلہ کا سلسلہ شروع ہوجائے تو اس دنیا کا امن و سکون ختم ہوجائے گا۔

قرآن پاک نے مقبول و محبوب بندے کے اوصاف میں اسے بیان کیا ہے:

آخرت میں بھی اس کے بڑے فضائل ہیں اور اس وصف کے حامل کے بڑے درجات ہیں۔

دنیا میں اس کے عظیم ترین فائدوں میں سے ایک یہ ہے کہ دشمن بھی دوست ہو جاتا ہے۔

ایسا شخص لوگوں کی نگاہوں میں مکرم اور قابل تعریف ہو جاتا ہے۔ لیکن خیال رہے کہ عفوو درگذر سے اگر کوئی کمین صفت انسان کمزور اور بزدل سمجھ کر مزید پریشان کرنے کا سلسلہ اختیار کرنا شروع کر دے تو پھر اس کے لئے انتقام ہے۔

بلا حساب جنّت میں داخلہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب بندہ حساب کے لئے حشر کے میدان میں کھڑا ہوگا۔ تو ایک منادی آواز دے گا۔ جس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ اور جنّت میں داخل ہو جائے۔ (کوئی کھڑا نہ ہوگا) پھر دوبارہ اعلان کیا جائے گا۔ جس کا اجر اللہ کے ذمہ ہو وہ کھڑا ہو جائے۔ پوچھا جائے گا کہ کس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ فرشتہ کہے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو معاف کرتے تھے۔ پس ایسے لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔ اور بلا حساب کے جنّت میں داخل ہو جائیں گے۔

(مکارم ابن ابی الدنیا ص ۳۳)

فائدہ: کتنی بڑی فضیلت ہے۔ چونکہ انہوں نے معاف کیا۔ تو اللہ نے ان کو معاف فرما دیا۔ جب معافی ہوگئی تو پھر حساب کس کا۔ اس لئے بلا حساب جنّت میں داخل ہو جائیں گے۔

جنّت کے بلند و بالا مکان کس کے لئے؟

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو اس بات

سے خوش ہو کہ اس کے لئے بلند و بالا مکان ہوں۔ جنّت کے بلند درجات ہوں۔ وہ ظلم کرنے والے کو معاف کر دے۔ اور جو اسے محروم کرے اسے نوازتا رہے۔ جو اسے توڑے اس سے جوڑ رکھے۔ (مکارم ص ۳۳۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے شب معراج میں بلند محل دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کس کے لئے ہے۔ انہوں نے کہا۔ غصہ پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والوں کے لئے۔

(کنز العمال ج ۳ ص ۳۷۵)

معافی سے عزّت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ اور معافی سے عزّت بڑھتی ہے۔ اور تواضع سے مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ (البیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۲۵۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۶)

فائدہ: عموماً لوگوں کا مزاج اور سمجھ یہ ہے کہ معافی سے ذلت ورسوائی ہوگی۔ سو ایسا نہیں۔ اہل شرافت کے نزدیک اس سے عزّت بڑھتی ہے۔ جو کسی سے معافی مانگے اور وہ معاف کرے تو لوگ اسے عزّت اور وقار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

معاف کرنے کی تاکید

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ذمہ دار بنو تو اچھا معاملہ کرو۔ اختیار و قدرت حاصل ہو تو معاف کرو۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ لوگوں پر بڑے بنو تو کبر و تشدد نہ کرو اور اپنے ماتحتوں کو معاف کر دیا کرو۔ تاکہ انہیں وحشت نہ ہو۔

ثواب اللہ کے ذمہ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب لوگ خداوند قدوس کے سامنے ہوں گے۔ تو آواز دی جائے گی جس کا ثواب خدا کے ذمہ ہو کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ کوئی کھڑا نہ ہو گا۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں لوگوں کو معاف کیا ہو گا۔

(مکارم الخرائطی ص ۳۹۳)

فائدہ: کتنی اہم بات ہے کہ لوگوں کے معاف کرنے کا ثواب خدا کے ذمہ ہو گا۔ ان لوگوں کے لئے سبق کی بات ہے جو کہتے ہیں کہ میں تو کسی صورت میں معاف نہیں کروں گا۔

قیامت کے دن کی معافی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی مسلمان کی غلطیوں کو معاف کرے گا خدائے پاک اس کی خطا کو قیامت میں معاف کرے گا۔

(بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۲۶۰)

فائدہ: جو قیامت کے دن اپنی معافی چاہتے ہیں آج لوگوں کے ظلم، تکالیف غلطیوں کو معاف کرنا شروع کر دیں۔

خدا کے نزدیک معزز کون؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے اللہ آپ کے نزدیک معزز بندہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جو قدرت کے باوجود بدلہ نہ لے۔ (معاف کر دے)

(بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۳۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے پوچھا۔ کون بندہ زیادہ پرہیزگار ہے۔ فرمایا جو اللہ کو بھولے نہیں، یاد کرے۔ پھر پوچھا اور معزز کون ہے۔ فرمایا جو قدرت پر بھی معاف کر دے۔ (مکارم الخرائطی ص ۳۷ ۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جو قدرت کے وقت معاف کرے گا۔ خدا اس کو تنگی کے وقت معاف کرے گا۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۳۷ ۳)

فائدہ: آج بدلہ لینے کو کمال، معافی کو کمزوری اور ذلت کا کام سمجھتے ہیں۔ سو اس حدیث پر غور کریں۔

معافی سے کینہ اور عناد ختم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ معاف کیا کرو۔ اس سے تمہارے درمیان کینہ ختم ہو گا۔ (بزار، کنز العمال ص ۳۷ ۳)

فائدہ: واقعی معافی سے مخالفت ختم ہوتی ہے۔ اور مخالفت و عناد جاتا رہتا ہے۔ اگر معافی کا سلسلہ نہ ہو تو دل میں عناد باقی رہتا ہے۔

معاف کرو، اللہ معاف کرے گا

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا اے اللہ کے رسول فلاں نے مجھے مارا اور گالی دی۔ اگر میں خدا اور رسول (پر ایمان نہ لاتا) تو مجھ سے زیادہ ہاتھ اور زبان والا وہ نہ پاتا۔ (یعنی اس کو خوب مارتا اور گالی دیتا) آپ ﷺ نے فرمایا تم نے کیا کہا اس نے دوبارہ یہی کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ جسے مارا جائے یا گالی دی جائے۔ اور وہ صبر کرے تو اللہ پاک اس کی عزت

بڑھاتا ہے۔ معاف کروگے اللہ معاف کرے گا۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۷۷۷)

فائدہ: اصل تو یہی ہے کہ معاف کردے۔ اگر وہ آدمی شریف ہوگا تو شرم محسوس کرے گا، اور دوبارہ ایسا نہ کرے گا، اور خدا کے نزدیک یہ شخص عزت والا ہوگا۔ اور لوگوں کے نزدیک بھی قابل اکرام ہوگا۔ کہ اس نے برائی کا بدلہ نہ لیا۔ اور آخرت میں صلہ معافی کا الگ ملے گا۔

خیال رہے کہ اگر صبر سے مجرم کی جرأت اور بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو انتقام لیناہی اچھا ہے۔ تاکہ یہ سلسلہ پریشان کن نہ ہو۔ ورنہ تو معافی اور صبر ہی بہتر اور قابل فضیلت ہے۔

معاف نہ کرنے پر وعید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس اس کا بھائی معذرت خواہ ہوکر آئے تو اس کا عذر قبول کرے۔ خواہ صحیح ہو یا غلط۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو وہ میرے حوض پر نہ آئے۔ (حاکم، کنز ج ۳ ص ۳۷۸)

حضرت جوذان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی معذرت قبول نہ کرے گا۔ اسے ظالم ٹیکس وصول کرنے والے کی طرح گناہ ملے گا۔

فائدہ: ایمان اور شرافت کی بات ہے کہ معذرت اور معافی قبول کرلے۔ اور نہایت ہی کمینہ پن ہے کہ وہ خلوص سے معافی مانگے اور یہ اسے رد کردے۔ جب یہ خود معاف نہیں کرتا تو پھر خود خدا سے کس طرح معافی کی امید رکھتا ہے۔

لوگوں کے برتاؤ میں درگذر کی تاکید

خُذِ الْعَفْوَ کی آیت کے متعلق حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ

تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ لوگوں کے اخلاق (یعنی برتاؤ) میں عفو "درگذر" کو اختیار کریں۔ (ابوداؤد ص ۶۶۰)

فائدہ: یعنی لوگوں سے جو تکلیف اور نامناسب باتیں پہنچیں تو ان سے ان کا انتقام نہ لیں۔ گرفت نہ کریں بلکہ ان سے چشم پوشی کریں۔

اہل فضل کی غلطیوں کا درگذر کرنا

درگذر کرنے کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ شرفاء کی غلطیوں کو درگذر کرو۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۳۲۱، عمدہ ج ۱۴ ص ۲۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اہل شرف و فضل کی غلطیوں کو حدود کے علاوہ معاف کر دیا کرو۔ (حاکم، ابوداؤد ص ۶۰۱، جامع صغیر ص ۸۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سخی حضرات کی خامیوں کو درگذر کیا کرو۔ (مکارم الخرائطی ص ۵۹، فیض القدیر ج ۲ ص ۷)

فائدہ: شریعت اور سُنت میں بڑوں کے اکرام اور ان کے اعزاز کا حکم دیا گیا ہے۔ جو حضرات شرف فضل صلاح و خدمات میں دوسروں سے ممتاز ہوں۔ عوام و خواص کو ان سے فائدہ پہنچ رہا ہو۔ اور زہد و تقویٰ میں ایک مرتبہ رکھتے ہوں تو ان سے اگر بشری تقاضہ کی بنیاد پر کوئی غلطی ہو جائے، خامی صادر ہو جائے تو ہمیں حکم ہے کہ اسے چھپادیں، درگذر کریں۔ گرفت اور مؤاخذہ نہ کریں۔ مشہور مقولہ ہے:

"خطاء بزرگان گرفتن خطاء است۔"

عموماً کسی شریف نیک و صالح سے کوئی غلطی صادر ہو جاتی ہے تو لوگ فوراً انتقامی کاروائی کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ ممنوع ہے۔ اسی کی ممانعت حدیث پاک میں ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی ایک سخت غلطی کو ان کے بدرین میں ہونے کی وجہ سے معاف فرمادیا تھا۔ اور کوئی تعرض سوائے سمجھانے کے نہیں کیا۔

اہل فضل وصلاح کی غلطیوں کی درگذر کرنے کا واقعہ

حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے جو کہ ایک مشہور صحابی ہیں، اور معرکہ بدر میں بھی شریک تھے۔ اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا۔ کہ آنحضرت ﷺ مکہ پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں اور مخفی طور پر ایک عورت کے ہاتھ اس خط کو مکہ روانہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع فرمادی۔ تو آپ ﷺ نے حضرت علی، زبیر، مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو روانہ فرمایا کہ تم جاؤ یہاں تک کہ روضہ خاخ میں تم کو اونٹ پر سوار ایک عورت ملے گی اس کے پاس مشرکین مکہ کے نام حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط ہے۔ وہ اس سے لے کر لے آؤ۔ چنانچہ روضہ خاخ میں ان لوگوں کو ایک عورت ملی۔ انہوں نے اس کے اونٹ کو بٹھا کر اس کی تلاشی لی۔ کہیں خط نہ ملا۔ ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم خدا کا رسول جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اور اس عورت سے کہا۔ بہتر ہوگا کہ وہ خط تم ہم لوگوں کو خود دیدو۔ ورنہ ہم تمہیں برہنہ کر کے تلاشی لیں گے۔ چنانچہ اس نے بالوں کے جوڑے میں سے خط نکال کر دیا۔ وہ خط لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے حاطب کو بلایا اور معلوم کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ حاطب نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مؤاخذہ میں عجلت نہ فرمائیں۔ اے اللہ کے رسول قریش سے میری کوئی قرابت و رشتہ داری نہیں صرف حلیفانہ تعلق ہے۔ میرے اہل و عیال آج تک مکہ مکرمہ میں ہیں۔ جن کا کوئی رشتہ دار و مددگار نہیں۔ بخلاف مہاجرین کے کہ مکہ میں ان کی قرابتیں ہیں۔ قرابتوں کی وجہ سے ان کے اہل و عیال محفوظ ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ جب قریش سے کوئی قرابت نہیں تو ان کے ساتھ کوئی احسان کروں جس کے صلہ میں وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں۔ خدا کی قسم میں نے دین سے مرتد ہو کر اور اسلام کے بعد کفر پر راضی ہو کر ہرگز یہ کام نہیں کیا۔ میری غرض فقط وہی تھی جو میں نے عرض کی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض

کیا آپ ﷺ اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا حاطب بدر میں شریک ہوئے، اے عمر تمہیں نہیں معلوم کہ خدا نے اہل بدر کے بارے میں فرمادیا ہے کہ میں نے ان سب کی مغفرت فرمادی۔ اب جو بھی عمل ان سے صادر ہو۔ (مختصر البخاری ج ۲ ص ۶۱۲)

اس حدیث پاک کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی جگہ بیان کیا ہے کہ ان کی اس عظیم غلطی کو کہ کافرین کی جاسوسی کی جس کی سخت ترین سزا ہے۔ آپ ﷺ نے بدر کی شرکت فضیلت کے پیش نظر اور یہ کہ اس صالح مخلص صحابی سے اس غلطی کے علاوہ کوئی غلطی ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ معاف فرمادیا۔ بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے ان کی شرکت بدر جیسی عظیم خدمت کو یاد دلایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ (کہ میں نے ناحق ان پر جرأت کی)

دیکھئے جاسوسی کا جرم عظیم جس کی سزا قتل تک ہے۔ آپ ﷺ نے ان کی صلاح اور ماضی کے اہم خدمات کی وجہ سے معاف فرمادیا۔ اسی وجہ سے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں حاطب رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ "اہل فضل کی غلطیوں کو درگذر کرو" کی تائید کی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

واذا الحبیب بذنب واحد جاءت محاسنہ مائۃ الف شفیع

اگر محبوب سے ایک غلطی ہوجاتی ہے تو اس کے ہزاروں محاسن سفارشی بن جاتے ہیں۔

اس واقعہ حاطب رضی اللہ عنہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطاء ہوجائے تو سچ سچ حقیقت بیان کردے۔ اور یہ کہ سچ بیان کردینے پر مواخذہ نہ کیا جائے۔ معاف کردیا جائے۔ ورنہ جھوٹ حرام کا ارتکاب کرکے ظاہرا بری تو ہوجائے گا۔ لیکن عند اللہ گرفت ہوگی۔ نیز ایک آدھ غلطی پر یہ بات ہے۔ اگر غلطی بار بار ہو تو پھر قابل درگذر نہیں کہ یہ محض عادی ہے اور بالقصد ایسا کر رہا ہے جو مواخذہ اور ملامت کے قابل ہے۔

عوام الناس اور جاہلوں سے درگذر کرنا

حکم خداوندی

خداوند قدوس کا فرمان مبارک ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾

مطلب یہ ہے کہ ظلم کا انتقام چھوڑ کر آپ ان کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کریں۔ اور نرمی کے ساتھ ان کو حق کی بات بتلائیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ کنارہ کش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی برائی کا جواب برائی سے نہ دیں یہ معنی نہیں کہ ان کو ہدایت کرنا چھوڑ دیں (معارف القرآن ج ۴ ص ۱۵۷)

عموماً تعلیم و تبلیغ کے موقع پر جب کوئی حق اور شرع کی بات جاہلوں کو بھاتی نہیں۔ ان کے مزاج کے خلاف ہوتی ہے تو وہ عالم اور شریف کے مرتبہ کی رعایت نہیں کرتے۔ بدکلامی اور طعن سے پیش آکر تکلیف دہ باتیں کرتے ہیں۔ ایسے موقعے پر یہ حکم ہے کہ ان کی تکلیف دہ باتوں سے متاثر نہ ہوں۔ اور ان کا جواب نہ دیں۔

اسی طرح اگر جاہل اور ناواقف لوگ اہل علم اور دیندار حضرات کے مرتبہ کا خیال نہ رکھیں۔ اور ان سے بے ادبی کا معاملہ کریں تو وہ انتقام نہ لیں۔ بلکہ بے توجہی سے گذر جائیں۔ سورہ فرقان میں بھی اسی قسم کا حکم ہے:

﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾

یعنی مؤمن بندوں کی شان یہ ہے کہ جب جاہل ان سے جاہلانہ باتیں کرتے ہیں تو یہ سلامتی کی بات کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ بیوقوف جاہلانہ باتیں کرنے والوں سے یہ

حضرات انتقامی معاملہ نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ ان سے درگذر کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنی شان اور وقار کو باقی رکھنے کے لئے جاہلوں کو اسی جیسا مقابلے اور طعن کا جواب دیدیتے ہیں۔ تو وہ شان مؤمن اور اخلاق کریمانہ کے خلاف ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عیینہ بن حصین رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مدینہ آیا۔ اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کا مہمان ہوا۔ حضرت حر بن قیس ان اہل علم حضرات میں تھے۔ جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت میں شریک ہوا کرتے تھے۔ تو اس نے حر بن قیس کے واسطے سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے گفتگو کا وقت مانگا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اجازت دیدی۔ چنانچہ گفتگو میں عیینہ نے سخت کلام کیا اور غیر مہذب طریقہ اختیار کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نہ تو آپ ہمارا حق دیتے ہیں اور نہ انصاف کرتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس بدکلامی پر غصہ آیا۔ تو حر بن قیس نے کہا۔ اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے فرمایا خُذِ الْعَفْوَ الخ درگذر اختیار کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔ اور یہ بھی جاہلین میں سے ہے۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا غصہ ختم ہوگیا اور کچھ نہ کہا۔ (القرطبی ج ۴ ص ۳۳۰)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جاہلوں سے درگذر کرنا۔ ان سے جاہلانہ باتوں کا انتقام نہ لینا۔ اسلام کے بلندپایہ مکارم اخلاق میں سے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درگذر کا ایک واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔ اور آپ پر

موٹے کنارے والی خوشنما نجرانی چادر تھی۔ ایک اعرابی نے آپ کی چادر کو زور سے کھینچا اور اس زور سے کھینچا کہ اس کے نشانات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر پڑ گئے۔ پھر اس نے کہا۔ اے "محمد" تمہارے پاس خدا کا دیا ہوا مال ہے۔ اسے ہمیں بھی دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور مسکرانے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مال دینے کا حکم دیا۔ (ریاض الصالحین، بخاری و مسلم ص ۲۹۳)

فائدہ: کیا کمال ظرف ہے کہ بے ادبی کرنے والے اور تکلیف دینے والے پر نوازش ہو رہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ رتبہ سے واقف نہ ہوں اور جہالت کی بات سے تکلیف دیں۔ تو ان سے متأثر نہ ہوں۔ انہیں معاف کر دیا جائے۔

سائلین کی رعایت

سائل کا کیا حق ہے؟

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مانگنے والے کا حق ہے۔ اگرچہ وہ گھوڑے پر آئے۔ (ابوداؤد ص۲۳۵، بیہقی فی الشعب ص۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی کسی سائل کو واپس نہ کرے۔ اگرچہ اس کے دونوں ہاتھ میں کنگن دیکھے۔

(بزار، مجمع الزوائد ج ۳ ص۱۰۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سائل اگر بظاہر خوشحال، خوش پوشاک نظر آرہا ہو تب بھی اس کے سوال کا لحاظ کرتے ہوئے اکراماً اسے کچھ دیدے۔ ظاہر حال سے مستغنی معلوم ہو رہا ہو تب بھی اسے ناامید نہ کرے۔

خیال رہے کہ اچھی حالت والوں کو یعنی جو مستغنی ہو، صحت مند ہو، فی الحال ضرورت کے بقدر مال موجود ہو تو اس کے لئے ہرگز درست اور مناسب نہیں کہ سوال کرے۔ ایسوں کا سوال کرنا غلط ہے اور ایسا شخص وعید کا مستحق ہے۔ کہ بلا ضرورت سوال کرکے مال لینا جہنم کی چنگاری کا لینا ہے۔ گو اس کا فعل نامناسب ہے مگر وہ چونکہ مانگ رہا ہے۔ اور مانگنے والے کا حق یہ ہے کہ اسے کم یا زیادہ دیدیا جائے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ سنجیدگی اور حسن اخلاق کے ساتھ بلا تذلیل کے اس سے عذر کردے۔ اگر سوال بلا ضرورت کے دیکھے تو اسے سمجھادے کہ مانگنا اچھا نہیں ہے۔ حدیث پاک میں سخت ممانعت اور وعید ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے الجامع میں

اور علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں لکھا ہے اسے خوش اخلاقی کے ساتھ واپس بھی کرسکتا ہے۔ (روح ص۱۶۳، قرطبی ج۱۰ ص۱۰۲)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کی حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سائل کو خواہ کوئی معمولی ہی چیز ہو دیدو، یا اچھے الفاظ سے اسے واپس کردو۔

(ج۱۰ ص۱۰۲)

سائل آجائے اور کچھ نہ ہو تو

حضرت ام بجید رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنہوں نے نبی پاک ﷺ سے بیعت کی تھی۔ انہوں نے کہا میں نے رسول پاک ﷺ سے پوچھا کہ بسا اوقات سائل مسکین دروازے پر آکھڑا ہوتا ہے اور میں (گھر میں) کچھ نہیں پاتی کہ اسے دیدوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر کچھ نہ پاؤ سوائے جلے کھر کے تو وہی اس کے ہاتھ میں دیدو۔

(ترمذی ص۱۴۳، ابوداؤد ص۲۳۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب سائل دروازے پر کچھ امید سے آکھڑا ہوا ہے تو اگر کوئی چیز دینے کے لائق نہ ہو تب بھی معمولی سے معمولی چیز جس کی لوگوں کے نزدیک اہمیت نہ ہو دیدو مگر خالی واپس نہ کرو۔ مثلاً ہمارے عرف میں باسی روٹی سہی۔ ایک دو روپئے ہی سہی۔

مسجد میں سوال کرنے والے کے متعلق

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو آج ایک مسکین کو کھلائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں مسجد گیا تو اچانک ایک سائل کو سوال کرتا پایا۔ میں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا دیکھا تو میں نے اس سے لے کر وہ اس سائل کو دیدیا۔ (ابوداؤد ص۲۳۵)

فائدہ: خدا کے گھر میں بندے سے سوال کرنے کو بعض فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اگر سائلین مسجد کی صفوں کو نہ روندتے ہوں۔ لوگوں کی گردنوں کو نہ پھاندتے ہوں تو ان کو خیرات دینا جائز ہے۔ (ج ۶ صہ ۲۱)

عموماً آج کل دروازے کے پاس ایک علیحدہ مقام میں کپڑا بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کو دینا بلا کراہت جائز ہے۔

شرح مہذب میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے سائلین کو مسجد میں دینا مستحب قرار دیا ہے یعنی بلا کراہت جائز ہے۔ (حاشیہ ابوداؤد ج ۲ صہ ۲۳۵)

سائل کے آنے سے خوش ہونا

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی سائل آتا تو اسے خوش آمدید کہتے۔ اور مرحبا کہتے ہوئے یہ فرماتے کہ یہ ہمارے توشہ کو آخرت منتقل کر رہا ہے۔

(کتاب البر صہ ۲۱۶)

فائدہ: چونکہ سائل کو دینے سے اس کا بدلہ آخرت میں ملے گا۔ تو گویا اس نے مال کو آخرت منتقل کر دیا۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے کہ سائل حضرات بہت ہی بہترین لوگ ہیں کہ وہ پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ آخرت کی طرف بھیجنا چاہتے ہو؟ (روح المعانی ج ۳۰ صہ ۱۶۴)

واپس نہ کرے خواہ ایک گٹھلی ہی سہی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سائل کو واپس نہ کرو خواہ کھجور کی ایک گٹھلی ہی سہی۔ (بیہقی فی الشعب ج ۳ صہ ۲۲۷)

جلی ہوئی کھر ہی سہی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے محمد کی بیٹی فاطمہؓ! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے صفیہ بنت عبدالمطلب، اے صفیہ رسول خدا کی پھوپھی اپنے نفس کو آگ سے بچاؤ۔ میں اپنے اوپر کوئی اختیار نہیں رکھتا، اے عائشہ اپنے نفس کو آگ سے بچاؤ۔ خواہ کھجور کی ایک گٹھلی سہی۔ اے عائشہ تم سے کوئی سائل واپس نہ جائے خواہ ایک جلی ہوئی کھر ملے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۳ صہ ۲۲۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے سائل کو حتی الوسع واپس نہ کرے۔ نہ معلوم وہ کس پریشانی سے اور کس امید سے آیا ہے۔ واپس کرنے سے اس کا دل ٹوٹ جائے گا رنجیدہ ہو گا۔ لہٰذا کچھ دیدے۔ کوئی اچھی چیز نہ ہو تو معمولی ہی چیز جس کی زیادہ قیمت و اہمیت نہ ہو دیدے۔ کہ معمولی نیکی بھی معمولی نہیں۔ جہنم سے بچانے میں کام آجاتی ہے۔

کبھی سائل بشکل انسانی فرشتہ بھی ہوتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے پاس ایسا سائل بھی آتا ہے جو نہ انسان ہوتا ہے نہ جن۔ بلکہ وہ رحمٰن کے فرشتے ہوتے ہیں۔ جس کے ذریعہ سے انسان کو دی گئی نعمتوں میں سے آزمایا جاتا ہے کہ ان کا معاملہ کیسا رہتا ہے۔ (کتاب البر صہ ۲۱۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کبھی سائل فرشتہ خدا ہوتا ہے۔ جسے خدائے پاک اس لئے بھیجتا ہے کہ میں نے جو انسان کو مال و دولت کی فراوانی سے نوازا ہے اس میں اس کا کیا معاملہ رہتا ہے۔ جس نے دیا ہے اس کی راہ میں اور اس کے کہنے سے غریبوں پر سائلین پر خرچ کرتا ہے یا بخل کرتا ہے اور روک رکھتا ہے۔ اگر وہ نہیں دیتا ہے اور آزمائش میں ناکام ہو جاتا ہے تو اس سے خدا بخشی ہوئی نعمت و مال دولت کو چھین لیتا ہے۔ چنانچہ

آپ ﷺ نے گزشتہ امتوں کے ساتھ اس قسم کا پیش آمدہ واقعہ بیان کیا۔ چنانچہ بخاری میں تین آدمیوں کے ساتھ اس قسم کا جو واقعہ مذکور ہے اس میں سائل فرشتہ بشکل انسان آیا تھا۔

بڑے ڈرنے کا مقام ہے اس وجہ سے کچھ دیدے۔ اس سے کمی نہ ہوگی بلکہ برکت ہوگی۔ مقصد تاکید ہے۔

گھر والوں کو تاکید کردے کہ سائل واپس نہ کیا جائے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کی ایک جماعت (حضرات صحابہ) کو اس امر پر پایا کہ وہ گھر والوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے کہ کسی سائل کو واپس نہ کرنا۔ (کتاب البر ص ۲۱۶)

فائدہ: بعض لوگ اہل خانہ کو اس کی تاکید کر دیتے ہیں کہ سائل اگر آیا کرے تو کچھ دیدیا کرو اسے واپس نہ لوٹایا کرو۔ عموماً عورتیں اس کا خیال نہیں کرتیں اس لئے اہل خانہ کو کہدیا جائے تاکہ اس کا خیال رکھے۔

جو بغیر سوال اور مانگے ملے اس میں برکت ہوتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ جو بغیر سوال اور مانگے مل جائے اسے قبول کرلو۔ وہ خدا کی بخشش ہے جو خدا نے پیش کیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا جو تم کو بغیر سوال کے مل جائے تو وہ خدا کی عطا ہے۔ جس سے خدا نے نوازا ہے۔

فائدہ: آپ ﷺ نے اس کی تاکید فرمائی ہے کہ جو بلا مانگے، اور اشراف نفس کے مل جائے اسے قبول کرلیا جائے۔ واپس نہ کیا جائے۔ یہ خدا کی جانب سے ہدیہ اور تحفہ

ہے۔ اس میں برکت ہوتی ہے۔ اگر ضرورت سے زائد ہو تو دوسرے کو دیدے۔ کہ صدقہ خیرات کا ثواب پائے گا۔

ہاں البتہ اگر شبہ ہو یا مشتبہ مال ہو۔ یا کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے دے رہا ہو یا احسان جتلانے کا اندیشہ ہو تو نہ لے۔

جو بغیر سوال اور امید کے ملے اسے واپس نہ کرے

حضرت خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس کو اپنے بھائی کی جانب سے کوئی چیز بلا مانگے اور امید کے مل جائے وہ اسے قبول کرے واپس نہ کرے۔ وہ خدا کی بخشش ہے جو اس نے بھیجا ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۱۰۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو مال بغیر سوال کے مل جائے اسے قبول کرو کہ وہ رزق ہے جو خدا نے بھیجا ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جو مال آدمی کی طرف بلا کوشش کے آئے اور بلا اشراف کے مل جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۱۰۳)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ جو مال بلا اشراف کے مل جائے۔ اور وہ مشتبہ مال نہ ہو تو اسے قبول کرلے۔ یہ خدا کی جانب سے مدد و نصرت ہے۔ عائذ بن عمر کی حدیث میں ہے کہ غنی ہو تو کسی ضرورت مند کو دیدے۔ بلا وجہ واپس نہ کرے۔

سائل کو قرض لینے کا حکم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور کچھ سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم قرض لے کر کام چلا لو میرے پاس جب کچھ آئے گا تو میں تم کو دیدوں گا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سائل کو آپ ﷺ نے فرمایا میری جانب سے قرض لے لو بعد میں مال آئے تو میں قرض ادا کردوں گا۔ یہ آپ ﷺ کی سخاوت کی بات تھی۔

اگر سائل پریشان حال ہو تو ایسا کرنا ثواب عظیم کا باعث ہے۔ تاکہ اس کی ضرورت وقت پر پوری ہوجائے۔

یہ آپ کی انتہائی سخاوت کی بات تھی کہ نہ ہونے پر بھی محروم نہ فرمایا۔ بلکہ اپنے نام سے قرض لینے کا حکم دیا۔ یہ ہے اسلامی اخلاق۔ آپ کے نام لیواؤں کو کہاں نصیب۔ آج عبادت کا تو کچھ مزاج ہے مگر اس قسم کی بھلائی اور خیر خواہی کا نہیں۔

اللہ کا واسطہ دے کر مانگے تو

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے واسطے سے پناہ مانگے اسے پناہ دیدو۔ جو تم سے اللہ کے واسطے سے سوال کرے اسے دیدیا کرو۔ جو اللہ کے واسطے سے مدد چاہے اس کی مدد کرو۔ جو تم پر احسانات کرے اس کا بدلہ دو۔ اگر کچھ نہ دے سکو تو اس کے لئے دعا ہی کرو۔ یہاں تک کہ تم کو احساس ہوجائے کہ تم نے اس کا گویا بدلہ چکا دیا۔ (ابوداؤد ص ۲۳۵، نسائی ص ۳۵۸)

فائدہ: اللہ کا واسطہ اور وسیلہ دے کر کوئی کچھ مانگے تو اللہ کے نام کا اکرام اور اس کی جلالت و تعظیم کا لحاظ کرتے ہوئے واپس نہ کرے۔ اسے کچھ دیدے۔ کہ نہ دینے سے خدا کے نام کی توہین ہے۔ تاہم اللہ کا واسطہ دے کر مانگنا ممنوع ہے۔ کہ اس میں خدا کے نام کی نہ دینے سے بے ادبی ہوتی ہے۔

خدا کا واسطہ دے کر کیا مانگے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ خدا کا واسطہ دے کر جنت کے علاوہ (دنیا کی چیز) نہ مانگے۔ (ابوداؤد ص ۲۳۵)

کہ یہ خدا کے نام کی ایک قسم کی بے حرمتی ہے کہ حقیر دنیا اس کے واسطے سے مانگے۔ ہاں مانگنا ہو تو جنت مانگے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے کون بدتر ہے نہ بتادوں۔ ہم نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو اللہ کا واسطہ دیکر سوال کرے اور اسے نہ دیا جائے۔ (نسائی ۲۵۸)

چنانچہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ ملعون ہے وہ جو اللہ کے وسیلے سے سوال کرے۔ اور ملعون ہے وہ جس سے اللہ کے واسطے سے سوال کیا جائے اور وہ نہ دے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۰۶)

فائدہ: نہ دینے کی صورت میں برائی اس وجہ سے ہے کہ اللہ کے واسطے کا اس نے خیال نہ کیا۔ اور ایک گونہ اللہ کے نام کی بے ادبی ہوئی۔

اکرام مسلم

اپنے رب کا اکرام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب آدمی اپنے بھائی کا اکرام کرتا ہے تو گویا اس نے اپنے رب کا اکرام کیا۔

(مجمع الزوائد ج ۸ صہ ۱۶ کشف الاستار ج ۲ صہ ۳۹۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے کسی مسلمان امیر کا اکرام کیا تو اس نے اللہ کا اکرام کیا۔ (مجمع الزوائد ج ۸ صہ ۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کا اکرام کیا تو اللہ پاک اس کا اکرام کرے گا۔ (الجامع الصغیر صہ ۵۱۸)

مؤمن کا احترام کعبہ سے زائد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو دیکھ کر فرمایا۔ اے کعبہ تو کس قدر قابل تعظیم ہے۔ اور کس قدر تیرا احترام ہے (مگر) مؤمن اللہ پاک کے نزدیک تجھ سے زائد قابل احترام ہے۔ (ترمذی، ترغیب ج ۳ صہ ۲۴۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث کہ جس میں آپ ﷺ کے یوم النحر کے جمرات کے درمیان تقریر مبارک کو نقل کیا ہے۔ یہ ہے کہ یہ حج اکبر کا دن ہے۔ تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری عزت اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ شہر اور یہ مہینہ اور یہ دن ہے۔ (ابن ماجہ صہ ۲۱۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی کی عزت سے کھیلنا، کسی کو ذلیل کرنا، لعن طعن کرنا اس کی برائیوں کو چھپانے کے بجائے بے عزت کرنے کے لئے اچھالنا یہ سب حرام ہے۔ جس سے آج ہمارا ماحول دوچار ہے۔ کہ اپنے کو عزت والا ظاہر کرنا اور دوسرے کو ذلیل وخوار دیکھنا کمال عقل سمجھا جاتا ہے۔ خدا کی پناہ۔

بڑوں کی تعظیم واکرام

بڑوں کی تعظیم واکرام کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے۔ اور بڑوں کے حق کو نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ ؓ سے بھی روایت ہے۔

(مکارم خرائطی ص ٣٥١، بیہقی فی الشعب ص ٣٥٨)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو بڑوں کی تعظیم نہ کرے۔ اور چھوٹوں کے حق کو نہ پہچانے اور اچھی باتوں کا حکم نہ دے اور بری باتوں سے نہ روکے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (بیہقی فی الشعب ص ٣٥٨)

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر شفقت و مہربانی نہ کرے۔ اور بڑے کا احترام و تعظیم نہ کرے۔

(بیہقی ص ٣٥٨، مکارم خرائطی ص ٢٥٣)

حضرت ابو اسامہ ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی مجلس میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابوعبیدہ اور دیگر حضرات صحابہ ؓ تھے۔ کہ پینے کی کوئی چیز پیالے میں آئی۔ تو آپ ﷺ نے وہ ابوعبیدہ کو پیش کردی۔ ابوعبیدہ نے کہا آپ زیادہ، اے اللہ کے نبی اس کے مستحق ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لو اے ابوعبیدہ انہوں نے لے لیا۔ پھر پینے سے قبل کہا اے اللہ کے نبی آپ لے لیجیے۔ اس پر آپ ﷺ نے عرض کیا۔ پیو کہ برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔ جو چھوٹوں پر شفقت نہ

کرے۔ اور بڑوں کا احترام نہ کرے۔ وہ ہم میں سے نہیں۔ (مجمع الزوائد ج ٨ ص ١٥)

بوڑھے مسلمان کی تعظیم واحترام کا حکم

حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے اجلال و تعظیم میں سے یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان کا اکرام واحترام کیا جائے۔

(بیہقی فی الشعب ج ٧ ص ٤٥٩)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بوڑھے مسلمان کی تعظیم واحترام خدائے پاک کی تعظیم ہے۔ اس طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی بوڑھے مسلمان کا اکرام واحترام خدا کی تعظیم واحترام ہے۔

فائدہ: شریعت میں بوڑھوں کی تعظیم واکرام کا حکم ہے کہ ایمان اسلام عبادت و طاعت پر اس کی زندگی گزری ہے۔ عموماً بڑھاپے میں ذہانت وفطانت سمجھ بوجھ میں فرق پیدا ہوجاتا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ درست نہیں نادانی کی بات ہے۔

افسوس آج ہمارے جوانوں کے ماحول میں بوڑھوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ استہزاء کیا جاتا ہے۔ حیرت ہے کہ بعض لوگ تو بوڑھوں کی ہیئت ورفتار پر بھی ہنستے ہیں۔ کاش وہ سوچ لیتے کہ ہم پر بھی اس سے بُرا دور اور حال آسکتا ہے۔ کہ ہم نہ چل سکیں اور نہ اپنی ضرورت خود سے پوری کرسکیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم ان کا اکرام کریں ان کی خدمت کریں ان سے دعائیں لیں۔

بڑھاپے میں کس کی تعظیم واکرام؟

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو جوان بوڑھے مرد کا

اکرام کرتا ہے۔ خدائے پاک اس کے بوڑھے ہونے پر تعظیم کا انتظام فرمادیتا ہے۔

(مکارم طبرانی صـ۳۶۸، بیہقی فی الشعب ج۷ صـ۴۶۱)

فائدہ: عموماً نوجوان لوگ بوڑھوں اور ضعیف لوگوں کی توقیر نہیں کرتے بلکہ حد تو یہ ہے کہ بیٹا بھی جس کی والدنے جان مال لگا کر پرورش کی ہے۔ اپنے بوڑھے باپ کا مذاق اڑاتا ہے۔ اسے مکروہ اور بے ادب الفاظ سے پکارتا ہے۔ اگر باپ کچھ کہے اور مشورہ دے تو اسے بیوقوف بنا کر خفگی کا اظہار کرتا ہے۔ اولاد کے لئے خصوصاً اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ یہ برتاؤ نہایت ہی مذموم اور اخلاق سے گری حرکت ہے۔ حدیث پاک میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ ایسوں کا اکرام گویا کہ خدا کا اکرام و تعظیم ہے خدا ایسوں سے خوش ہوتا ہے......ان کی تعظیم و احترام کی ترغیب دیتے ہوئے کہا گیا کہ جو آج بوڑھے کی تعظیم و احترام کرے گا۔ اس سے صادر ہونے والی باتوں کو درگزر کرے گا۔ اس کی خدمت کرے گا۔ تو آخرت کے علاوہ اس دنیا میں بھی اس کا بدلہ ملے گا کہ جب یہ بوڑھا ہوگا اور اس حالت کو پہنچے گا تو اللہ اس کا احترام لوگوں کے دل میں ڈال دے گا۔ ورنہ تو زمانہ کی حالت کی وجہ سے یہ شخص اس سے زیادہ بے احترامی و بے اکرامی کا شکار ہوگا۔

ہمارے مسلم معاشرے میں اس قسم کی بداخلاقی مغربی تہذیب سے اور آزادی شریعت سے پہنچی ہے۔ گھر کے بوڑھوں کو دیکھا گیا ہے کہ خود آل اولاد ان کی حیات اور زندگی کو اپنے لئے باعث کلفت اور مصیبت سمجھتے ہیں۔ ان کے جلد مرنے کی خواہش کرتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ ان کی خدمت اور احترام سے دین دنیا کا کتنا فائدہ ہوتا ہے۔ ان کی دعاء اور بددعاء کا مستجاب مقام ہوتا ہے۔ اور ان کی خدمت و احترام کی وجہ سے دنیا میں یہ شخص بھی قابل خدمت و احترام ہوگا اور اس کے ساتھ بھی اکرام کا معاملہ کیا جائے گا۔

بڑوں کے ساتھ برکت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔ (بیہقی فی الشعب، مکارم الخرائطی ج ا صـ۳۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ خیر اور بھلائی تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔ (مسند بزار، مجمع الزوائد ج۸ صـ۱۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ان سے امور میں مشورہ کرو۔ ان کے تجربات سے فائدہ اٹھاؤ۔ ان کی باتوں پر عمل کرو۔ ان کو اپنے درمیان خیر و برکت کا باعث سمجھو۔ ان کو پس پشت نہ ڈالو۔ ان کے رہنے کو باعث کلفت نہ سمجھو۔

بڑوں کو معاملات میں آگے کرنے کا حکم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قبیلہ جہینہ کی جماعت آپ ﷺ کی خدمت میں آئی تو ان میں سے ایک کم عمر شخص نے آپ ﷺ سے گفتگو شروع کی۔ تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا رک جاؤ۔ تمہارے بڑے کہاں ہیں۔ (بیہقی فی الشعب ج۷ صـ۴۶۱)

حضرت رافع اور سہل بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود خیبر گئے تھے۔ کھجور کے باغوں کے پاس دونوں (کسی ضرورت سے) جدا ہوگئے۔ تو عبد اللہ بن سہل کو کسی نے قتل کردیا۔ (تو اس واقعہ کو بتانے اور شرعی حد نافذ کرنے کے سلسلے میں) حضرت عبد الرحمٰن بن سہل اور حویصہ اور محیصہ جو ابن مسعود کے لڑکے تھے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ تو اس معاملہ کی گفتگو حضرت عبد الرحمن نے شروع کی اور یہ جماعت میں سب سے چھوٹے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ بڑے کو آگے کرو۔ یعنی اپنے بڑے کو بولنے دو۔ (بخاری ج۲ صـ۹۰، مشکوٰۃ صـ۳۰۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جماعت میں کوئی صاحب بڑے ہوں تو ان کو گفتگو

اور دیگر معاملات میں آگے بڑھانا چاہئے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اکرام الکبیر باب قائم کر کے اس کی تاکید کی کہ بڑے کو آگے رکھو۔ افسوس کہ آج مغربی تہذیب کی وجہ سے بڑے بوڑھوں کا اکرام نہیں کیا جاتا۔ جوان اپنے کو ہر چیز کا مستحق سمجھنے لگے ہیں۔

بڑوں کی بے تعظیمی قیامت کی علامت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک واقع نہ ہوگی۔ جب تک کہ یہ چیز نہ آجائے گی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ چھوٹے بڑے پر جرأت و بے باکی نہ کرنے لگ جائیں۔ (یعنی بڑھ چڑھ کر غیر مؤدبانہ باتیں اور حرکتیں کرنے لگ جائیں اور احترام واکرام کو بالائے طاق رکھ دیں)۔ (مکارم الخرائطی ج ا ص ۳۵)

حضرت حکیم کہتے ہیں کہ میرے والد عاصم نے مرتے وقت اولاد کو وصیت کی کہ خدا سے ڈرتے رہو۔ اور اپنے بڑوں کو اپنا سردار بناؤ۔ جب قوم اپنے بڑوں کو سردار بناتی ہے تو وہ اپنے آباء کی تابعدار اور نیک جانشین سمجھی جاتی ہے۔ اور جب کسی چھوٹے کو اپنا سردار بناتی ہے تو وہ گویا اپنے بڑوں کو اپنے ہم جنسوں میں ذلیل و حقیر کرتی ہے۔

(ادب مفرد ص ۱۶۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اپنے بڑوں کو بڑا رکھنا اور ان کو قائد بنانا اور ان کے ماتحت رہنا خیر و برکت کا باعث ہے۔

قوم کے بڑے سردار رئیس کے اکرام کا حکم

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب میں آپ ﷺ کی خدمت میں اسلام پر بیعت کے لئے حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا۔ اے جریر کیسے آئے ہو۔ میں

نے کہا آپ ﷺ کے دست مبارک پر اسلام لانے کے لئے تو آپ ﷺ نے میری طرف اپنی چادر پھینک دی پھر آپ ﷺ نے اصحاب کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا۔ جب تمہارے پاس قوم کا بڑا معزز آدمی آئے تو تم اس کا احترام کرو۔

(بیہقی فی الشعب ج ۷ ص ۴۶۲)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص خدا پر اور آخرت پر ایمان لایا ہو اور آپ ﷺ نے اسے تین مرتبہ فرمایا۔ پھر فرمایا جب تمہارے پاس قوم کا بڑا شخص آئے (خواہ کافر فاسق ہی کیوں نہ ہو) تو تم اس کا اکرام کرو۔

(بیہقی ج ۷ ص ۴۶۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس قوم کا کوئی بڑا۔ معزز۔ شخص آئے تو تم اس کا احترام کرو۔ اس وقت تک یہ ایمان نہیں لائے تھے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس قوم کا کوئی بڑا شخص آئے تو اس کا اکرام کرو۔ (مجمع الزوائد ص ۱۶)

کافر فاسق ہو تب بھی اکرام کا حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں عیینہ بن حصن آیا۔ تو آپ ﷺ نے قالین منگوائی اور اس پر ان کو بیٹھنے کو کہا۔ پھر فرمایا جب تمہارے پاس قوم کا معزز شخص آئے۔ تو اس کا اکرام کرو۔ (مجمع ج ۸ ص ۱۶)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اسلام کے بلند پایہ اخلاق میں سے یہ ہے کہ ہر شخص سے اکرام کے ساتھ پیش آئے۔

وہ حضرات جو بستی محلے علاقے یا ملک کے بڑے لوگوں میں سے ہوں یا کوئی رئیس ہو معزز ہو۔ سردار۔ یا ذمہ دار ہو۔ اس کا احترام کیا جائے۔ خواہ وہ کافر، فاسق ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ جب وہ ہمارے پاس آئیں خواہ کسی اپنی ہی ضرورت سے آئیں تو اکرام کے مستحق ہونگے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے اکرام کیا۔ ان سے نفرت، بے توجہی لاپرواہی نہ برتی جائے۔ عرف اور ماحول میں جو امور باعث اکرام ہیں اختیار کئے جائیں۔ مثلاً کرسی پر یا اچھی جگہ بٹھائے۔ چائے پان وغیرہ پیش کرے۔ اکرام کے ساتھ گفتگو کرے۔ ہاں مگر دل میں اس کی تعظیم نہ کرے۔ اس کی دنیاوی وجاہت سے متاثر نہ ہو۔ دل میں یا لوگوں سے اس کی وقعت کا تذکرہ نہ کرے۔ اور وہ جو فاسق و کافر کی اہانت کا حکم ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کے یہاں جا کر ان کا اکرام و احترام نہ کریں۔ یا دل میں ان کا احترام و وقعت نہ رکھیں۔ اس طرح دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے گا۔ اصل میں جو ہماری مجلس میں آئے ہمارے پاس آئے۔ اس کے لئے ہمارا اخلاق اکرام کا ہونا چاہئے تاکہ اسلام اور اہل اسلام ان کی نگاہ میں قابل اکرام ہوں۔ یہ اسلامی اخلاقی فریضہ ہے اور اس کا اظہار ہے۔

خصوصی اکرام کے لائق

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے اکرام میں سے یہ ہے کہ بوڑھے مرد کا، منصف حاکم کا، حاملین قرآن کا (علماء حفاظ) کا اکرام کیا جائے۔ نہ اس میں حد سے زیادتی کی جائے نہ اس میں کوئی کوتاہی برتی جائے۔

(مکارم الخرائطی ج ۱ صہ ۳۵۸)

فائدہ: خیال رہے کہ عام مؤمنین کے اکرام کا جو حکم ہے اس سے زائد ان حضرات کا اکرام کیا جائے گا۔ جو حفاظ، صلحاء۔ دین کے وارثین علماء ربانین، علم و فضل کے حاملین، اولیاء کاملین ہیں۔ ماقبل کی روایتوں میں عام مُسلمین کے اکرام کی فضیلت بیان

کی گئی ہے۔ تو خواص اُمّت کا اکرام ان سے زائد ہوگا۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت نے ایک جنازہ کی نماز پڑھی۔ جب وہ جانے لگے۔ تو میں نے ان کی سواری ان کے قریب کر دی۔ تاکہ آپ اس پر سوار ہو جائیں۔ اتنے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اس کی رکاب پکڑ لی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عم رسول اللہ ﷺ آپ تو اس کو چھوڑ دیجئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم کو علماء اور کبراء کے ساتھ اس طرح تعظیم و تکریم کا حکم دیا گیا ہے۔ (احیاء العلوم ج ۱ صہ ۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن سیکھنے جایا کرتے تھے جب ان کے مکان پر پہنچتے تو دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے بلکہ دروازے ہی پر کھڑا رہتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابی خود ہی باہر تشریف لاتے حضرت ابی کو حضرت ابن عباس کا اس طرح سے انتظار کرنا شاق گزرتا ایک دن (حضرت ابی نے) کہا تم دروازہ کیوں نہیں کھٹکھٹا دیتے۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا عالم اپنی قوم میں محترم و معظم ہوتا ہے۔ (روح المعانی ج ۲۶ صہ ۱۳۱)

جو بڑوں کا اکرام نہ کرے ہم میں سے نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو بڑوں کی تعظیم نہ کرے۔ چھوٹوں پر شفقت نہ کرے۔ اور اچھی باتوں کا حکم نہ کرے۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صہ ۴۲۳)

فائدہ: ظاہر ہے کہ جو آج بڑے کی تعظیم نہ کرے گا اس کا بھی اکرام نہ کیا جائے گا۔ جو بڑوں کا اکرام اور ان کی تعظیم نہ کرے گا تو بڑے بھی اس کو اکرام اور شفقت کی نگاہوں سے نہ دیکھیں گے۔ اس طرح ایک کا ربط دوسرے سے ٹوٹ جائے گا۔

خیال رہے کہ بڑے سے مراد وہ ہے جو عمر میں بڑا ہو۔ اسی طرح اہل علم و فضل بھی

بڑے میں داخل ہیں۔ اور وہ لوگ بھی بڑے میں داخل ہیں جو قوم اور ماحول میں بڑے صاحب شرف و عز ہیں، قائد و رہنما و ذمہ دار ہیں۔ ایسے حضرات گو عمر میں چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں تعظیم اور اکرام کے لائق ہیں۔

صاحب ضرورت جس سے غرض ہو اسکے پاس جائے

حضرت زید بن ثابت ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے پاس حضرت عمر ؓ تشریف لائے۔ اجازت طلب کی۔ اجازت دی گئی۔ میری باندی میرے سر میں کنگھی کر رہی تھی میں نے اپنا سر کھینچ لیا۔ تو حضرت عمر ؓ نے فرمایا اسے کنگھی کرنے دو۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے بلا بھیجتے تو میں حاضر ہو جاتا۔ اس پر حضرت عمر ؓ نے فرمایا۔ کام مجھے تھا۔ مجھے آنا چاہئے تھا۔ (ادب مفرد ص۹۷۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ انسانی اکرام میں سے یہ ہے کہ جس سے غرض اور تعلق ہو اس کے پاس جائے۔ اسے اپنے پاس نہ بلائے۔ اسلام کے بلند پایہ مکارم اخلاق میں سے یہ ہے کہ اپنے کام کے لئے جس سے کام متعلق ہو اسے بلا کر تکلیف نہ دیں۔ بلکہ حسب موقع خود ان کے پاس آجائے۔ خواہ وہ اس کا ہم عصر ہو یا چھوٹا۔ چنانچہ امیر المؤمنین کو دیکھئے۔ وہ حضرت زید ؓ کے پاس گئے۔ ادب سنّت اور اکرام مسلم اسی میں ہے۔

اپنی غرض سے کسی کو بلانا یہ کبر اور بڑائی کی علامت ہے۔ چنانچہ اہل عہدہ و متکبرین حضرات کو دیکھیں گے کہ وہ اپنی ضرورت سے بھی کسی کے پاس جانے کو وقار کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ نادانی اور جہالت ہے۔ خدا کے برگزید بندوں کے عادات اور اخلاق متواضعانہ ہوتے ہیں۔ ان حضرات کے عادات و اخلاق کو اختیار کرنا چاہئے۔ کہ یہ اہل جنّت کے اوصاف ہیں۔

اہل علم و فضل کی تعظیم و تکریم

مجالس علماء کے اختیار کرنے کا حکم

حضرت ابوامامہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ لقمان (حکیم) نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تم پر علماء کی مجلس لازم ہے۔ اور حکماء کے کلام کو سنا کرو۔ اللہ پاک نور حکمت سے مردہ دلوں کو اس طرح زندہ کرتا ہے جس طرح مردہ زمین موسلادھار پانی سے! (مجمع الزوائد ج۱ ص۱۳۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم جنّت کے باغیچوں سے گزرو تو چر لیا کرو۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ جنّت کے باغیچے کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اہل علم کی مجلس۔ (ترغیب، مجمع ج۱ ص۱۳۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اہل علم کی مجلس میں قرآن حدیث جنّت و جہنم ثواب و آخرت کی بات ہوتی ہے۔ خدا رسول کی معرفت کا ذکر ہوتا ہے۔ اور یہ چیز حیات ابدی، جنّت کا باعث ہیں اس لئے ان کی مجلس میں بیٹھنے اور جانے کا حکم ہے۔

خدا کا خصوصی اکرام

حضرت ابوموسیٰ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدائے پاک قیامت کے دن تمام لوگوں کو اٹھائے گا پھر ان میں سے علماء کو چھانٹ لیں گے۔ اور فرمائیں گے اے علماء کی جماعت میں نے اپنا علم تم میں اس لئے نہیں ڈالا تھا کہ تم کو عذاب دوں جاؤ میں نے تم کو بخش دیا۔ (طبرانی، مجمع ج۱ ص۱۳۱)

فائدہ: علماء عاملین اور علماء ربانیین کیساتھ خدائے پاک کا یہ خصوصی برتاؤ ہے ایسے حضرات قابل رشک ہیں۔ خدائے پاک ہم جیسوں کو بھی اس زمرہ میں داخل فرمائے۔ اور یہی امید بھی ہے۔ (آمین)

جس نے عالم کا حق نہیں پہچانا وہ ہم میں سے نہیں

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے۔ ہمارے علماء کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترغیب ص ۱۱۳ مکارم طبرانی ص ۳۶۷ مجمع ج ۱ ص ۱۳۳)

فائدہ: علماء کا حق یہ ہے کہ دین و آخرت کے سلسلے میں ان کی جانب رجوع کیا جائے۔ اگر وہ دین و علم کی خدمت اور اس کی اشاعت کریں تو دینی معاملہ میں ان کی مدد و نصرت کی جائے۔ تاکہ وہ دین کی خدمت کر کے اسے باقی رکھ سکیں اور آنے والی نسلوں میں اس کا سلسلہ جاری رہ سکے۔ دین کی خدمت اور اس کی ہمہ تن مشغولی سے اگر وہ دنیا نہ کما سکیں تو ان کی دنیاوی ضرورتوں کا خیال رکھیں۔ ان کی توقیر و تعظیم کی جائے دینی امور میں ان کی اطاعت کی جائے۔ معمولی معمولی باتوں پر ان سے بدگمانی اختیار نہ کی جائے ان پر طعن و ملامت نہ کی جائے۔ ایسا کرنے کی صورت میں عوام کا دین جاتا رہے گا۔ آخر وہ دین کس سے حاصل کریں گے۔ اس لئے حتی المقدور ان سے حسن ظن اور بہتر تعلق رکھا جائے۔ اور قابل اعتراض معاملہ پر دل میں کچھ پیدا ہو تو توجیہ کرتے ہوئے ان کا معاملہ خدا کے حوالہ کر دیا جائے۔

اہل علم و فضل کی توہین منافق ہی کر سکتا ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین شخصوں کی بے ادبی منافق ہی کر سکتا ہے۔ ① مسلمان پیر مرد کی۔ ② اہل علم کی ③ منصف عادل

حاکم کی۔ (مجمع ص ۱۳۲، طبرانی، ترغیب ص ۱۱۵)

فائدہ: معلوم ہوا کہ عالم کی توہین اور اس کی بے ادبی منافق کی علامت ہے۔ کس قدر خوف کی بات ہے جو لوگ بے دریغ عالم کی توہین اور بے ادبی کے درپے رہتے ہیں۔ وہ اس حدیث پر غور کر لیں۔ آج علماء دین کو کس بے باکی سے بُرا بھلا کہہ دیتے ہیں۔ بڑے مواخذہ اور گرفت کی بات ہے۔

اہل علم کے لئے مجلس کشادہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مجلس کی کشادگی کی جائے گی مگر تین حضرات کے لئے، ① اہل علم کے لئے ان کے علم کی وجہ سے ② بوڑھوں کے لئے ان کی پیری کی وجہ سے ③ حاکم سلطان کے لئے ان کے حاکم سلطان ہونے کی وجہ سے۔ (مکارم طبرانی ص ۳۶۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے اکرام میں اہل مجلس کو چاہئے کہ ان کو مجلس میں اچھی جگہ دیں۔ ان کے مرتبہ کی رعایت کریں۔ یہ ان کا حق ہے خاص کر کے بزرگوں اور علماؤں کے لئے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سب کا حق برابر ہے۔ نادانی کی بات ہے۔ بڑوں کے اکرام میں مجلس کشادہ کر کے جگہ بنانا اور ان کو معزز مقام پر بٹھانا یہ حق ہے۔ اور سنت سے ثابت ہے۔

کس کے ساتھ برکت؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔ (ترغیب ج ۱ ص ۱۱۳، مجمع الزوائد)

اکابر اور بڑے سے مراد علماء ربانیین ہے۔ علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے

اکرام علماء، کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

فائدہ: اہل علم کی خدمت اور صحبت سے علم اور دین آتا ہے۔ بڑوں کے ساتھ رہنے سے بڑے اوصاف حاصل ہوتے ہیں۔ افسوس کہ آج کل اہل علم اور اپنے بڑوں کی صحبت اور معیت سے دور بھاگتے ہیں۔ کہ اصلاح اور علم کی باتیں مزاج کے خلاف نہ پڑ جائیں۔

دراصل وہ چاہتے ہیں کہ خواہشات کی تکمیل میں یہ بڑے ہماری موافقت کریں ظاہر ہے کہ علماء ربانیین اسے کہاں گوارا کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان سے ربط نہیں رکھتے ان کی صحبت میں نہیں جاتے۔ جس کا بدترین نتیجہ ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ دین سے دینی ذہن سے بڑائی کے اوصاف سے محروم رہتے ہیں۔ جس کا احساس ان کو گو نہ ہو مگر ماحول تو محسوس کر رہا ہے۔ اللہ پاک ہی رحم کا معاملہ فرمائے۔ (آمین)

اس زمانہ سے پناہ جس میں عالم کی نہ مانی جائے

حضرت سہل بن الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ یہ دعاء فرماتے تھے:

﴿اللهم لا يدركنى زمان لا يتبع فيه العليم ولا يستحيا فيه من الحليم قلوبهم قلوب الاعاجم والسنتهم السنة العرب﴾

"اے اللہ وہ زمانہ نہ ملے جس میں اہل علم کی اتباع نہ کی جائے اور کسی بردبار سے حیاء نہ کی جائے۔ لوگوں کے دل تو عجم کی طرح ہوں اور زبان عرب کی طرح ہو۔" (ترغیب ج ا ص ۲۱۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ایسا زمانہ مجھ پر نہ آئے کہ جس میں علماء کی اتباع نہ کی جائے۔ اور دل میں محبت نہ ہو بلکہ زبان چرب زبانی سے پر ہو۔ شاید کہ یہ زمانہ ایسا

ی ہے۔ کہ اب اہل علم کی نہیں مانی جاتی اپنی اور اپنے مزاج و نفس کی مانی جاتی ہے۔ خدا کی پناہ۔ کہ ایسے زمانے میں ہونے سے یا ایسے زمانہ کو پانے سے آپ ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔

مؤمن کی عزت اور اس کو باقی رکھنا

کون جہنّم سے محفوظ؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے اپنے مؤمن بھائی کی دنیا میں حفاظت کی۔ اور اسے باقی رکھا۔ تو قیامت کے دن خدائے پاک ایک فرشتہ بھیجیں گے جو اسے جہنّم سے بچائے رکھے گا۔

(مکارم اخلاق خرائطی ج ۲ ص ۸۲۱)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے بھائی کو بے عزتی سے بچایا۔ (عزت کو بچایا رسوا نہ کیا) خدائے پاک اس کے چہرے کو قیامت کے دن جہنّم سے بچائے گا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۳، مکارم للطبرانی ص ۳۶۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سود کے بہتر دروازے ہیں۔ سب سے ادنیٰ دروازہ ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔ اور سب سے بڑا سود یہ ہے کہ اپنے بھائی کی عزت کے پیچھے پڑ جائے (مطالب عالیہ ج ۳ ص ۱۰، مجمع ج ۸ ص ۹۲)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اپنے بھائی کی غائبانہ (پیٹھ پیچھے) توہین و تذلیل سے بچا رہے۔ اس پر اللہ کا حق یہ ہے کہ اسے آگ سے بچاوے۔ یعنی جہنّم سے محفوظ رکھے۔ (ترغیب، مجمع الزوائد ص ۹۵)

کعبہ سے زائد مؤمن کی عظمت و احترام

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو طواف کرتے ہوئے

دیکھا کہ یہ فرمارہے تھے کیا ہی خوشگوار ہو تم اور کیسی روحانیت ہے تم میں۔ کیا ہی باعظمت اور با احترام ہو تم۔ قسم خدا کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔ مؤمن کی جان مال کا احترام اللہ کے نزدیک تجھ سے زائد ہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۸۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کعبہ کی جانب دیکھا اور کہا۔ تم کس قدر باعظمت ہو اور کس قدر عظیم تمہارا احترام ہے۔ مگر (اے کعبہ) مؤمن تم سے زیادہ قابل احترام ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ (ترغیب ج ۳ ص ۲۴۰)

خدا کی مدد نصرت کا کون مستحق؟

حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ جو کسی مؤمن کو ذلیل کرے گا اس کی عزت کو نقصان پہنچائے گا اللہ پاک اس مقام میں اسے رسوا اور ذلیل کریگا جہاں اسے مدد نصرت کی ضرورت ہوگی۔ اور جو کسی مؤمن کی عزت کرے گا جہاں اس کی تذلیل ہو رہی ہو اور اس کی عزت کو پامال کیا جا رہا ہو تو خدائے پاک اس کی اس جگہ مدد و نصرت کرے گا جہاں یہ مدد نصرت چاہے گا۔ (مکارم طبرانی ص ۳۶۳)

حضرت معاذ ابن جہنی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے کسی مؤمن کی، منافق کی غائبانہ تذلیل و توہین سے حفاظت کی تو اللہ پاک ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے جسم کو جہنّم سے بچائے رکھے گا۔

فائدہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مؤمن کی عزت کی حفاظت کی جائے۔ اس کو کسی وجہ سے رسوا و ذلیل نہ کیا جائے۔ ایسا طریقہ ہرگز نہ اختیار کیا جائے کہ جس سے اس کی عزت پر دھبہ لگے۔ اور لوگوں کے سامنے اس کی اہانت و رسوائی ہو۔ افسوس در افسوس کہ آج زمانہ الٹ گیا۔ ذرا سی مخالفت میں ایک دوسرے کی عزت

سے کھیلا جاتا ہے۔ عیوب کو شہرت دی جاتی ہے۔ خواہ مخواہ عیب بنا کر اور اسے اپنے گمان سے نکال کر رسوا کرنے کے لئے اس کا اشتہار کیا جاتا ہے اسے پھیلایا جاتا ہے۔ کس قدر ہلاکت اور غضب خداوندی کی بات ہے آج یہ جس کی عزت سے کھیلا جارہا ہے تو کل اس کی عزت سے بھی کھیلا جاسکتا ہے۔ اور تجربہ ہے کھیلا جائے گا۔ جس مؤمن کی عزت کعبہ سے بڑھ کر ہے آج ہمارا ماحول اس کی کرامت کو کس قدر پامال کر رہا ہے۔ اگر کوئی غلطی اور جرم سرزد ہو جائے تب بھی اس کو مناسب سزا دی جاسکتی ہے اس کی عزت کو پامال نہیں کیا جاسکتا اور اس کی عزت سے کھیلا نہیں جاسکتا۔ اللھم احفظنا۔

لوگوں کے مرتبہ کی رعایت

حسب مراتب لوگوں کے ساتھ معاملہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو ان کے مرتبہ پر اتارو۔ (جامع صغیر ص۱۲۳، بیہقی فی الادب، بزار، مسلم)

میمون بن ابی شعب کہتے ہیں کہ ایک سائل آیا تو حضرت عائشہ نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا عنایت فرما دیا۔ پھر ایک شخص گزرا۔ جو مناسب کپڑے اور اچھی ہیئت و حالت میں تھا تو اسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بٹھایا اور کھلایا۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا آپ نے ایسا کیوں کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا لوگوں کو ان کے مرتبہ پر اتارو۔ (ابوداؤد ۶۶۵، کنز العمال جدید ج۳ ص۷۰۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خیر اور شر میں لوگوں کو ان کے مرتبہ پر اتارا جائے گا۔

(مختصر الخرائطی فی المکارم ص۵۸، کنز العمال جدید ج۳ ص۱۰۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم لوگوں کو اس کے مرتبہ پر اتاریں۔ (الحاکم فی معرفۃ علوم الحدیث، مقدمہ ابن صلاح ص۳۱)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے ساتھ اس کے مرتبہ جیسا معاملہ کیا جائے گا۔ ہر معاملہ اور برتاؤ میں سب کو یکساں نہیں رکھا جائے گا، گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی، اہل علم و فضل اس دنیا کے معزز ترین حضرات اور سردار پیشوا ہیں ان کے ساتھ عام معمولی آدمیوں کی طرح برتاؤ نہیں کیا جائے گا۔

ہر ایک کو ایک لکڑی سے ہانکنا جہالت اور نادانی کی بات ہے۔ نہ خدا نے کائنات کی تمام چیزوں کو یکساں پیدا کیا ہے نہ ہر ایک کے ساتھ یکساں معاملہ کیا۔ چنانچہ رزق کے معاملہ میں خداوند قدوس نے فرمایا۔ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ۔ لہٰذا سب کے ساتھ یکساں معاملہ کرنا مکارم اخلاق کے خلاف ہی نہیں بلکہ فطرت اور عقل سلیم کے بھی خلاف ہے۔

پس جو برتاؤ اور معاملہ اساتذہ اہل علم اصحاب معرفت اقرباء میں معزز و مکرم یا ماحول میں مؤقر کے ساتھ کیا جائے گا وہی برتاؤ ان کے علاوہ عام لوگوں کے ساتھ نہیں کیا جائے گا۔ جو اپنے بڑوں اور اکابرین کے ساتھ وہی برتاؤ کرے جو عام لوگوں کے ساتھ کرتا ہے تو وہ بے ادب جاہل ہے۔

خاطر و مدارات

لوگوں کی مدارات صدقہ ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خاطر و مدارات صدقہ ہے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا ص ۳۶۵)

فائدہ: یہ خیر کا کام ہے جو باعث ثواب ہے۔

خاطر و مدارات عقل کی بنیاد ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خاطر و مدارات عقل کی بنیاد ہے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۳۴۴، مجمع ج ۸ ص ۱۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ یہ نفع اور خیر کا باعث ہے جو اہل عقل کے لئے باعث رغبت و عمل ہے۔

آنے والے کی مدارات مسنون ہے خواہ کیسا ہی ہو

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی خدمت میں (قریش کا) ایک شخص آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کہ یہ قبیلہ کا بدترین شخص ہے۔ لیکن جب وہ آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور خوش مزاجی سے پیش آئے۔ پھر وہ چلا گیا۔ (مختصر المجمع ج ۸ ص ۱۷، بخاری ج ۲ ص ۹۰۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر آنے والے اور ملنے والے شخص سے اچھا برتاؤ کیا

جائے گا۔ اور اس کی خاطر مدارات کی جائے گی۔ خواہ وہ کافر فاسق ظالم شخص ہی کیوں نہ ہو۔

اس سے بد اخلاقی سے پیش آنا بری بات ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ایسے شخص سے جوڑ اور ربط و محبت کا معاملہ نہیں رکھا جائے گا مگر آنے پر اس کی مدارات اس کا حق ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے المداراۃ مع الناس کا باب قائم کر کے اس کی تاکید کی ہے کہ ملتے وقت لوگوں سے حسن برتاؤ، اخلاق انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ہے۔

خاطر مدارات نصف عقل ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خرچ میں اعتدال نصف معیشت ہے۔ لوگوں کے ساتھ خاطر مدارات آدھی عقل ہے۔ سوال کی اچھائی نصف علم ہے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا ص ۳۶۵)

فائدہ: کیسی بہترین حکمت کی باتیں ہیں۔ خرچ میں اعتدال مستقبل کی زندگی کو خوشگوار بناتی ہے۔ آدمی پریشان نہیں ہوتا۔ لوگوں سے مدارات ان سے حسن تعلقات اور حضور منافع کا ذریعہ ہے۔

مہمان نوازی

ضیافت کے متعلق فرمانِ الٰہی

قرآن پاک میں ہے:

﴿هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾

"کیا آپ کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر آئی ہے۔"

ضیافت کا اہتمام، مہمانوں کا اکرام، عرب کے ماحول میں فخر و مروت کی بات سمجھی جاتی تھی۔ تاریخ میں عربوں کی مہمان نوازی مشہور ہے۔ قوم اور ماحول کا معزز اور شریف ترین شخص وہ سمجھا جاتا تھا جو سب سے زیادہ مہمان نواز ہوتا۔ وہ مہمان نوازی میں حد سے زیادہ گزر جانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ اپنے اور اپنے اہل پر مہمان کو ہر طرح ترجیح دینا حق سمجھتے تھے۔ جاہلیت کے اشعار مہمان نوازی کے واقعات سے پُر ہیں۔ اس میں وہ تمام دیگر دنیا کے علاقوں سے ممتاز تھے۔ یہ دولت ان کو اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ورثہ میں ملی تھی۔ قرآن نے بھی ان کی مہمان نوازی کے امتیازی اکرام کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ "نزل" مہمانوں کا پر اکرام و پُر تکلف کھانا ہوتا ہے۔ اہل جنت کے لئے خبر دی ہے۔ اس سے ان کے اہتمام و تکلف کا پتہ چلتا ہے۔ اسلام نے مزید فضیلت بیان کر کے اس کی اہمیت اور وقعت میں اضافہ کر دیا تاکہ کمزور طبیعت والے ان فضائل سے ترغیب حاصل کریں۔

مہمان کے اکرام کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ مہمان کا اکرام کرے۔ (بخاری و مسلم صہ ۸۷۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ مہمان کا اکرام کرے۔ آپ ﷺ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔ (ترغیب صہ ۱۷، ۳)

فائدہ: انسانی ماحول میں اور تمام مذاہب میں مہمانوں کے اکرام واحترام کا حکم ہے۔ ہماری شریعت (جو ایک جامع شریعت ہے) نے اس کی بہت تاکید کی ہے۔ بخل کی وجہ سے ان کے حق میں کوتاہی نہ کرے۔ بعض دنی اور بے مروت لوگ مہمان کی آمد سے گھبرا جاتے ہیں۔ باہمی معاشرہ کے انس اور خوشگوار تعلقات کی بقا کے لئے یہ ایک بنیادی چیز ہے۔ اسی وجہ سے شریعت نے اس کی ترغیب دی ہے اور تاکید کی ہے اور ایمان کا ایک جز قرار دیا ہے۔

جو مہمان نواز نہیں اس میں بھلائی نہیں

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو مہمان نواز نہیں۔ (ترغیب ج ۳ صہ ۴۷، ۳، مکارم الخرائطی، مجمع الزوائد)

فائدہ: یعنی اگر مہمان آجائے تو اس سے خوش ہوئے۔ اس کے ساتھ محبت و الفت کا برتاؤ کرے۔ خیریت و حالات پوچھے۔ کھانے اور قیام کی جانب متوجہ ہو۔ اگر ایسا نہیں بلکہ اسے چھوڑ دے تو اس میں خیر نہیں۔ خیال رہے کہ مہمان نوازی کا نہ ہونا، بخل، قطع رحمی، بد خلقی کا باعث ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ امور برے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کے آنے پر گھبرانا اچھی بات نہیں۔ اسے خیر و برکت کا باعث سمجھ کر

اس کی ضیافت کرے۔

مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے۔ اور میزبان کے گناہ کو لے کر جاتا ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے مہمان اپنا رزق لے کر داخل ہوتا ہے اور مغفرت دے کر جاتا ہے۔ (کنزالعمال جدید ج۹ صہ ۲۴۲)

فائدہ: مہمان اپنا رزق میزبان کے دسترخوان پر کھاتا ہے۔ اس لئے گھبرانا نہیں چاہئے۔ وہ میزبان کے حصہ میں کمی نہیں کرے گا۔ اس کے دسترخوان پر کھانے کی وجہ سے اسے ثواب ملے گا۔ اس کی خدمت اور اکرام کی وجہ سے اسے ثواب ملے گا اور اس کے گناہ معاف ہونگے۔ اور دلی دعا سے دنیا کشادہ ہوگی۔

مہمان کو گھر کے دروازے تک پہنچانا سُنّت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مہمان کے لئے سُنّت یہ ہے کہ اس کے ساتھ دروازے تک جائے۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (ابن ماجہ صہ ۲۵۰)

فائدہ: خیال رہے کہ مہمان اور آنے والوں کے اکرام میں سے یہ ہے کہ جب وہ رخصت ہوں تو اس کے ساتھ کچھ دور چلے۔ چند قدم تو ضرور چلے۔ گھر سے ہی اکیلا چھوڑ دینا بے مروتی کی بات ہے۔ رخصت کرتے وقت چلنے میں مہمان کے مرتبے کی رعایت کرے۔ استاذ یا مکرم اور بزرگ ہستیوں میں سے ہے۔ یا دنیا کے اعتبار سے اہم ہے تو حسب موقعہ اسٹیشن یا بس اسٹینڈ یا سڑک تک ساتھ جائے۔ آپ ﷺ جب

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب رخصت فرمارہے تھے تو کچھ دور ساتھ چلے تھے۔

مہمان کے ساتھ کھانے میں شرکت کرے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے مہمان کے ساتھ کھاؤ۔ تنہا کھانے میں وہ شرم محسوس کرتا ہے۔

(بیہقی فی الشعب ج ۷ ص ۱۰۱، کنز العمال جدید ص ۲۳۸)

فائدہ: ادب اور سُنّت یہ ہے کہ مہمان کے ساتھ کھائے۔ اگر کھانے میں پرہیز ہے تب بھی اپنے کھانے کے ساتھ شریک ہو بسا اوقات وہ کھانے میں شرم محسوس کرتا ہے۔ نیز یہ کہ یہ اکرام اور مروت کے خلاف ہے۔ کہ اس کے ساتھ سائل کا برتاؤ کیا جارہا ہے۔ کہ اسے الگ دیدیا جاتا ہے ساتھ نہیں کھایا جاتا۔

مہمان کے اکرام پر جنّت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے نماز قائم کی۔ زکوٰۃ ادا کیا۔ ماہ مبارک کا روزہ رکھا۔ مہمان کا اکرام کیا۔ وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۱۰)

فائدہ: مہمان کی آمد پر خوشی و مسرت اور ان کا اکرام کھانے پینے بستر دیگر سہولتوں سے کرنا۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور اسلاف صالحینؒ کی محمود سُنّت ہے۔

اکرام کا مفہوم یہ ہے کہ آل اولاد کے ساتھ کھانے پینے میں جو برتاؤ کیا جاتا ہے اس سے زائد اور بہتر طور پر کرے۔ روز دال روٹی کھاتا تھا تو مہمان کی وجہ سے گوشت بنالے۔ کچھ میٹھا نمکین بنالے۔ لطیف اور صاف بستر اس کے لئے بچھادے اسی طرح جو چیزیں عرف اور ماحول میں وہاں کے اعتبار سے تعظیم و تکریم کا باعث ہو کرے۔

عرب میں مہمانوں کا بڑا حق سمجھا جاتا تھا۔ مہمان کا اکرام عرب کے گھٹی گھٹی میں داخل تھا۔ اور اس میں وہ تمام دنیا سے ممتاز ہیں۔ ہماری شریعت نے مزید اس کے اکرام و اہتمام کو باقی رکھا۔ دنیا کے ان لوگوں کو جو مہمان کو مصیبت سمجھتے ہیں۔ خسارہ مال کا باعث سمجھتے ہیں ان فضائل کے ذریعہ سے اُن کو ترغیب دی ہے۔

اتنا نہ ٹھہرے کہ میزبان تنگ ہوجائے

حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی کے لئے یہ حلال نہیں کہ اتنا ٹھہرے کہ جس سے میزبان تنگ ہوجائے۔ (ادب مفرد ص ۳۱۳)

فائدہ: بعض فارغ لوگ کہیں مہمان داری میں جاتے ہیں تو رشتہ داری کا بہانہ بناکر پڑے رہتے ہیں اور میزبان کی تنگی و تکلیف کا خیال نہیں کرتے۔ اسی سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

ہاں اگر قریبی رشتہ دار ہو۔ آپسی محبت و حسن تعلقات اس درجہ کا ہو کہ تنگی اور بار کا احتمال نہ ہو۔ اور میزبان کی بھی خواہش و تمنا ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔

(فضل اللہ الصمد ج ۱ ص ۲۰۹)

مہمان کا حق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس کے پاس مہمان آئے۔ ۳ دین اس کا حق ہے (کہ اسے کھلائے اور رکھے) اس کے بعد اس کا تبرع اور احسان ہے۔ (مسند احمد، ترغیب ج ۳ ص ۳۰۷)

ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ اور اس کا حق ایک دن ایک رات ہے۔ اور ضیافت تین دن تین رات ہے۔ اس سے زائد صدقہ ہے۔ مہمان کے

لئے درست نہیں کہ اس کے بعد ٹھہرے اور میزبان کو تنگی میں ڈالے۔ (بخاری ص۹۰۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مہمان نوازی تین دن ہے۔ اس سے زائد صدقہ (نفلی) ہے۔ مہمان کو چاہئے کہ اس کے بعد چلا جائے۔ اہل خانہ کو پریشانی میں نہ ڈالے۔

فائدہ: سلمان خطابی نے کہا کہ مہمان کی آمد پر ایک دن ذرا تکلف و خاص اہتمام کرے۔ اس کے ساتھ اور دنوں کے مقابلہ میں زائد بھلائی کا برتاؤ کرے۔ آخر کے دو دنوں میں اس سے کم کا اکرام کرے۔ اور تین دن گزر جائے تو گویا اس نے حق پورا کردیا۔ (آداب تبلیغی ص۸۷)

بعض لوگ پڑے رہتے ہیں خیال نہیں کرتے سو یہ ممنوع ہے آج کے اس دور میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ہاں مگر ایسا محبتانہ تعلقات ہوں کہ گرانی نہ ہو یا میزبان خود اصرار کرے تو کوئی قباحت نہیں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ اول دن نفیس اور قیمتی شئے پیش کرے۔ دوسرے دن ذرا تکلف کرے۔ (تھوڑا اہتمام کرے) تیسرے دن جو حاضر ہو پیش کردے۔ (عمدۃ القاری ج۲۲ ص۱۷۵)

مہمان تحفہ خدا ہے

ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب اللہ پاک کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے مہمان کے تحفے سے نوازتے ہیں۔ جو اپنا رزق لے کر آتا ہے اور گھر والوں کے لئے مغفرت کا باعث بن جاتا ہے۔ (کنز العمال ج۹ ص۲۳۲)

فائدہ: مہمان کی آمد میزبان کے لئے تحفہ رحمت اور برکت ہے۔ وہ اپنا رزق خود لے کر آتا ہے اور میزبان کے لئے برکت اور مغفرت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

مہمان کے لئے بستر وغیرہ الگ رکھے

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ایک بستر آدمی کے لئے اپنا، ایک بیوی کا، ایک مہمان کا، اور چوتھا شیطان کا۔

(مکارم الخرائطی ص۲۳۶، مسلم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بلا ضرورت بستر یا اور دیگر سامان نہ رکھے۔ ہاں مہمان کے لئے ایک بستر اور دیگر سامان الگ رکھے تاکہ وقت پر گھر میں پریشانی نہ ہو۔ یہ اسراف اور بلا ضرورت میں داخل نہیں بلکہ مستحب ہے۔

رات کو آنے والے مہمان

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا رات کو آنے والے مہمان کا حق ہر مسلمان پر ہے۔ (ترغیب ج۳ ص۳۷۱)

فائدہ: اگر اتفاقاً کوئی رات کو محلے ٹولے یا مسجد میں آجائے۔ تو اس کی رعایت تمام محلے والوں پر واجب کفایہ ہے۔ اگر یہ شخص رات گزارنے آیا ہے۔ کسی خاص مقصد یا کسی کے گھر نہیں آیا ہے۔ تو عامۃ المسلمین پر اس کا حق ہے۔ لہٰذا ہر شخص اس کی ضیافت میں پیش قدمی کرے۔ اگر کسی رشتے یا مقصد کی وجہ سے آیا ہے تو جس کے پاس آیا ہے اس پر اس کی ضیافت واجب ہے۔ خیال رہے کہ شہروں میں جہاں عام طور پر باہر سے آنے والوں کے لئے مسافر خانے اور ہوٹل ہوتے ہیں۔ اور قیام وطعام میں ان کو کسی کا محتاج نہیں ہونا پڑتا۔ تو ان کی مہمانی واجب نہیں۔ تاوقتیکہ وہ کسی خاص مقصد سے یا خاص قرابت کی وجہ سے کسی کے پاس نہ آئیں۔ ورنہ ان سے ان کا حق ضیافت متعلق ہو جاتا ہے۔

کون بُرا ہے؟

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ برا ہے جس کے پاس مہمان نہ آئے۔ (کنز العمال جدید ج ۹ صـ ۲۴۴)

فائدہ: مہمان کا نہ آنا بخل یا بد خلقی اور لوگوں سے حسن تعلق نہ ہونے کی دلیل ہے۔ جو نہایت ہی مذموم اور دین دنیا کے لئے برے انجام کا باعث ہے۔ ظاہر ہے جن کے اخلاق اچھے ہونگے۔ لوگوں سے تعلقات بہتر ہونگے۔ متواضعانہ خادمانہ مزاج ہو گا دل میں سخاوت ہوگی۔ تو اس کے پاس یقیناً آنے والوں کی کثرت ہوگی۔ جو دین دنیا کی خوبی کا باعث ہے۔

سب سے پہلے کس نے میزبانی کی؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے جس نے مہمانوں کی میزبانی کی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (شعب الایمان صـ ۹۸۷)

فائدہ: یعنی مہمان حضرات اور عام لوگوں کے لئے آپ کا دسترخوان عام تھا۔ "یہی اکابرین کا طریق ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا نہ کھاتے

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے چنانچہ کئی میل جا کر مہمانوں کو تلاش کرتے تھے۔ (اسوۃ الصالحین صـ ۱۴۳)

فائدہ: لوگوں کو بلا بلا کر اپنے دسترخوان میں بٹھاتے تھے۔ اگر کوئی نہ ملتا تو اکیلے کھانا نہ کھاتے تھے۔ اطعام طعام کی سُنّت آپ سے رائج ہوئی۔ جس کی اس اُمّت میں

بڑی ترغیب ہے۔ اور جنّت کے اعمال میں سے بتایا گیا ہے۔

مہمان کے کھانے پر حساب نہیں

حدیث میں آتا ہے کہ تین کھانے ایسے ہیں جن کا حساب نہیں ہو گا۔ ① وہ جو افطار کے وقت کھایا جائے۔ ② جو سحر کے وقت کھایا جائے۔ ③ جو مسلمان بھائیوں کے ساتھ (مسلمان مہمانوں یا رفقاء اصحاب) کھایا جائے۔ (اسوۃ الصالحین صـ ۱۷)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مہمان کے کھانے پر جو خرچ کیا جائے اس کا حساب نہ ہو گا۔ اسی وجہ سے اکابرین اولیاء اسلاف صالحین کا معمول رہا ہے۔ کہ اپنے کھانے میں حد درجہ سادگی اختیار فرماتے۔ عمدہ لذیذ کھانوں کا اہتمام نہ کرتے۔ لیکن مہمان حضرات کی آمد پر عمدہ پر تکلّف بہترین کھانے کا انتظام فرماتے۔ بعض سلف کو دیکھا گیا ہے کہ عمدہ اشیاء برتن وغیرہ خریدتے تو مہمان کے ارادے اور نیت سے خریدتے تاکہ ان خرچوں کا حساب نہ ہو۔

جہنّم سے چھٹکارے کا باعث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص مہمان کے لئے ذبح کرے (یعنی بکرا مرغی وغیرہ) تو وہ اس کے لئے جہنّم سے چھٹکارے کا باعث ہو گا۔

(کنز جدید صـ ۲۴۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس نے مہمان کے اکرام میں بہتر اہتمام کیا۔ مرغی یا وسعت پر بکرا وغیرہ ذبح کیا تو یہ اکرام اور اہتمام خدا کے نزدیک اس کے لئے جہنّم سے آزادی کا باعث ہو گا۔

اس سے مہمانوں کے کھانے پینے میں اہتمام اور ترغیب کی تعلیم ہے۔ تاہم وسعت

سے زائد یا قرض لے کر یا تنگی میں پڑ کر اکرام نہ کرے۔

جس گھر میں مہمان نہیں آتے فرشتے نہیں آتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس گھر میں مہمان نہیں آتے اس گھر میں فرشتے نہیں آتے۔ (احیاء العلوم)

فائدہ: یعنی رحمت و برکت و وسعت رزق کے فرشتے نہیں آتے۔

مہمان کا رزق حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آتے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مہمان کا اکرام کرو۔ سب سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام اسی کا رزق لے کر آتے ہیں جس کے ساتھ گھر والوں کا بھی رزق آتا ہے۔ (کنز العمال جدید ص ۲۲۵)

فائدہ: کیا خوب ہے کہ مہمان کی برکت سے گھر والوں کو برکت جبرئیل علیہ السلام حاصل ہوتی ہے۔ اور مزید یہ کہ گھر والوں کا بھی مہمان کے طفیل رزق آتا ہے۔ لہٰذا مہمان کی آمد سے نہ گھبرائے۔ بلکہ خوش ہو۔

وسعت سے زائد تکلّف نہ کرے

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے مہمان کے لئے وسعت سے زائد تکلف نہ کرے۔ (کنز العمال جدید ص ۲۲۸)

مستدرک حاکم میں سلمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ آپ نے مہمان کے لئے (زیادہ تکلف) کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بیہقی فی الشعب ص ۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے

عائشہ مہمان کے لئے ایسا تکلف نہ کرو کہ تم ملال خاطر ہو جاؤ بلکہ جو تم کھاتی ہو وہی کھلاؤ۔ (ص ۲۵۱)

ماحضر پیش کر دینا

حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں اور ایک ساتھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے روٹی اور نمک پیش کیا۔ اور کہا اگر نبی پاک ﷺ تکلف سے منع نہ فرماتے تو میں تمہارے لئے تکلف سے اہتمام کرتا۔

(بیہقی فی الشعب ص ۹۴)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول پاک ﷺ نے حکم دیا کہ ہم مہمانوں کے لئے اس چیز پر تکلف نہ کریں جو ہمارے پاس نہیں ہو۔ اور ہم جو بھی حاضر ہو اسے پیش کر دیں۔ (بیہقی فی الشعب ج ۱ ص ۹۴)

تکلّف میں دیر نہ کرے

عبد اللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب تمہارے پاس کوئی مہمان آئے۔ تو جو تمہارے پاس ہو اسے روک کر اور جو تمہارے پاس نہ ہو اس کا انتظار نہ کرو بلکہ جو موجود ہو اسے پیش کر دو۔ (الشعب ص ۹۶)

ابن عون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بسا اوقات ہم حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ صرف شوربہ پیش کرتے اور اس میں ایک بوٹی بھی نہ ہوتی۔

فائدہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ گنجائش اور وسعت سے زائد ایسا اہتمام نہ کرے جو اس کے لئے کلفت اور افسوس کا باعث ہو جائے۔ اگر وسعت مالی نہ ہو تو ماحضر پر اکتفا کرے۔ لوگوں پر نظر نہ کرے کہ کیا کہیں گے۔ وسعت اور گنجائش پر

اہتمام و تکلّف سُنّت ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے "التکلف للضیف" کا باب قائم کر کے اہتمام اور تکلّف کو محمود و مستحب قرار دیا ہے۔

مہمان کے لئے کھانے وغیرہ میں اہتمام کا حکم

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں "التکلف للضیف" کا باب قائم فرمایا ہے۔ جس میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے مہمان حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا تیار کیا۔ حالانکہ وہ روزے سے تھے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مہمان کے کھانے میں تکلّف و اہتمام باعث ثواب ہے۔ خصائل نبوی ﷺ میں ہے کہ جب آپ ﷺ کے یہاں کوئی مہمان آتا تو اس کے لئے حضور اقدس ﷺ باوجود عسرت اور تنگی کے بھی فکر فرما کر کچھ نہ کچھ مہیا فرماتے۔ (صـ۶۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیٹھے رو رہے تھے۔ کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا سات دن سے کوئی مہمان نہیں آیا۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں حق تعالیٰ شانہٗ نے (کسی بات سے ناراض ہو کر) ذلیل کرنے کا ارادہ تو نہیں فرما لیا۔

(اتحاف السادہ، فضائل الصدقات صـ۵۲۰)

فائدہ: دیکھئے کہ مہمان کے آنے کو باعث عزت و فخر سمجھتے تھے۔ اور اس کے طالب رہتے تھے۔ اور آج مہمان کے آنے سے گھبراتے ہیں۔ سو یہ اچھی علامت نہیں۔ مہمان کی آمد نحی ہونے کی علامت ہے۔

جو پیش کیا جائے اس کی تحقیر و برائی نہ کرے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آدمی کے بد تر ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ

جو اسے پیش کیا جائے (اسے کمتر سمجھ کر) ناراض ہو جائے۔ (کنز العمال ج۹ صـ۲۶۱)

کوئی مہمان حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے روٹی اور سرکہ پیش کیا اور کہا کھاؤ۔ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا ہے کہ سرکہ کیا ہی بہترین سالن ہے۔ لوگوں کے لئے ہلاکت ہے کہ جو ان کو پیش کیا جائے (اور عمدہ لذیذ کھانا نہ ہو) تو وہ اس کو کمتر سمجھیں۔ اور اس آدمی کے لئے بھی ہلاکت ہے کہ جو گھر میں ہو وہ اسے مہمان کے سامنے پیش کرنے کو برا سمجھے۔ (بیہقی فی الشعب ج۷ صـ۹۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اہل خانہ کی جانب سے جو مل جائے اسے بہتر سمجھے۔ خلاف شان معمولی سمجھ کر حقارت کی نظر سے نہ دیکھے۔ کہ یہ ناقدری اور ناشکری ہے۔

مہمان کی خدمت خود کرنا مسنون ہے

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمان کی خدمت خود کیا کرتے تھے۔ (بیہقی فی الشعب صـ۱۰۳)

حضرت خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب کھانا بناتے اور لوگوں کو بلاتے تو خود خدمت کرتے۔ اور فرماتے اہل علم لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو۔ یعنی ان کے اکرام میں خود دیکھ بھال کرو۔ (بیہقی فی الشعب ج۷ صـ۱۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص بطور مہمان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنی زوجہ کی خدمت میں بھیج دیا اس نے کہا ہمارے پاس تو پانی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے اعلان کیا کہ اس مہمان کو اپنے ساتھ کون لے جائے گا۔ اور اس کی مہمان داری کون قبول کرے گا۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ بولے، میں۔ چنانچہ وہ اسے لے کر گھر گئے۔ اور بیوی سے کہا یہ آپ ﷺ کے مہمان ہیں۔ وہ کہنے لگیں میرے پاس تو اتنا ہی کھانا ہے جو بچوں کو کھلا سکوں۔ انہوں نے کہا تم کھانا ٹھیک کرو۔ چراغ روشن کرو۔ اور جب بچے رات کو کھانا

مانگنے لگیں تو انہیں بہلا پھسلا کر سلا دو۔ چنانچہ ان کی بیوی نے کھانا چنا۔ چراغ لا کر رکھ دیا۔ بچوں کو سلا دیا۔ اور جب کھانے کا وقت ہوا تو چراغ درست کرنے کے بہانے اٹھی اور چراغ گل کر دیا۔ (ادب مفرد ص۲۴۷)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادب مفرد میں اس پر کہ میزبان خود اپنے مہمان کی خدمت کرے۔ باب قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مہمان کو دوسرے کے حوالے نہ کرے کہ بسا اوقات شدید کوتاہی اور غفلت ہو جاتی ہے۔ جو اس کی شکایت اور تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ اس لئے حتی الامکان خود خدمت کرے۔ اگر مہمان معزز و مکرم صاحب شرف و عزت اہل فضل و کمال ہو تو خود خدمت کرے، تاکہ اس کی رعایت ہو اگر مشغولیت رہتی ہو مہمان زائد ہوں تو دوسروں کے حوالہ کر دے مگر خود پوچھتا رہے۔ نگرانی کرتا رہے تاکہ اہل خدمت سے غفلت اور کوتاہی نہ ہو اور مہمان مسرت اور دلی دعائیں دیتے رخصت ہوں۔

میزبانی کا حکم

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مہمان کے کھانے کا حکم دیتے تھے۔ (مجمع ج ۵ ص۱۷۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مہمان کی آمد پر اس کے کھانے کا حسب وسعت انتظام واجب ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آئے اس کے پاس اور کھائے دوسرے کے یہاں یا ہوٹل میں۔ البتہ اگر آیا تھا کسی اور کے یہاں اور محض ملاقات کے لئے اس کے پاس آیا تو قیام وطعام اس کے ذمہ نہیں۔

کوتاہیوں کا تذکرہ نہ کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مہمان کا یہ حق ہے کہ

جب وہ میزبان سے رخصت ہو تو میزبان کی کوتاہیوں کا تذکرہ نہ کرے۔

(ترغیب ج ۳ ص۲۷۹)

فائدہ: یعنی اگر اکرام میں کوتاہی اور غفلت ہو جائے۔ کھانے اور قیام کے سلسلے میں کوئی تکلیف ہو جائے تو برداشت کرے۔ تبصرہ و تذکرہ نہ کرے۔ تاکہ میزبان کو ملال اور رنج نہ ہو۔ کہ پھر وہ مہمان کی آمد اور قیام وطعام سے صرف نظر کرے اور حق شرع کا لحاظ نہ کرے۔

مہمان کے اکرام میں روزہ نہ رکھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی کے پاس جائے (مہمان ہو) تو میزبان اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔ (مجمع الزوائد ص۱۷۹)

فائدہ: مراد یہ ہے کہ نفل روزہ نہ رکھے تاکہ اس کے ساتھ شرکت کر سکے اور اس کی دلجوئی ہو۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مہمانوں کے اکرام میں روزہ نہیں رکھتے تھے تاکہ ان کے ساتھ کھانے میں شرکت ہو سکے۔

مہمان کے اکرام میں خندہ پیشانی سے پیش آئے

امام اوزاعیؒ کا قول امام بیہقیؒ نے نقل کیا ہے کہ مہمان کا اکرام یہ ہے کہ اس کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ (الشعب ج ۷ ص۱۰۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ چہرہ نہ بنائے کہ اب جیب خالی ہو جائے گی۔ ان کے کھانے ناشتہ میں روپیہ خرچ ہو جائے گا۔ بلکہ آمد پر خوش ہو کہ اس کی آمد سے روزی میں برکت ہوگی۔

میزبان سے کھانے کی تحقیق نہ کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے کسی مسلمان بھائی کے پاس آئے، اور وہ اسے کھلائے تو اس کا کھانا کھالے۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۸۰، کنز العمال ج ۹ ص ۲۵۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خود جاکر مہمان بنے اور شبہ بھی ہو تو نہ پوچھے کہ یہ کھانا کس کمائی سے ہے۔ بلکہ پہلے ہی سے نہ جائے۔ اور اگر وہ خود بلائے۔ اور تمنا ظاہر کرے اور اس کا مال مشتبہ ہو تو محتاط طریقہ سے کہہ دے یا شبہ کی وجہ سے عذر ظاہر کردے۔

صبح کا ناشتہ وہاں جہاں رات گزارے

ابو کریمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کو آنے والے مہمان کی میزبانی واجب ہے وہ جس کے یہاں صبح کرے تو وہ اسی کے ذمہ ہے خواہ وہ حق ادا کرے یا چھوڑ دے۔ (ابوداؤد ص ۵۲۶، ابن ماجہ ص ۲۶۱)

فائدہ: یعنی مہمان جہاں رات گزارے صبح کا نظام اور ناشتہ بھی اسی کے ذمہ اور اسی کا حق ہے۔ بلا ناشتہ کے رخصت کرنا حق تلفی ہے۔ اگر کوئی دوسرا ناشتہ کرائے تو پھر جہاں رات کا قیام رہا ہے اس سے اجازت لے لے۔ عرف اور ماحول میں بھی یہی رائج ہے کہ جہاں رات گزارتا ہے وہیں علی الصباح ناشتہ بھی کیا جاتا ہے۔

مہمان اگر کوئی خلاف شرع امر دیکھے تو

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے لئے کھانا بنایا۔ اور آپ ﷺ کی دعوت کی۔ آپ ﷺ نے گھر میں تصویر دیکھی تو واپس چلے گئے۔

(ابن ماجہ ص ۲۴۰، نسائی کتاب الزینۃ)

ابوداؤد اور ابن ماجہ کی دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دعوت کی۔ انہوں نے کھانا بنایا۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ اگر رسول پاک ﷺ کو بھی بلا لیتے تو ہم ساتھ کھاتے۔ انہوں نے بلا لیا۔ آپ ﷺ نے جیسے ہی گھر میں قدم رکھا تو تصویر دیکھی، جو گھر کے ایک گوشہ میں تھی۔ تو آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ تو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا۔ دیکھو تو صحیح کہ آپ ﷺ کیسے واپس ہوگئے۔ تو میں پیچھے پیچھے آیا۔ پوچھا کہ آپ ﷺ کس وجہ سے واپس آئے۔ تو آپ نے فرمایا نہ میرے لئے نہ کسی نبی کے لئے گنجائش ہے کہ تصویر والے گھر میں داخل ہو۔ (ابوداؤد ص ۵۲۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی منکر اور خلاف شرع بات میزبان یا دعوت کرنے والے کے گھر دیکھے مثلاً۔ جاندار کی تصویر جو دیوار پر لگی ہو۔ یا ناچ گانا ہو۔ یا باجہ بج رہا ہو۔ یا ٹی وی، وی سی آر چل رہی ہو جس کا فتنہ اس زمانہ میں عام ہے۔ ٹی وی تو تصویر سے بدرجہا بری اور خبیث چیز ہے۔ جس میں فواحشات منکرات کا ڈھیر ہے۔ تو مہمان کے لئے یہ سُنّت ہے کہ اس کی وجہ سے واپس چلا جائے۔ اگر میزبان نے ان منکرات کو دور کردیا تو شریک طعام ہوجائے ورنہ نہیں۔

انتباہ: مہمان کے متعلق مزید آداب وغیرہ "شمائل کبریٰ" کی جلد اول میں ملاحظہ کیجئے وہاں تفصیل سے اس پر کلام ہے۔

امانت اور دیانت داری

امانت کے متعلق حکم قرآن پاک

قرآن پاک میں ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾

یعنی وہ لوگ جو جنت میں جاکر کامیاب ہونے والے ہیں ان میں امانت اور وعدوں کی رعایت کرنے والے بھی ہیں۔ قرآن پاک نے متعدد مقام پر امانت کا ذکر کیا ہے۔ جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ امانت داری ایک ایسا اعلیٰ وصف ہے جس کے حامل حضرات فرشتے اور برگزیدہ رسول و بندے ہوتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی شان میں ہے:

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ﴾

"اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا۔"

پیغمبر کی شان میں ہے:

﴿اِنِّیْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾

"میں تمہارے لئے امانت دار پیغام رساں ہوں۔"

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پوری شریعت ایک خدائی امانت ہے۔ جو ہم انسانوں کے سپرد ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کے مطابق اپنے مالک کا پورا پورا حق ادا کریں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو خائن ٹھہرائیں گے۔ اسی وجہ سے آپ نے امانت

داری کو ایمان کا جوہر قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ امانت دار نہیں تو ایمان نہیں۔ اور امانت میں خیانت منافق کی امتیازی عادت قرار دی ہے۔

جو امانت دار نہیں وہ ایمان دار نہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس میں امانت نہیں وہ ایمان دار نہیں۔ (طبرانی، ترغیب ج ۴ ص ۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس میں امانت نہیں اس میں دین نہیں۔ نہ اس کی نماز نہ اس کی زکوٰۃ۔ (یعنی امانت نہ ہونے کی وجہ سے یہ چیزیں بھی ثواب سے متاثر ہوتی ہیں۔ ان میں کمال اور مقبولیت کی شان نہیں پیدا ہوتی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ میں ہمیں یہ نہ فرمایا ہو۔ جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔ جس میں عہد کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔ (مکارم الخرائطی ص ۱۲۹)

خیانت، منافق کی پہچان ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین نشانی ہے۔ گفتگو میں جھوٹ بولے۔ وعدہ خلافی کرے۔ امانت میں خیانت کرے۔ اگرچہ وہ روزہ رکھے نماز پڑھے۔ اور سمجھے کہ میں مسلمان ہوں۔ (مسلم، ترغیب ج ۴ ص ۹)

ایک روایت میں ہے کہ اگر وہ روزہ رکھے۔ نماز پڑھے۔ حج کرے۔ عمرہ کرے۔ اور سمجھے کہ میں مسلمان ہوں۔

سب سے پہلے امانت اٹھائی جائے گی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے دین میں سب

سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ امانت ہوگی اور آخر میں نماز۔ ثابت (جو انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں) کہتے ہیں اسی وجہ سے تم دیکھو گے کہ آدمی نماز پڑھتا ہوگا، روزہ رکھتا ہوگا لیکن امانت کا حق ادا نہیں کرے گا۔ (مکارم الخرائطی صـ۱۷۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ سب سے پہلے امانت اٹھائی جائے گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ امانت اور حیا ہوگی۔ بس خدا سے ان دونوں کا سوال کرتے رہو۔

(مکارم صـ۱۸۰، مطالب عالیہ صـ ۱)

فائدہ: آج یہ پیشن گوئی پوری ہو رہی ہے۔ دیکھئے لوگ نماز روزہ کے پابند ہیں مگر امانت کا کوئی خیال نہیں۔ نہ مال کی امانت کا نہ دین کی امانت کا انہیں خیال ہوتا ہے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو اوقاف مساجد مدارس کے مالی ذمہ دار ہیں مگر قوم کی امانت کا ان کو خیال نہیں ہوتا خوب ازادی سے خیانت اور خورد برد کرتے ہیں۔ اللہ کی پناہ ثواب سے زیادہ گناہ اور مواخذہ اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ حضرت شداد کی ایک روایت میں بھی ہے سب سے پہلی چیز جو لوگوں میں تم ختم ہوتا پاؤ گے وہ امانت ہے۔ (کنز ج ۷ صـ۶۱)

مؤمن کون ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مؤمن وہ ہے جو لوگوں اور مال میں امین ہو۔

فائدہ: یعنی ناحق کسی کے مال اور جان میں نقصان نہ پہنچائے۔ بلکہ اس کی حفاظت کرے۔

خائن جنّت میں نہیں جاسکتا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جنّت میں ظلم و تشدد

کرنے والا۔ بخیل۔ خائن۔ بد خلق۔ داخل نہیں ہو سکتا۔ (مکارم صـ۱۷۶)

جنّت کی ضمانت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم مجھ سے چھ چیزوں کی ذمہ داری لو میں تمہارے لئے جنّت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ لوگوں نے کہا وہ کیا ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی بولے تو جھوٹ نہ بولے۔ وعدہ کرے تو وعدہ خلافی نہ کرے۔ امانت دی جائے تو خیانت نہ کرے۔ اپنی نگاہوں کو پست رکھے۔ اپنے ناموس کی حفاظت کرے۔ اپنے ہاتھوں کو بچائے (کسی کو تکلیف نہ دے) حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی حدیث منقول ہے۔

خیانت قیامت کی علامت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ قیامت کی علامت یہ ہے کہ خیانت کرنے والا تو امین ہو جائے۔ اور امین خائن ہو جائے۔ (مسند احمد ج ۲ صـ۱۹۹)

فائدہ: یعنی جو لوگ حقیقۃً امین ہیں ان کو خیانت سے متہم کیا جائے۔ یا ان کو خائن سمجھا جائے۔ چنانچہ آج ایسا ہی ہو رہا ہے۔ بیشتر قوم کے جو سربراہ ہیں ان کو امین سمجھا جا رہا حالانکہ وہ خائن ہیں۔

قدرت کے باوجود جو خیانت نہ کرے تو

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جس شخص کے پاس امانت رکھی جائے اور وہ ادا کرے۔ حالانکہ وہ قادر تھا کہ ادا نہ کرے۔ تو اللہ پاک اس کی شادی حور عین سے کرے گا۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صـ۷۲)

فائدہ: مثلاً کسی نے چپکے سے بلا کسی تحریر وغیرہ کے بھاری رقم رکھی۔ اور اس نے اس کو محفوظ رکھا اور ادا کر دیا۔ یا کسی کی کوئی خبر پہنچی اور اُسے معلوم نہیں اور اس نے اس تک پہنچادی۔

جس میں یہ اوصاف ہوں اسے کوئی فکر نہیں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس یہ تین چیزیں ہوں اور تمہارے پاس دنیا نہ ہو تو کوئی فکر نہیں۔ بات کی سچائی۔ امانت کی حفاظت۔ کھانے کی پاکیزگی۔ یعنی حلال کمائی کا لقمہ۔

(مکارم ابن ابی الدنیا ص ۷)

فائدہ: یعنی یہ ایسے اچھے مکارم اخلاق ہیں کہ ان کے سامنے دنیا کی کوئی قیمت نہیں۔ ایسا آدمی باوجودیکہ غریب ہو قوم میں شریفوں میں معزز ہوتا ہے۔

نماز دھوکے میں نہ ڈال دے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خبردار کسی آدمی کہ نماز اس کا روزہ تم کو دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ چاہے نماز پڑھے چاہے روزہ رکھے۔ اس میں دین ہی نہیں جو امانت کا خیال نہ رکھتا ہو۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۶۷)

یعنی بہت سے لوگ نماز روزہ میں اچھے نظر آتے ہیں لیکن امانت اور معاملات کی حفاظت میں بالکل کورے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ کتنے پابند صوم وصلوٰۃ ایسے ہیں جو لوگوں کا مال ہڑپ کئے بیٹھے ہیں۔ یا مال کی آمد میں حرام وحلال کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ لوگ حقیقت میں دیندار نہیں۔

فائدہ: خیال رہے کہ جس طرح امانت کا یہ مفہوم ہے کہ کسی کا مال یا کسی کا سامان

جس طرح ہو اسی طرح بلا خورد برد کمی بیشی کے اپنے وقت یا مطالبہ پر واپس کر دیا جائے۔ اسی طرح اس کا ایک وسیع مفہوم یہ بھی ہے کہ خدائے پاک کے سارے اوامر ونواہی ادا کئے جائیں۔ اوامر اور احکام الٰہی یہ اللہ کی امانت ہیں جن کی ادائیگی اور اطاعت بندے کے ذمّہ ہے۔ ان کا ادا کرنا امانت ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔ نماز امانت ہے۔ اسی طرح صحیح ناپ تول امانت ہے، بات امانت ہے۔

(مکارم الخرائطی ص ۱۲۶)

اسی طرح جان مال اعضاء جوارح بچے یہ سب امانت ہیں۔ خدائے پاک کی مرضی کے موافق ان کو چلانا مال واعضاء وجوارح کو طاعت میں لگا کر گناہ سے بچنا یہ ان کے حقوق ہیں۔ ان میں کوتاہی، امانت کا حق ادا نہ کرنا اور اس کو ضائع کرنا ہے۔

امانت رزق کا جالب ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امانت داری رزق کا سبب ہے۔ اور خیانت فقر کا سبب ہے۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۶۰)

فائدہ: امانت داری سے رزق اور معیشت میں برکت ہوتی ہے۔

آدمی کاروبار میں امانت داری کا خیال کرتا ہے تو لوگوں کا اس پر اس کا اعتماد رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کے ساتھ کاروبار اور معاملہ پر لوگ مطمئن رہتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں خوف محسوس نہیں کرتے۔ ایسوں کی دین ودنیا دونوں بہتر رہتی ہیں۔

امانت اور اس کا مفہوم ومطلب

کسی کی چیز یا حکم اس کے حقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ اس کا تعلق صرف روپیہ پیسہ کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ وسیع ہے۔

بلکہ ہرمالی قانونی اور اخلاقی امانت تک وسیع ہے۔ اگر کسی کی کوئی چیز آپ کے پاس رکھی ہے۔ تو اس کے مانگنے پر یایوں بھی جوں کا توں دے دینا امانت ہے۔ اگر کسی کا کوئی حق آپ پر باقی ہے تو اس کو ادا کرنا بھی امانت ہے۔ کسی کا کوئی بھید آپ کو معلوم ہے تو اس کو چھپانا بھی امانت ہے۔ کسی مجلس میں ہوں اور کچھ باتیں دوسروں کے متعلق آپ وہاں سن لیں تو ان کو اسی مجلس تک محدود رکھنا اور دوسروں تک پہنچا کر فتنہ اور ہنگامہ کا باعث نہ بننا بھی امانت ہے۔ کسی نے آپ سے اپنے کسی کام میں مشورہ مانگا تو اس کو سن کر اپنے تک ہی محدود رکھنا اور اس کو اپنے جانتے صحیح مشورہ دینا بھی امانت ہے۔ اگر کوئی کسی کام پر نوکر ہے تو اس نوکری کو شرائط کے مطابق اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے انجام دینا بھی امانت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حقوق کی رعایت امانت ہے۔ (سیرۃ النبی ج ۶ صـ ۳۲۹)

حضور پاک ﷺ نے حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ میں فرمایا۔ عورتوں کے باب میں خدا سے ڈرو، کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امانت اور عہد کے ساتھ اپنی زوجیت میں لیا ہے۔ (خیال رہے کہ) مرد جب کسی عورت کو اپنی زوجیت میں لیتا ہے تو خدا کی مقرر کی ہوئی شرطوں کے مطابق لیتا ہے۔ لیکن کوئی مرد اگر کسی عورت کو اپنی زوجیت میں لے کے اس کے حقوق ادا کرنے میں کمی کرتا ہے یا اس کے حقوق کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت میں خیانت کرتا ہے۔ (سیرۃ النبی ج ۶ صـ ۳۳۵)

اسی طرح خدا کے احکام و قوانین کو بھی کماحقہ، ادا کرنا امانت ہے۔ جیسا کہ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ۔ سے معلوم ہو رہا ہے۔

وعدہ پورا کرنا

وفاء عہد

خدائے تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے:

﴿أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾

"اپنے عہد کو پورا کرو۔"

﴿أَوْفُوْا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً﴾

"اپنے عہد کو پورا کرو۔ عہد کا سوال کیا جائے گا۔"

عہد کے پورا کرنے کا حکم ہے اس سے مراد معاہدہ ہے۔ دو فریق کے درمیان کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عہد ہو اور جو کوئی شخص کسی سے یکطرفہ وعدہ کر لیتا ہے کہ میں آپ کو فلاں چیز دوں گا۔ یا فلاں وقت آپ سے لونگا۔ یا فلاں وقت آپ سے ملوں گا یا آپ کا فلاں کام کروں گا تو اس کا پورا کرنا بھی واجب ہے۔ اس میں تمام معاہدات سیاسی تجارتی، معاملاتی، شامل ہیں جو افراد یا جماعتوں کے درمیان دنیا میں ہوتے ہیں۔ (معارف القرآن صـ ۲۸)

معاہدات کی ابتدائی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ معاہدہ جو انسان کا رب العالمین کے ساتھ ہے۔ مثلاً ایمان طاعت کا عہد یا حلال و حرام کی پابندی کا عہد۔

دوسرا وہ معاہدہ جو ایک انسان کا خود اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ جیسے کسی چیز کی نذر اپنے ذمہ مان لے۔ یا حلف کر کے کوئی چیز اپنے ذمہ لازم کر لے۔

تیسرا وہ معاہدہ جو ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ ہے۔ دو انسانوں کے درمیان ہر طرح کے معاملات، نکاح، تجارت، شرکت، اجارہ، ہبہ وغیرہ۔ ان تمام معاہدات میں جو جائز شرطیں باہم طے ہو جائیں تو اس آیت کی رو سے ان کی پابندی ہر فریق پر لازم واجب ہے۔ (معارف پ۶ ص۳)

وعدہ پورا کرنا واجب ہے

حضرت عبادہ ابن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بولو تو سچی بات بولو۔ وعدہ کرو تو پورا کرو۔ (مکارم الخرائطی ص۱۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم گفتگو کرو تو جھوٹ نہ بولو۔ اور جب وعدہ کرو تو پورا کرو۔ (مکارم ص۸)

وعدہ قرض ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ وعدہ قرض ہے۔

(کنز العمال ج۳ ص۳۴)

فائدہ: جس طرح قرض کا پورا کرنا واجب ہے اسی طرح وعدہ کا بھی پورا کرنا واجب ہے۔

وعدہ خلافی محبت کو ختم کرنے والی ہے

حضرت عبدالرحمن ابزی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اپنے بھائی سے وعدہ کر کے اس کے خلاف نہ کرو۔ کہ یہ تمہارے اور اس کے درمیان عداوت پیدا کرے گا۔ (مکارم الخرائطی ص۲۰)

جنت کی ضمانت

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم چھ چیزوں کی ضمانت (عمل کرنے کی) لے لو میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوں گا۔ ① بولو تو سچ بولو۔ ② وعدہ کرو تو اسے پورا کرو۔ ③ امانت ادا کرو۔ ④ اپنی خواہشات کی حفاظت کرو۔ ⑤ اپنی نگاہیں پست رکھو۔ ⑥ اپنے ہاتھ کو بچا کر رکھو (کسی کو تکلیف نہ دو) (بیہقی فی الشعب ج۲ ص۲۰۶)

وعدہ خلاف دیندار نہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اس میں ایمان نہیں جو امانت دار نہیں۔ اس میں دین نہیں جو وعدوں کا پابند نہیں۔ (بیہقی ج۴ ص۸)

بے وفائی پر ہلاکت کی بددعا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ وعدہ قرض ہے۔ ہلاکت و بربادی ہے اس کے لئے جو وعدہ کرے پھر اسے پورا نہ کرے۔ آپ نے تین مرتبہ یہ فرمایا۔

(کنز العمال ج۳ ص۳۴)

میدان حشر کی رسوائی

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر وعدہ خلاف، غدر کرنے والے، وعدہ اور عہد کے خلاف کرنے والوں کے لئے ایک جھنڈا ہو گا۔ (جس سے ان کو پہچان لیا جائے گا) پس کہا جائے گا کہ یہ فلاں بد عہد ہے۔ (بیہقی ج۴ ص۸)

وعدہ خلافی منافق کی خصلت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں منافق کی علامت ہیں۔ اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو۔ اور اپنے کو مسلمان سمجھتا ہو۔ ① بولے تو جھوٹ بولے۔ ② وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے۔ ③ امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (مشکوٰۃ ص۱۷)

ارادہ وفا کے باوجود پورا نہ کر سکا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کسی نے اپنے بھائی سے وعدہ کیا۔ اور اس کی نیت وعدہ پوری کرنے کی تھی مگر پورا نہ کر سکا۔ نہ وقت پر آسکا۔ (آنے کے وعدہ پر) تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

خدا کے پاکیزہ بندے کون؟

ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے دن خدا کے بہترین پاکیزہ بندے وہ ہونگے جو اپنے وعدہ کو پورا کرنے والے ہونگے۔

(مسند احمد، کنز العمال ج۹ ص۳۲۹)

دھوکا دینے کی سخت ترین سزا

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ ہر دھوکہ باز کو قیامت کے دن اس کے پاخانہ کے راستہ میں جھنڈا گاڑ دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ ص۳۲۲)

فائدہ: جو شخص وعدہ کر کے دھوکہ دے وہ غادر ہے۔ اس کی سخت ترین سزا ہے۔ قیامت کے دن اس کے پاخانہ کے راستہ سے ایک جھنڈا نمایاں کیا جائیگا۔ تاکہ لوگوں

میں اس کی شہرت ہو اور ذلیل ہو۔ اللہ کی پناہ۔

عموماً لوگ معاملات میں وعدہ کر لیتے ہیں اور دھوکہ دے کر اپنا نفع حاصل کر لیتے ہیں ایسوں کی یہ سزا قیامت میں ہوگی۔

چھوٹے بچوں سے جو کہے اسے بھی پورا کرے

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے کہ میری ماں نے مجھے بلایا اور کہا لو، آؤ میں تمہیں دوں گی۔ آپ ﷺ نے اس کی والدہ سے پوچھا کیا دوگی۔ کہا کھجور دونگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم کچھ نہ دوگی تو تم جھوٹوں میں لکھی جاؤگی۔ (مشکوٰۃ ص۴۱۶)

فائدہ: عموماً لوگ بچوں سے بہلانے اور متوجہ کرنے کے لئے کچھ کہہ دیتے ہیں مثلاً آؤ فلاں چیز دوں گا۔ اور اسے یونہی کھیل سمجھ کر پورا نہیں کرتے۔ یہ گناہ کی بات ہے۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جھوٹ کسی چیز کو دینے کے لئے کہا تو یہ حرام ہے۔ لہٰذا بچوں سے جھوٹا وعدہ نہ کرے۔ اگر کرے تو اسے پورا کرے کہ وعدہ کا پورا کرنا واجب ہے خواہ بچے سے کرے۔ اسی طرح مزاحاً وعدہ کرنا اور نہ ادا کرنا بھی مذموم ہے۔

حلم و بردباری

حلم و بردباری کی وجہ سے شب گزار صائم النہار کا درجہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بندہ حلم و بردباری اور برداشت کی وجہ سے صائم النہار اور شب گزار کا درجہ پالیتا ہے (ترغیب ج ۳ ص ۴۱۸)

فائدہ: خیال رہے کہ شریعت مطہرہ میں صرف عبادات اور صرف ذکر و شغل کی ہی فضیلت نہیں ہے۔ بلکہ عمدہ اخلاق اچھے احوال کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ بلکہ عبادات اور ریاضت سے زائد ان امور کی اہمیت ہے۔ کہ عالم کا نظام بہتر ہوتا ہے۔ اجتماعی زندگی میں محبت اور اکرام کا ماحول ہوتا ہے۔ بردباری اور سنجیدگی بھی مکارم اخلاق میں سے ہے۔

بلاحساب جنّت میں داخلہ

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب اللہ پاک (قیامت کے دن) تمام مخلوق کو جمع کرے گا تو ایک پکارنے والا پکارے گا اہل فضل کہاں ہیں؟ پس ایک چھوٹی سی جماعت اٹھے گی اور تیزی سے جنّت کی طرف جانے لگے گی۔ آگے بڑھ کر ملائکہ ان سے ملاقات کریں گے اور پوچھیں گے۔ بڑی تیزی سے تم لوگوں کو جنت میں جاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ تم کون لوگ ہو۔ یہ لوگ جواب دیں گے ہم لوگ اہل فضل ہیں۔ پوچھیں گے تمہارا فضل (یعنی بہترین اعمال) کیا ہے۔ یہ لوگ جواب دیں گے۔ جب ہم پر ظلم کیا جاتا تھا تو ہم لوگ صبر کرتے تھے۔

جب ہمارے ساتھ برائی کی جاتی تھی تو ہم برداشت کرتے تھے۔ تو ان سے کہا جائے گا جاؤ جنت۔ کیا ہی اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔ (ترغیب ج ۳ ص ۴۱۸)

فائدہ: تحمل اور برداشت پر کتنی بڑی فضیلت حاصل ہوئی۔ اس حدیث پر غور کریں وہ لوگ جو کسی بھی خلاف طبع باتوں پر کس قدر جلدی سے بدلہ لیتے ہیں۔ اور برداشت کو ذلت اور کمزوری سمجھتے ہیں۔ ایسی فضیلت سے محروم ہیں۔ تحمل اور برداشت بہت بڑی دولت ہے۔ عموماً جو لوگ کسی عہدہ پر ہوتے ہیں حلم اور بردباری کو وقار کے خلاف سمجھتے ہیں۔ بڑی محرومی کی بات ہے۔

اللہ کی محبت کس پر واجب؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی محبت اس پر واجب ہو جاتی ہے جس کو غصہ کی بات کہی جائے اور وہ اسے برداشت کرے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۴۱۹)

فائدہ: حلم و بردباری خدا کو پسند ہے۔ اس کی وجہ سے معاملات میں سلجھاؤ رہتا ہے۔

جس میں یہ تین چیزیں نہ ہوں

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس میں یہ تین باتیں نہ ہوں وہ اپنے کو کسی عمل (خیر) پر گمان نہ کرے۔ (۱) اسے خوف خدا نہ ہو کہ اسے خدا کی حرام کردہ چیزوں سے روک سکے۔ (۲) بردباری نہ ہو کہ اسے بے راہ روی سے روک دے (کہ آدمی غصہ میں غلط راستہ بھی اختیار کر لیتا ہے) (۳) ایسا خلق کہ لوگوں میں زندگی گزار سکے۔ (مکارم طبرانی ص ۳۲۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ یہ معیاری بنیادی اچھے اوصاف ہیں کہ کسی میں یہ اوصاف

نہ ہوں تو وہ گویا کہ خالی ہے۔

دو خصلتیں اللہ پاک کو محبوب

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وفد قیس کے شیخ نے جب حضور پاک ﷺ سے ملاقات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تم میں دو خصلتیں ہیں جو اللہ پاک کو محبوب ہیں۔ بردباری اور وقار۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۳۳۵)

بلند درجات کے اعمال کیا ہیں؟

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں تم کو وہ اعمال نہ بتادوں جس سے جنت کے بلند تعمیرات اور درجات رفیعہ حاصل ہوں۔ کہا ہاں اے اللہ کے رسول۔ فرمایا جو تمہارے اوپر جہالت کرے۔ تم اسے برداشت کرو۔ جو تم پر ظلم کرے اسے سہو۔ جو تم کو محروم کرے نہ دے تم اسے دو۔ جو تم سے تعلق کاٹے تم اس سے جوڑ رکھو۔ (بزار، ترغیب ج ۳ ص ۴۱۹)

حلیم کون ہے؟

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ آدمی حلیم بردبار نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ وہ معاف کرنے والا ہو۔ اور حکیم نہیں ہو سکتا جب تک کہ تجربہ کار نہ ہو۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۹)

فائدہ: مطلب یہ کہ کثرت سے معاف کرنے والا ہو بدلہ سزا لینے والا نہ ہو وہ حلیم ہے۔

دنیا اور آخرت کا سردار کون؟

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ

حلیم اور بردبار آدمی دنیا میں بھی سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار ہے۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۱۲۹)

فائدہ: چونکہ حلیم اور سنجیدہ سے ہر شخص کا نبھاؤ ہوتا ہے اور حسن تعلقات باقی رہتے ہیں۔ کسی کو تکلیف یا اذیت و کلفت نہیں پہنچتی۔

خدا کے نزدیک بلند مرتبہ کیسے حاصل؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدا سے بلند مرتبہ کے طالب رہو۔ اس بردباری اور سنجیدگی پر جب کہ لوگ تم پر نادانی اور جہالت کریں۔ اور ان کو نوازنے پر جو تم کو محروم رکھے۔

فائدہ: یہ اخلاق بلندی مرتبہ کا باعث ہیں چونکہ اس میں نفس مرتا ہے۔ اور نفس کا مرنا خدا کے تقرب کا باعث ہے۔

حلم سے کوئی ذلیل نہیں ہوتا

ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جہالت سے کوئی عزت والا نہیں ہوتا۔ حلم بردباری سے کوئی ذلیل نہیں ہوتا۔ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ کسی پر جہالت کر کے اسے اپنی عزت کا باعث سمجھتے ہیں۔ اسی طرح لوگ کسی کی بری بات اور ظلم کے برداشت کو ذلت کا امور خیال کرتے ہیں سو یہ غلط ہے۔ عزت و ذلت کا یہ شیطانی معیار ہے۔ خدائی معیار اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ ہیں۔ خواہ ماحول میں ذلت سمجھا جائے۔ جیسے کہ سادگی سے نکاح آج کل کے ماحول میں عزت کی بات نہیں رہی مگر خدا رسول کے نزدیک عزت و

رفعت کا باعث ہے۔

حلم اور بردباری کا مفہوم

حلم اور بردباری کے معنی یہ ہیں کہ انتقام کی قدرت کے باوجود کسی ناگوار بات یا تکلیف وہ حرکت یا جرم کو برداشت کیا جائے۔ اور قصوروار سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ یہ حلم اور بردباری خدائے تعالیٰ کی ذات میں بدرجہ اتم واکمل موجود ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بندوں کی کوتاہیوں کو درگزر کرتا رہتا ہے۔

انسان کے لئے بھی یہ وصف باعث کمال وفضیلت ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی یہ خاص وصف رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت ہے۔ "اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ" حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق ہے۔ "بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ" بردبار لڑکا۔

اسی لئے اس حلم اور بردباری کی جو اخلاق کریمہ میں سے ہے۔ حدیث پاک میں فضائل بیان فرما کر اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ تاکہ ہر مؤمن اس وصف کا حامل رہے۔

اعتدال اور میانہ روی

قرآن میں اعتدال کا حکم

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾

اس آیت میں اُمّت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ایک امتیازی فضیلت و خصوصیت مذکور ہے کہ وہ تمام امور میں خواہ عقائد عبادات ہوں۔ یا معاملات و معاشرت ہو سب میں ایک معتدل اُمّت بنائی گئی ہے۔ جس طرح بدن انسانی میں کمال صحت اعتدال مزاج سے ہے۔ اسی طرح یہ اُمّت تمام امور میں اعتدال کی وجہ سے وصف کمال پر ہے۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (سورہ حدید)

اس آیت کریمہ میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور ان پر نزول کتاب کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس کے ذریعہ لوگوں میں اخلاقی اور عملی اور عقائدی اعتدال پیدا کرتے ہیں۔ انبیاء کتابوں کے ساتھ روحانی اخلاقی معاشرتی اعتدال کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں۔ اس سے اعتدال اور میانہ روی کے معیار کا پتہ چلتا ہے۔ اس لئے احادیث میں اس معیار پر قائم رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔

اخراجات میں اعتدال

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس

نے خرچ میں اعتدال سے کام لیا وہ محتاج نہ ہوگا۔

(مجمع ج ۱۰ ص ۲۵۲، بیہقی فی الشعب ج ۵ ص ۲۵۵)

خرچ میں اعتدال سمجھداری کی بات ہے

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کی سمجھداری میں سے یہ ہے کہ خرچ میں اعتدال کرے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۵ ص ۲۵۴)

دنیا کمانے میں اعتدال اختیار کرے

حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ خدا سے ڈرو۔ اور طلب معاش میں سنجیدگی اختیار کرو۔ کوئی جان اس وقت تک مر نہیں سکتی جب تک کہ اپنا رزق مکمل نہ کرلے۔ گو تاخیر ہو جائے۔ (ابن ماجہ ص ۱۵۵)

اعتدال اختیار کرنے کا حکم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم پر اعتدال لازم ہے۔ تم پر اعتدال لازم ہے۔ تم پر اعتدال لازم ہے۔ اللہ اس سے نہیں تھکتا (کہ تم کو کس طرح ثواب دے) بلکہ تم تھک جاتے ہو۔ (کنز العمال جدید ج ۳ ص ۲۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خدائے پاک تھکن اور ملال محسوس نہیں فرماتے ہاں تم بھلے زیادہ جدوجہد سے ملال اور تھکن محسوس کرتے ہو۔ سو عمل میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو۔

اعتدال اختیار کرنے والا تنگدست نہیں ہوتا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے

اعتدال کا راستہ اختیار کیا وہ تنگدست نہ ہوگا۔ (مسند احمد، کنز العمال ص ۴۹)

اعتدال نصف معیشت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خرچ میں اعتدال نصف کمائی ہے۔ حسن خلق نصف دین ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اعتدال سے آدمی پریشان نہیں ہوتا۔ اعتدال سے خرچ کرنا۔ اس میں بچت اور اتنی برکت ہوتی ہے کہ اگر آدمی اندازہ لگائے تو اس کی نصف کمائی ہو جاتی ہے گویا کہ اعتدال کی وجہ سے اس کی نصف کمائی بچ گئی۔ کہ اگر یہ اعتدال سے خرچ نہ کرتا تو اسے اور کمانے کی ضرورت پڑتی۔

اعتدال میں غناء ہے

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اعتدال اور میانہ روی اختیار کرے گا۔ وہ غنی رہے گا۔ (مجمع)

اعتدال اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں جزء ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نیک طور طریق نیک انداز اور اعتدال و میانہ روی نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹)

فائدہ: نبوت کے پچیس اہم اجزاء میں سے ایک جزء میانہ روی ہے۔ اس سے اعتدال کی کتنی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

بقدر وسعت وطاقت اعتدال پر عمل کرے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ طاقت

کے مطابق عمل کرو۔ (مختصر اکنز العمال جدید ج ۳ ص ۲۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ طاقت اور وسعت سے زائد جوش میں آکر ایک دن تو خوب کر لیا۔ لیکن دوسرے دن گھبرا کر، تھک کر چھوڑ دیا سو یہ اچھی بات نہیں۔ آدمی تھوڑا ہی کرے مگر ہمیشہ کرے۔

ہر حال میں اعتدال پر رہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مال داری کی حالت میں بھی اعتدال اچھی چیز ہے اور فقر تنگدستی میں بھی اعتدال اچھی شے ہے۔ عبادت میں بھی اعتدال اچھی ہے۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۲۸، بزار)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس حال میں رہے اعتدال ملحوظ رہے۔ مالداری میں خرچ وغیرہ میں اعتدال اختیار کرے۔ غربت میں بھی اعتدال سے رہے پریشانی اور شکایت اور بخل میں مبتلا نہ ہو کہ اعتدال کامیابی کا راستہ ہموار کرتی ہے۔

اعتدال سے خوشحالی آتی ہے

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اعتدال اختیار کرے گا خدا اسے غنی بنادے گا۔ جو اسراف فضول خرچی کرے گا خدا اسے تنگ دست کرے گا۔ جو شخص تواضع اختیار کرے گا خدا اسے بلند کردے گا۔ (بزار، جامع صغیر ص ۵۱)

کس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک جب کسی کے گھر میں بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو ان لوگوں کے خرچہ میں اعتدال

کر دیتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب ج ۵ ص ۲۵۲)

فائدہ: اگر خرچ میں اعتدال نہیں رہتا۔ ادھر ادھر واہی تباہی غیر ضروری امور میں جب خرچ ہوتا ہے تو مال کی برکت اور اس کی روح نکل جاتی ہے۔ مال جلد ختم ہو کر غربت پھر ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔ کتنے ہی گھروں کو دیکھا گیا ہے کہ مال کی فراوانی پر خرچہ میں اعتدال کو ملحوظ نہیں رکھا۔ عیش پرستی عمدہ عمدہ کھانے اور کپڑوں میں اور زیب و زینت میں خرچ کر دیا جس کے نتیجے میں بعد میں غریب ہو گئے۔ اور ایسی غربت بڑی پریشان کن ہوتی ہے۔ ایسی غربت سے حدیث میں پناہ مانگی گئی ہے۔

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ بَعْدَ الْغِنٰی﴾

آمدنی کو زائد کرنے کے بجائے خرچ میں اعتدال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ معیشت (گزارہ کے خرچ) میں اعتدال اختیار کر لینا تجارت بڑھانے سے بہتر ہے۔

(بیہقی فی الشعب ج ۵ ص ۲۵۲)

فائدہ: مطلب دنیا کے زائد جھمیلے سے جس کی وجہ سے آدمی آخرت کی تعمیر کم یا بمشکل کر پاتا ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ خرچہ میں اعتدال کرے۔ نیز یہ کہ آمدنی کا اضافہ اس کے اختیار میں نہیں ہے مگر اعتدال ہاتھ روک کر ضرورت پر خرچ کرنا تو اس کے اختیار میں ہے۔

اعتدال کے ساتھ خرچ باعث ثواب ہے

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہم جو گھر والوں پر خرچ کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے (یعنی ثواب کے اعتبار سے) تو

آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو تم اپنے اہل و عیال پر بلا اسراف اور بخل و کمی کے خرچ کرتے ہو، سو وہ اللہ کے راستہ کا (باعث ثواب) خرچ ہے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۵ ص ۲۵۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اعتدال اور شریعت کے موافق اہل و عیال پر خرچ کرنا فی سبیل اللہ میں داخل اور ثواب ہے۔ اس کے خلاف، اگر اسراف کے ساتھ خرچ کرتا ہے۔ ایک کی جگہ دس لگاتا ہے۔ یا عیش اور زینت و نمائش میں خرچ کرتا ہے۔ یا فیشن و گناہ میں مال خرچ کرتا ہے جیسا کہ دنیادار مالداروں اور رؤساء کی عادت ہے۔ تو یہ گناہ اور مال کی گرفت کا سبب ہے۔ مال اللہ کی نعمت ہے۔ بیجا صرف کرنے کے بجائے آخرت کا ذخیرہ بنائے اور راہ خدا میں صرف کرے۔

اعتدال اور میانہ روی

اسلام کی خاص خوبی یہ ہے کہ اس کا راستہ اکثر مسئلوں میں افراط و تفریط کے بیچ سے نکلا ہے۔ قرآن پاک نے مسلمانوں کو اُمَّةً وَّسَطاً (بیچ کی اُمت) کا خطاب جن وجوہ سے دیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کا مذہب افراط و تفریط کے درمیان ہے۔ اس لئے اس نے اکثر معاملوں میں اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ عبادت میں بھی۔ عبادت سے بڑھ کی اسلام میں کوئی نیکی کا کام نہیں۔ اسلام نے اس میں بھی اعتدال ملحوظ رکھا ہے۔ نہ اتنی زیادہ ہو کہ آدمی دوسرے دھندوں کے لائق نہ رہے۔ نہ اتنی کم ہو کہ حق سے غفلت ہو جائے۔ سخاوت اور فیاضی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ سارے مذہبوں نے اس کی تاکید پر تاکید کی ہے۔ اور جو جس قدر زیادہ لٹا سکے۔ اسی قدر وہ تعریف کے قابل سمجھا گیا ہے۔ لیکن اسلام نے اس راہ میں بھی بے اعتدالی سے پرہیز کیا ہے۔ اس کو اچھا نہیں سمجھا ہے کہ دوسروں کو دے کر تم خود اتنے محتاج بن جاؤ کہ بھیک مانگنے کی نوبت آجائے۔ اور محتاجوں میں ایک نئے محتاج کا اضافہ ہو

جائے۔ (سیرۃ النبی ج ۶ ص ۵۳۰)

مال و دولت

غربت و مسکنت میں بھی اعتدال رکھنے کا حکم ہے۔ نہ اتنا مال و دولت میں مشغول رہے کہ قارون وقت بن جائے اور خدا سے غافل مال کے حقوق سے غافل ہو جائے۔ غربت و مسکنت میں بھی اعتدال پر رہے ایسا نہ ہو کہ خدا کی ناشکری، بندوں کے سامنے دست ذلت پھیلا کر خود کو قوم کو رسوا کرے۔ غرض کہ زندگی کے تمام شعبوں میں اعتدال و میانہ روی کا حکم ہے۔ جو مصلحت اور حکمت سے خالی نہیں ہے۔

سنجیدگی اور طمانیت

اطمینان اور سنجیدگی سے کام انجام دینا

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ قبیلہ بلی کے ایک شخص نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ والد نے مجھے چھوڑ کر آپ ﷺ سے گفتگو کی۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے آپ سے کیا کہا۔ کہا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو سنجیدگی (غور فکر) کے بعد کرو۔ یہاں تک کہ اللہ پاک اس کا صحیح انجام دکھادے۔

(بیہقی فی الشعب ج ۳ ص ۳۳۶، اخلاق خرائطی ج ۲ ص ۶۸۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اہم کام۔ جس کے نتائج اچھے اور برے دونوں ہوسکتے ہوں تو اس میں کوئی قدم سنجیدگی اور غور فکر کے بعد اٹھائے جلد بازی اور عجلت اور جوش سے نہ کرے کہ بعد میں افسوس کرے۔ سنجیدگی ہر کام میں اچھی بات ہے۔

حضرت مصعب بن سعدؒ کہتے ہیں کہ اعمشؒ نے کہا اور میرا خیال ہے کہ وہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جلد بازی نہ کرنا ہر عمل میں اچھی بات ہے سوائے آخرت کے اعمال میں۔ (ابوداؤد مشکوۃ ص ۴۳۰)

جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ سنجیدگی اللہ کی طرف سے ہے۔ اور عجلت شیطان کی طرف سے ہے۔ (ترغیب ص ۴۱۸)

فائدہ: عموماً جلدی کا کام خراب اور برے نتائج پر مشتمل ہوتا۔

فائدہ: حدیث پاک میں امور میں سنجیدگی اور طمانیت کا حکم دیا گیا ہے۔ تمام کاموں میں اور خصوصاً اہم معاملات میں سنجیدگی، اور غور و فکر کے بعد ان کو انجام دینا جلد بازی اور جوش سے کام نہ لینا۔ ہر چیز کے حاصل اور شر سے بچنے میں اصل الاصول ہے۔

محدث خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض حکماء کا قول نقل کیا ہے کہ کام میں جلدی کرنا خرابی ہے یعنی بسا اوقات خراب نتیجہ کا باعث ہو جاتا ہے۔ (ص ۶۹۸)

لہٰذا کسی کام میں مثلاً باہمی تنازع اور اختلاف سے متاثر ہو کر کوئی کام جلدی کر ڈالنا، کسی عزل و نصب وغیرہ میں جلدی کرنا اور بلا سوچے اور غور و مشورہ کے کر ڈالنا۔ بسا اوقات برے نتیجہ اور رنج و تکلیف کا باعث ہوتا ہے، اس لئے جلد بازی سے روکا گیا ہے، عموماً یہ کام عہدہ اور مال کے جوش میں آدمی کر ڈالتا ہے۔ اسی سے روکا گیا ہے۔ کام میں اطمینان عقل کامل کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ یہ دنیاوی امور کے بارے میں ہے۔ کہ ان کا انجام اچھا ہوگا یا برا معلوم نہیں ہوتا ہے آخرت کے اعمال روزہ نماز، ذکر و تلاوت صدقہ خیرات کے بارے میں یہ نہیں ہے۔ چونکہ اس کے نتائج کا اچھا ہونا یقین کے ساتھ معلوم ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آخرت کے اعمال (جیسا کہ اوپر کی حدیث میں بھی ہے) ذکر و عبادت وغیرہ میں سوچ اور فکر کی ضرورت نہیں کہ اس میں جلدی کرے ایسا نہ ہو کہ وساوس شیطانیہ اور وہمی خیالات مانع ہوجائے۔ چنانچہ خدائے پاک نے فرمایا سَابِقُوْا اِلَى الْخَيْرَاتِ نیکی کی طرف دوڑو۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ اس کا انجام خیر اور اچھا ہونا متعین ہے۔ اس میں نقصان کا پہلو اور خسارہ کی کوئی بات نہیں۔ چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ حج فرض ہوگیا ہے۔ لوگ اس بارے میں سوچتے اور ارادہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو حج کا ارادہ

(فرض ہو جانے کی وجہ سے) رکھتا ہو۔ وہ جلدی کرے۔ کہ بسا اوقات آدمی مریض ہو جاتا ہے۔ سواری نہیں پاتا ہے۔ ضرورتیں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ (ابن ماجہ ص۲۰۷)

یہی حکم تمام عبادات واذکار صدقہ خیرات وغیرہ کا ہے۔ اس میں تاخیر اب کل پرسوں لیت اور سوف قابل ترک ہے کہ تاخیر سے بعض احوال ان امور میں حائل ہو جاتے ہیں۔ پھر نفس کا بھی بھروسہ نہیں۔ کہ کس رخ میں جائے۔ پھر زندگی کی بھی کوئی ٹھیک امید نہیں۔ کہ کب تک رہے گی۔ اس لئے وقف، صدقہ وخیرات میں آدمی جلدی کرڈالے۔

اسی طرح لڑکی کی شادی میں بھی جلدی کرے۔ مناسب رشتہ آجائے۔ دنیاوی اعتبار سے زیادہ سے زیادہ بہتر آنے کی امید میں تاخیر نہ کرے۔ کہ اکثر بعد کا رشتہ پہلے سے بہتر نہیں آتا۔ اور تاخیر میں دین ودنیا دونوں کا نقصان ہے۔ عموماً شادی میں مالدار گھرانے اس میں بڑی تاخیر کرتے ہیں سو حدیث پاک میں منع ہے۔ صحت، ماحول دونوں کے اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ اس سے اسباب زنا کا دروازہ کھلتا ہے۔ حدیث پاک میں مناسب رشتہ آنے پر جلدی شادی کا حکم ہے۔

نرمی اور سہولت مزاجی

ہر مسئلہ میں اللہ پاک کو نرمی پسند ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک کو ہر چیز میں نرمی پسند ہے۔ (بخاری ۸۹۱، مسلم ۳۲۲، مکارم طبرانی ۳۲۰)

نرمی ہر چیز کو اچھی کردیتی ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس چیز میں بھی نرمی داخل ہوتی ہے وہ اچھی ہو جاتی ہے۔ (مسلم ص۳۲۲، ترغیب ج۳ ص۴۱۵)

فائدہ: یعنی کیسا ہی برا اور سخت معاملہ ہو اس میں نرمی اور نرم مزاجی اختیار کیا جائے تو اس سے معاملہ نہیں بگڑتا اور شدت اختیار نہیں کرتا۔ بلکہ اس کا نتیجہ اچھا نکلتا ہے۔

خدا جس گھر میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہے

حضرت نبی پاک ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا۔ اے عائشہ نرمی اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ جب کسی گھر والوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان پر نرمی کے دروازے لے آتا ہے۔ (ترغیب ج۳ ص۴۱۶، مکارم طبرانی ص۳۲۱)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدا جسے محبوب بناتا ہے اسے نرمی سے نوازتا ہے۔ (مجمع الزوائد ج۹ ص۱۸)

کون بھلائی سے محروم؟

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو نرمی سے محروم ہے وہ تمام بھلائیوں سے محروم ہے۔ (ابوداؤد ص ۶۶۲، مسلم ج ۲ ص ۳۲۲، مکارم الخرائطی ص ۶۷۶)

نرمی سے مسئلہ کا حل نہ کہ سختی سے

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ پاک نرم ہے نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی سے عطا کرتا ہے اور سختی سے نہیں دیتا۔

(ابوداؤد ص ۶۶۲)

حضرت علی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدائے پاک جس طرح نرمی سے دیتا ہے اس طرح سختی سے نہیں دیتا۔

(مکارم الخرائطی ج ۲ ص ۶۸۶)

فائدہ: مطلب ہے کہ نرمی سے جس طرح بسہولت وبآسانی مسئلہ کا حل ہوجاتا ہے اس طرح سختی اور تشدد سے حل نہیں ہوتا بلکہ اور معاملہ بگڑتا ہے۔ سختی کی وجہ سے ضد کی نوبت آجاتی ہے اور ضد سے پھر مقابلہ اور منازعت شروع ہوجاتی ہے۔ ہاں البتہ کبھی نرمی کی جگہ تشدد اور گرفت بہتر ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ اس تشدد اور گرفت میں نرم لہجہ نرم گفتگو اختیار کیا جائے۔ تو یہاں بھی نرمی کا مفید نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کم از کم متکبرانہ طریق سے تو بچے گا۔ کہ لہجہ میں سختی بسا اوقات کبر کی وجہ سے ہوتی ہے۔

دنیا اور آخرت کی بھلائی

آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ اے عائشہ جس کو نرمی سے کچھ نوازا گیا۔ اسے دنیا اور آخرت کی خوبی سے نوازا گیا۔ (مکارم الخرائطی ص ۶۹۳)

جس کو یہ تین چیزیں نصیب ہوں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کو یہ تین چیزیں مل جائیں خدا اسے اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے اور اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ① کمزور پر نرمی۔ ② والدین پر شفقت ③ خادموں کے ساتھ بہترین سلوک۔

(ترغیب ج ۳ ص ۲۶۷ و ترمذی)

فائدہ: کمزوروں کے ساتھ نرم برتاؤ یہ عزیمت کا مقام ہے۔ بڑے اور اہم شخصیتوں سے تو ہر شخص نرمی برتتا ہے یہ کوئی کمال نہیں۔

حکمت کی پونجی

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نرمی حکمت کی پونجی ہے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۹۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دانائی اور سمجھداری کی علامت ہے کہ نرمی اور نرم مزاجی سے کام لے۔ تاکہ کام سلجھے، الجھے نہیں۔

جہنّم حرام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم کو نہ بتادوں کہ جہنّم کس پر حرام ہے۔ اور جہنّم پر کون حرام ہے۔ ہر اس شخص پر جو نرم سہل مزاج ہو۔

فائدہ: دیکھئے نرمی اور سہولت مزاجی کی کیسی فضیلت ہے کہ ایسے شخص پر جہنّم حرام ہے۔ دراصل اس کی وجہ سے آدمی برے اخلاق ظلم وتشدد سے محفوظ رہتا ہے۔ تواضع و

مسکنت اور رضا کی علامت ہے۔ جو اہل جنت کے صفات ہیں۔ نرمی اور سہولت مزاجی کبر اور علو کی ضد ہے۔

اور قرآن پاک میں ہے: تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ ہم جنت کا وارث ان کو بنائیں گے جو زمین پر بڑھ چڑھ کر رہنے کا ارادہ نہیں کرتے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں بڑھ چڑھ کر رہنا یہ اچھی علامت نہیں ہے۔

نرم مزاجی نفع بخش ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نرمی بڑی اچھی چیز ہے۔ سختی اور پھوہڑپنا منحوس ہے۔ یعنی نقصان دہ ہے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۴۱۲)

فائدہ: نرمی سے کام جس طرح ہوتا ہے سختی سے نہیں ہوتا کہ سختی سے لوگ پریشان ہو کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ لیکن سخت مزاج کے لئے کچھ سختی ہی بہتر ہے۔ تاہم عام عادات میں نرمی ہی نفع بخش ہے۔

جانوروں کے ساتھ بھی نرمی کرے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے مجھے ایک سیاہ اونٹنی دی جو بالکل کوئلے کی مانند تھی۔ سخت تھی لگام نہیں ڈالنے دیتی تھی۔ آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی اور فرمایا اے عائشہ اس پر سوار ہو جاؤ اور اس سے نرمی برتنا۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۹)

فائدہ: یعنی اونٹنی کے سخت مزاج ہونے کی وجہ سے اسے مار دھاڑ نہ کرنا اس سے سخت برتاؤ نہ کرنا بلکہ نرمی سے اپنے قبضہ میں کرنا اور کام لینا۔ دیکھا آپ نے جانوروں

سے بھی نرمی کے برتاؤ کا ہماری شریعت نے حکم دیا ہے۔ پھر انسانوں کے ساتھ نرمی کا حکم کیوں نہ ہوگا۔

کامیاب ہیں وہ لوگ جو اپنے سے کمتر اور ماتحت ملازموں اور خادموں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔

نرمی اور رفق ولطف کا مفہوم

رفق ولطف کے معنی یہ ہیں کہ معاملات میں سختی اور سخت گیری کے بجائے نرمی اور سہولت اختیار کی جائے۔ جو بات کی جائے نرمی سے۔ جو سمجھایا جائے وہ سہولت سے جو مطالبہ کیا جائے وہ میٹھے طریقہ سے کہ دلوں کو موہ لے۔ اور پتھر کو بھی موم کر دے۔

ہر چیز میں نرمی کام کو بناتی اور سختی بگاڑتی ہے۔ اِلّا یہ کہ شریعت، یا وقتی مصلحت و ضرورت سختی کا تقاضہ کرتی ہو۔

نرمی اور نرم مزاجی تبلیغ اور اصلاح میں کامیابی کی شرط اول ہے۔ اس لئے اس باب میں حضرات پیغمبر کو خصوصی تاکید کی جاتی ہے۔ کہ مخالفین و منکرین سے نرم برتاؤ کریں۔ دعوت و تبلیغ میں نرم برتاؤ بہت موثر ہوتا ہے۔

احادیث پاک میں خدا کا نام "رفیق" بھی آیا ہے۔ جس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر تمام معاملوں میں خصوصاً رزق پہنچانے میں نرمی اور تلطف کا معاملہ کرتا ہے۔ اور اس میں بندے کی اطاعت و عدم اطاعت نیکی اور گناہ کی پرواہ نہیں کرتا۔

پردہ پوشی

پردہ پوشی کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔ خدا اس کے لئے دنیا و آخرت میں پردہ پوشی کرے گا۔

(ابوداؤد، ترغیب ج ۳ ص ۲۳۷، مسلم ج ۲ ص ۳۲۲)

قیامت میں پردہ پوشی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ خدائے پاک اس کے لئے قیامت کے دن پردہ پوشی کرے گا۔ (ترغیب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی کی پردہ پوشی کرتا ہے خدائے پاک اس کی پردہ پوشی قیامت کے دن فرمائیں گے۔

(مکارم الخرائطی ۱ر ۴، ترغیب ج ۳ ص ۲۳۷)

فائدہ: کسی کی نامناسب بات، گناہ عیب کو چھپانا اچھی بات ہے اور لوگوں میں اسے ظاہر کر کے اس کو رسوا اور ذلیل کرنا یا محض شائع اور عام کرنا شریعت میں بہت بری بات ہے۔ ایسا شخص خود بھی اس گناہ میں مبتلا ہونے کا اور ذلیل ہونے کا اندیشہ رکھے۔ خدا کی نافرمانی پر بندوں کو رسوا کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔ البتہ کسی مصلح سے ظاہر کرنا۔ یا شاگرد کی استاذ سے ظاہر کرنا تاکہ اصلاح ہو عادات خراب نہ ہو یہ درست ہے۔ اس

طرح کسی ایسے گناہ و جرم کو ظاہر کرنا تاکہ لوگ بچ جائیں پھنس نہ جائیں درست ہے۔ مثلاً خیانت، چوری، بے وفائی، چرب لسانی وغیرہ۔

جنّت میں داخلہ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو دیکھے اور اسے چھپادے۔ تو اللہ پاک اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (ترغیب ج ۲ ص ۲۳۸، مکارم ص ۴۷ر ۴)

فائدہ: افسوس کہ آج ہم لوگوں کے عیوب ڈھونڈھ کر اچھالتے ہیں۔ کاش یہ حدیث ہم لوگوں کے دل میں بس جائے۔

گویا مدفون کو زندہ کردیا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مؤمن کی پردہ پوشی کی اس نے گویا زندہ درگور کو زندگی عطا کردی۔

(مکارم الخرائطی ص ۵ر ۴، ابوداؤد ص ـــ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے کسی مؤمن کے گناہ پر پردہ ڈال دیا۔ اس نے گویا زندہ درگور کو زندہ کردیا۔ (مکارم ص ۴۸۰)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے غلام کہتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی شراب پیتا تھا۔ میں نے حضرت عقبہ سے کہا کہ آپ پولیس کو کیوں نہیں خبر کردیتے ہیں۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا۔ چھوڑو جی میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا جو شخص کسی مؤمن کے عیب کو چھپائے اس نے گویا کہ قبر میں دفن شدہ کو زندہ کردیا۔

(مکارم ص ۴۸۲)

خدا کس کا پردہ فاش کرے گا؟

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کے راز کے پیچھے پڑے گا۔ اللہ پاک اس کے پیچھے پڑ جائے گا۔ اور اللہ پاک جس کے پیچھے پڑ جائے تو اسے اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔ (ابوداؤد ص ۲۴۰)

راز بستہ کے افشاء کی سزا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جو اپنے بھائی کی ستر پوشی کرے گا۔ خدائے پاک قیامت کے دن اس کے ساتھ ستاری کا معاملہ کرے گا۔ اور جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو رسوا کرے گا۔ اس کا پردہ فاش کرے گا۔ خدائے پاک اس کو اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔ (ابن ماجہ، ترغیب ج ۳ ص ۲۳۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو لوگوں کے عیوب و راز کو فاش کر کے اسے رسوا کرے گا۔ خدائے پاک ایسے آدمی کو اس کے احباب رفقاء اور اپنے لوگوں کے درمیان رسوا کر دے گا۔ یعنی اس گناہ کی سزا اسے آخرت میں نہ مل کر دنیا میں مل جائے گی۔

لوگوں کی خامیوں کی تلاش میں نہ رہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کی لغزشوں کو مت تلاش کرو۔ (مختصر الترغیب ص ۲۴۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہر ایک میں کچھ نہ کچھ خامیاں رہتی ہیں۔ علاج تو تم کر نہ سکو گے۔ لہٰذا افشاء ذلت کا باعث بن جائے گا۔ اسی طرح اگر ہر ایک دوسرے کے ساتھ کرنے لگ جائے تو ماحول گندہ ہو جائے گا۔ تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ سراسر نقصان کا باعث بنے گا۔ اس لئے اس سے منع کیا گیا ہے۔

ارباب انتظام کو ایک نصیحت

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حاکم جب لوگوں سے سوء ظن اور شکوک و شبہات میں رہتا ہے تو گویا لوگوں کے درمیان (اطمینان ختم کر کے) فساد پیدا کر دیتا ہے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۲۴۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب ارباب حکومت اور اہل انتظام کو لوگوں کے بارے میں بے اعتباری ہوگی۔ کہ فلاں ہمارے خلاف ہے۔ فلاں ہماری مخالفت کرتا ہے۔ فلاں ہم سے متعلق نہیں۔ اور لوگوں کے بارے میں اپنی ذات اور اقتدار اور حکومت کے خلاف بدگمانی ہوگی۔ تو ماحول کا امن و سکون ختم ہو جائے گا۔ ہر شخص بلاوجہ خوف اندیشہ محسوس کرے گا۔ مخلص اور غیر مخلص کا فرق ظاہر نہ ہوگا۔ بلاوجہ لوگوں کے لئے اذیت و اندیشہ کا دروازہ کھل جائے گا۔ اہل انتظام کو بھی خدمت لینے میں پریشانی ہوگی۔ جب اعتماد نہیں تو کس سے خدمت لیں لہٰذا انتظام اور کنٹرول نہ کر پائے گا۔ اس لئے حدیث پاک میں تاکید کی گئی ہے کہ لوگوں کے پیچھے نہ پڑے کہ کون اسے کیا کہتا ہے۔ نہ خود نہ کسی دوسرے سے جاسوسی کرائے۔ اپنے ماتحتوں سے بلا جھجک کام لے۔ ورنہ تو اطمینان و سکون جاتا رہے گا۔

کسی کے پوشیدہ راز کے پیچھے نہ پڑے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور بلند آواز سے آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے وہ لوگو! جن کی زبان نے تو اسلام کو قبول کر لیا مگر ابھی دل تک ان کا ایمان نہیں پہنچا ہے۔ مسلمانوں کو اذیت اور تکلیف نہ پہنچاؤ۔ ان کے رازوں (چھپی باتوں) کے پیچھے نہ پڑو۔ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے راز کے پیچھے پڑے گا۔ خدائے تعالیٰ اس کی چھپی باتوں کے پیچھے پڑے گا۔

اللہ پاک جس کے پیچھے پڑے گا وہ ذلیل و خوار ہو جائے گا۔ خواہ کجاوے کے بیچ میں کیوں نہ ہو۔ (ترغیب ج ۳ ص ۹۳۹)

فائدہ: راز فاش کرنے اور اس کے پیچھے لگنے کی کیسی سزا ہے۔ ایسا آدمی ہزار جاہ و عزت کے قلعہ میں رہنے کے باوجود بھی ذلیل ہو کر رہے گا۔

ستاری کی دعا کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک سے سوال کرو کہ وہ تمہارے عیوب (گناہوں) پر ستاری فرمائے۔ اور تم کو خوف سے امن دے۔ (مکارم الخرائطی ص ۲۸۴)

فائدہ: یعنی خدائے پاک سے ایسی دعاؤں کے مانگنے کا حکم ہے چنانچہ حضور پاک ﷺ سے ایسی دعا منقول ہے۔ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ آمِنْ رَوْعَاتِنَا ”اے اللہ ہمارے عیوب پر ستاری کا معاملہ فرما۔ اور خوف سے مامون فرما۔“ یہ دعا خوف و دہشت کے موقع پر بھی پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے خندق کے موقع پر آپ ﷺ سے کہا کوئی دعا ہے جو ہم لوگ کر لیا کریں کہ (مارے خوف کے) کلیجہ سینے کو آلگا ہے۔ تو آپ ﷺ نے یہی دعا بتلائی۔

(سبل الہدیٰ ج ۷ ص ۲۸۳)

گھر اور گھریلو راز کی باتیں ظاہر نہ کرے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ پاک کے نزدیک قیامت میں سب سے بدترین شخص وہ ہوگا۔ جو اپنی بیوی کے ساتھ پیش آنے والی باتوں کو لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔ (مسلم، ریاض ص ۳۰۸)

فائدہ: بیوی کے ساتھ جو امور پیش آتے ہیں ان کو لوگوں پر ظاہر کرنا فحاشی ہے اور شریفانہ اخلاق کے خلاف ہے۔ اس طرح گھریلو باتیں جو بیوی وغیرہ سے متعلق ہوں ان کو عام لوگوں پر ظاہر کرنا بری بات ہے اس سے گھریلو رازدارانہ باتوں کا افشاء ہوتا ہے۔ لوگوں کی نگاہوں میں اس سے خفت حاصل ہوتی ہے اور وقار جاتا رہتا ہے۔ اور لوگوں پر اس کا اچھا اثر نہیں ہوتا۔

خاص کام اور راز کی بھی حفاظت کرے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ تشریف لائے۔ میں بچوں میں کھیل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے کسی ضرورت سے بھیج دیا۔ مجھے ماں کے پاس آنے میں دیر ہوگئی۔ ماں کے پاس آیا تو پوچھا دیر کیسے ہوئی۔ میں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے کسی ضرورت سے کہیں بھیج دیا تھا۔ (اسی وجہ سے دیر ہوگئی) تو والدہ نے پوچھا کون سی ضرورت تھی۔ میں نے کہا کوئی خاص بات (راز کی تھی) تو والدہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کا یہ راز خاص بات کسی سے نہ کہنا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں بتاتا تو اپنے شاگرد راوی ثابت کو بتا دیتا۔

فائدہ: دیکھا آپ نے جس خاص ضرورت اور کام سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے بھیجا انہوں نے ماں کے پوچھنے پر بھی نہ بتایا۔ اور والدہ کو جب معلوم ہوا کہ کوئی خاص کام تھا تو بچے کو تاکید کر دی کہ کسی کو نہ بتانا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بعد میں بھی وہ اپنے شاگردوں کو نہیں بتایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا کوئی خاص کام، خاص ضرورت رازدارانہ امور ظاہر نہ کرے۔ اس سے معاملات بگڑتے ہیں۔ فساد پیدا ہوتا ہے۔ اور جو لوگ لوگوں کی باتوں کو معلوم کرتے ہیں۔ خواہ وہ بڑے ہی کیوں نہ ہوں نہیں بتانا چاہئے کہ یہ سیاست والوں اور دنیاوی لوگوں کی فطرت ہے۔

غصہ برداشت کرنا اور پی جانا

قرآن پاک میں ہے:

﴿وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾

"غصہ کو پینے والے، لوگوں کو معاف کرنے والے، خدا نیکی کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔"

غصہ کا آنا ایک انسانی بلکہ ذی روح کی صفت ہے۔ اس کا آنا برا نہیں بلکہ اس کا باقی رکھنا۔ اس کے تقاضہ پر عمل کرنا برا ہے۔ انتہائی غصہ میں جنون کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ جس میں بسا اوقات نامناسب امور کہہ اور کر بیٹھتا ہے۔ جس سے بعد میں ندامت ہوتی ہے۔ اسی لئے غصہ کے دور کرنے اور اس کے پینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسے مکارم اخلاق میں شمار کرتے ہوئے اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے۔ جو غصہ کو دبا لیتے ہیں پی لیتے ہیں۔ اور اس میں بے اعتدالی سے اپنے آپ کو بچا لیتے ہیں کہ اس کی بے اعتدالی بہت بڑی بری چیز ہے۔ بہت سے ظالمانہ اور بے دردانہ کام انسان صرف غصہ سے کر بیٹھتا ہے۔ چنانچہ آپس کی خونریز لڑائی، آئے دن طلاق کے واقعات اسی کے بدنتائج ہیں۔ جس کی وجہ سے بعد میں سخت پشیمانی ہوتی ہے۔ اسی لئے ہر ایک مسلمان کو چاہئے کہ غصہ پر قابو رکھے۔ اسے پی لے۔ ایسے شخص کو آپ ﷺ نے پہلوان فرمایا ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ میمون بن مہران کی باندی پیالہ میں گرم سالن لے کر آئی مہمان بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ پھسلی اور شوربا ان پر گر پڑا۔ میمون نے مارنے کا ارادہ کیا۔ باندی

نے یہ آیت پڑھ دی۔ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ، میمون نے کہا چلو میں نے غصہ پی لیا۔ اس نے پڑھا وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ میمون نے کہا۔ میں نے معاف کر دیا باندی نے پھر پڑھا، وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ میمون نے کہا میں نے احسان کیا جا تو خدا کے واسطے آزاد ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۱۹)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سیدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ آپ کی ایک کنیز آپ کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت علی ابن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اوپر گر پڑا۔ تمام بھیگ گئے۔ غصہ آنا طبعی امر تھا۔ کنیز کو خطرہ ہوا۔ اس نے فوراً یہ آیت پڑھی۔ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ یہ سنتے ہی خاندان نبوت کے اس بزرگ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا بالکل خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد کنیز نے آیت کا دوسرا جملہ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ پڑھ دیا تو فرمایا میں نے تجھے دل سے معاف کر دیا۔ کنیز بھی ہوشیار تھی اس کے بعد اس نے تیسرا جملہ بھی سنا دیا۔ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ جس میں احسان و سلوک کی ہدایت ہے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا۔ جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۹۰)

اُمت کے بہترین افراد

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری اُمت کے بہترین افراد وہ ہیں جب ان کو غصہ آئے تو برداشت کر لیں۔

(مجمع ج ۸ ص ۶۸، بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۳۱۳)

خدا کے نزدیک بہترین گھونٹ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ خدا

کے نزدیک سب سے محبوب و پسندیدہ غصہ کا وہ گھونٹ ہے جسے اللہ کے واسطے پی جائے۔ (مکارم طبرانی ص۳۲۹، ابن ماجہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی کمزور یا ماتحت پر غصہ آئے اور پھر وہ شخص محض اللہ کے واسطے پی جائے۔ تو خدا کے نزدیک بڑا ہی پسندیدہ ہے۔

خدا کے واسطے کا مطلب یہ ہے کہ کسی ڈر یا فتنہ کی وجہ سے نہ ہو مثلاً کسی امیر عہدہ دار کے بچہ پر غصہ آیا پھر سوچا کہ میں نے کچھ کیا تو برے نتائج نہ ہوں ایسی بات نہ ہو جائے۔ تاہم اس وقت بھی پی لینے کا ثواب ہوگا۔

جس حور کو چاہے منتخب کرے

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو غصہ کے تقاضہ پر عمل کرنے کے باوجود اسے پی جائے۔ اسے قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے بلایا جائے گا اور جس حور کو چاہے پسند کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔

(ابوداؤد، ترمذی ج۲ ص۲۲، بیہقی فی الشعب ج۶ ص۳۱۳)

مطلب یہ ہے کہ سزا دینے انتقام لینے اور برا بھلا کہنے پر قادر تھا۔ مثلاً اس وجہ سے کہ ملازم یا ماتحت تھا پھر بھی معاف کر دیا اور غصہ پی گیا تو من پسند حور کا مالک ہوگا۔

جنّت میں داخل ہونے کا عمل

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ ایسا عمل بتا دیجئے جو جنّت میں داخل کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا غصہ مت کیا کرو۔ تمہارے لئے جنّت ہے۔ (مجمع ج۸ ص۷۰، طبرانی ج۲ ص۳۳۶)

عذاب سے کون محفوظ؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو غصہ دور کرے گا خدا اس سے اپنا عذاب دور کر دے گا۔ (مجمع ج۸ ص۶۸، ترغیب ج۳ ص۴۳)

فائدہ: یعنی غصہ کا دور کرنا خدا کے عذاب کو دور کرنے کا باعث ہے۔

غصہ کے برداشت کی تاکید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا مجھے نصیحت فرمائیے۔ اور تھوڑی فرمائیے تاکہ میں محفوظ کر سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا غصہ مت کرنا۔ اس نے مکرر درخواست کی تو آپ ﷺ ہر مرتبہ فرماتے غصہ مت کرنا۔

(بخاری ص۹۰۳، ترمذی ج۲ ص۲۲)

خدا کی رضا و خوشنودی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص غصہ پی جائے باوجود اس بات کے کہ وہ چاہتا تو بدلہ لے سکتا تھا قیامت کے دن خدا اس کے دل کو اپنی رضا و خوشنودی سے بھر دے گا۔ (کنز العمال جدید ج۳ ص۲۰۵)

پہلوان کون ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا پہلوان وہ نہیں ہے جو پچھاڑ دے۔ پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

(ابوداؤد ص۶۵۹، ترغیب ج۳ ص۳۵۰)

غصّہ آجائے تو وضو کرے

حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ غصّہ شیطان کے اثر سے ہے۔ اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور آگ پانی سے بجھتی ہے۔ جب تم میں سے کسی کو غصّہ آئے تو وضو کرے۔ (ترغیب ج ۳ صہ ۴۵۲، ابوداؤد صہ ۶۶۰)

غصّہ آجائے تو کیا پڑھے؟

سلیمان ابن صرد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان آپ ﷺ کے سامنے لڑائی ہو رہی تھی ایک دوسرے پر غصّہ ہو رہا تھا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ رگیں پھول رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جو اسے پڑھ لے تو غصّہ ختم ہو جائے۔ وہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہے۔ (بخاری صہ ۹۰۳، مسلم ج ۲ صہ ۳۲۶)

فائدہ: آنحضرت ﷺ نے غصّہ کے تین علاج بتائے ہیں۔ ایک روحانی دو ظاہری۔ روحانی تو وہی ہے۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ یعنی چونکہ یہ غصّہ شیطان کا کام ہے۔ اس لئے جب غصّہ آئے تو فوراً دعا کرنی چاہئے کہ خداوندا میں شیطان سے بھاگ کر تیری پناہ چاہتا ہوں...... دو ظاہری علاجوں میں سے ایک تو یہ ہے کہ انسان کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ تبدیل ہیئت سے طبیعت ہٹ جائے گی اور غصّہ کم ہو جائے گا۔ دوسرا علاج یہ ہے کہ وضو کرے۔ اس سے منشا یہ ہے کہ غصّہ کی حالت میں گرمی سے خون کا دوران بڑھ جاتا ہے۔ آنکھیں لال ہو جاتی ہیں، چہرہ سرخ ہو جاتا ہے تو پانی پڑنے سے مزاج میں ٹھنڈک آئے گی اور نفس کی گرمی دور ہو جائے گی۔ (سیرۃ النبی ج ۶ صہ ۲۲۷)

توکّل

توکّل کے متعلق فرمان خدا

﴿وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ﴾

"جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کیلئے کافی ہوتا ہے۔"

﴿فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ﴾

"اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

یعنی جو شخص اللہ پر توکل اور بھروسہ کرے گا اللہ اس کی مہمات کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کام کو جس طرح چاہے پورا کر کے رہتا ہے (معارف القرآن)

خیال رہے کہ توکل کرنے والے سے اللہ پاک محبت رکھتے ہیں۔ گویا وہ اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں۔ اور مرتبہ محبوبیت پر فائز ہیں۔

توکل اسلام و ایمان کے بلند اعمال و احوال میں سے ہے۔ جس شخص کا توکل خدائے پاک کے ساتھ جس قدر زیادہ ہو گا اسی قدر وہ تقرب کے مقام پر فائز ہو گا۔

جن کو خدائے پاک پر توکل اور بھروسہ ہے تو وہ اخلاق رذیلہ، حرص، حسد باہمی تنازع اور فساد کینہ، عناد، سے محفوظ رہیں گے۔ رضا اور شکر و صبر کے مقام پر فائز ہونگے۔ اسی وجہ سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ توکل مقربین بارگاہ الٰہی کے مقامات میں سے ایک عظیم الشان مقام ہے۔ (احیاء العلوم)

متوکلین بلاحساب جنت میں داخل

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت کے ستر ہزار لوگ بلاحساب جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ ہوں گے جو تعویذ گنڈے اور فال میں نہ پڑیں گے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوں گے۔

(بخاری صہ ۹۵۸، مسلم، مشکوٰۃ صہ ۴۵۲)

فائدہ: یعنی جو محض اللہ پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔ تو وہ کمال یقین و اعتماد کے ایسے مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہیں کہ ظاہری اسباب سے بھی وہ منقطع ہیں اور اسی حالت میں ان کو اطمینان و سکون میسر ہے تو یہ لوگ ایسے مرتبے کے حامل ہوں گے۔

اگر خدا پر بھروسہ کرتے تو

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم خدائے پاک پر اتنا بھروسہ کرتے جتنا حق تھا تو تم کو پرندوں کی طرح رزق دیا جاتا کہ صبح خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو بھر پیٹ آتے ہیں۔

(ترمذی ج ۲ صہ ۶۰، ابن ماجہ صہ ۳۰۷، مشکوٰۃ صہ ۴۵۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خدائے پاک پر بھروسہ سے غیبی مدد و نصرت ہوتی ہے۔ اور دل مطمئن رہتا ہے۔ معمولی اور کمزور سبب سے بھی اہم ترین مقاصد پورے ہو جاتے ہیں۔ اس کے مقابل جو خدا پر بھروسہ نہیں کرتا۔ خدا کی نصرت سے محروم رہتا ہے۔ ہمیشہ ظاہر کے پیچھے پریشان رہتا ہے۔ دل کا اطمینان بھی جو عظیم دولت ہے اسے بھی کھو بیٹھتا ہے۔

خدا اس کے لئے کافی

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو خدا پر

بھروسہ کرتا ہے خدا اس کے امور کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ اور اسے بلاگمان رزق دیتا ہے۔ (کنز العمال ج ۳ صہ ۱۰۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ اے لوگو۔ خدا پر بھروسہ کرو۔ اور اسی پر اعتماد کرو وہ کافی ہوگا۔ (کنز العمال ج ۳ صہ ۲۰۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی گئی کہ تم مجھ پر بھروسہ کرو میں تمہاری کفالت کروں گا۔ (مختصر از رسالہ التوکل ابن ابی الدنیا صہ ۵۹)

ظاہری اسباب کو اختیار کرے پھر توکل کرے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ کی خدمت میں آیا اور پوچھا (اونٹ) باندھ دوں پھر توکل کروں؟ یا چھوڑوں اور توکل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا باندھ دو پھر توکل کرو۔ (رسائل ج ۳ صہ ۵۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کرے پھر اللہ پر بھروسہ کرے۔ مثلاً دوکان کھولے، کھیت میں بیج ڈالے، مرض کی دوا کرے، پھر ان سے نفع کی خدا سے امید رکھے کہ اس کے ارادے اور حکم سے ہی اس سے نفع ہوگا، ایسا کرنا درست نہیں ہے کہ نہ دوکان کرے نہ کھیتی کرے نہ ملازمت کرے۔ پھر مال اور نفع کی امید رکھے۔ کھیت میں بیج نہ بوئے اور کھیتی پر خدا سے بھروسہ کرے۔ یہ از روئے شرع بھی درست نہیں کہ خدائی قانون کے خلاف ورزی ہے۔ خدا نے دنیا کو دار الاسباب بنایا ہے۔ ہم اسباب کے اختیار کرنے کے مکلف ہیں۔ اور پھر خدا پر بھروسہ کرنے کے۔

توکل کی دعا مانگے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِمَّنْ تَوَكَّلَ عَلَیْكَ فَكَفَیْتَهٗ وَاسْتَهْدَاكَ فَهَدَیْتَهٗ وَاسْتَغْفَرَكَ فَغَفَرْتَهٗ﴾ (رسائل ابن ابی الدنیا التوکل صـ۳۶)

"اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جو آپ پر بھروسہ کرتے ہیں اور آپ ان کے لئے کافی ہو جاتے ہیں۔ آپ سے ہدایت کے طالب ہوتے ہیں۔ آپ ہدایت دیتے ہیں، مغفرت کے طالب ہوتے ہیں آپ ان کو معاف فرمادیتے ہیں۔"

توکل: اسباب اختیار کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے۔

توکّل اور اس کا مطلب ومفہوم

توکل کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے کام کو خدا کے حوالے کرو۔ اور قلب کو مطمئن رکھو غیر اللہ کی طرف التفات بھی نہ کرو۔ (تبلیغ ودین صـ۱۱)

توکل کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے اسباب وآلات کو چھوڑ دے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اسباب اختیاریہ کو ضرور اختیار کرے۔ مگر بھروسہ اسباب پر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ پر کرے۔ کہ جب تک اس کی مشیت وارادہ نہ ہو جائے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ (معارف القرآن ج۸ صـ۱۹)

توکل ترک اسباب اور ترک تدبیر کا نام نہیں، بلکہ اسباب کو چھوڑ کر توکل کرنا تو سُنّت انبیاء علیہم السلام اور تعلیم القرآن کے خلاف ہے۔ ہاں اسباب بعیدہ اور دور دراز فکروں میں پڑے رہنا یا صرف اسباب اور تدابیر ہی کو مؤثر سمجھ کر مسبب الاسباب اور مدبر الامور سے غافل ہو جانا بے شک خلاف توکل ہے۔ (معارف ج۲ صـ۱۲۸)

اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وکیل یعنی کارساز حقیقی پر صدق دل سے اعتماد اور بھروسہ کیا جائے۔ اور پھر اس اعتماد کو ہمیشہ مضبوط وبرقرار رکھا جائے تاکہ دل ہمیشہ

آرام، وسکون اور اطمینان سے رہے...... اگر ظاہری اسباب وذرائع میں کوئی کمی یا خرابی واقع ہو جائے تو حوصلہ نہ ہار بیٹھے بلکہ حق تعالیٰ پر اعتماد رکھتے ہوئے خاطر جمع رکھے۔

(کیمیائے سعادت)

خلاصہ یہ کہ خدا ہی پر بھروسہ رکھے اسی کو کارساز سمجھے۔ اسی کو کافی سمجھے اسباب ظاہری اختیار کرنے کے باوجود اسباب پر دھیان نہ رکھ کر خدا پر دھیان رہے۔ یہی توکل اور خدا پر بھروسہ کرنے کا مطلب ہے۔

القناعۃ

کامیاب کون ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص کامیاب ہے جو اسلام لایا۔ اور بقدر کفالت روزی سے نوازا گیا۔ اور اللہ پاک نے جو دیا اس پر قناعت کی۔ (ابن ماجہ ص ۳۰۵، مسلم ج ۱ ص ۳۳۷، مشکوۃ ص ۴۴۰)

غنا قناعت میں ہے

حضرت سعد نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے میرے بیٹے۔ جب تم غنا طلب کرو تو قناعت میں طلب کرو۔ جس کے پاس قناعت نہیں اسے مال غنی نہیں بنا سکتا۔

(کنز ج ۳ ص ۳۸۷)

بھلائی کا ارادہ کس کے ساتھ؟

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب اللہ پاک کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اپنی تقسیم پر راضی فرما دیتے ہیں۔ اور اس میں برکت عطاء فرماتے ہیں۔ (کنز ص ۳۹۵)

اُمّت کے بہترین افراد

حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایت ہے کہ ہماری اُمّت کے بہترین افراد وہ ہیں جو قانع ہیں۔ اور بدترین وہ ہیں جو لالچی ہیں۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۳۹۱)

قناعت کا حکم

حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم پر قناعت لازم ہے۔ یہ ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوتا۔ (مجمع الزوائد ص ۲۵۶، کنز العمال ج ۳ ص ۳۹۳)

قانع جنّت میں جائے گا

حضرت ابن مسعود ؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو خدا کی جانب سے نوازا گیا ہے اس پر قناعت کرنے والا جنّت میں جائے گا۔ (کنز العمال ص ۴۰۱)

قناعت سے برکت

حضرت عبداللہ بن شخیر ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندے کو آزماتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ وہ کیا عمل کرتا ہے۔ پس اگر وہ راضی رہتا ہے۔ (جو اللہ نے کم و بیش دیا ہے) تو خدا اسے برکت سے نوازتا ہے۔ اور اگر وہ (اللہ کے دیئے ہوئے پر قانع اور) راضی نہیں رہتا ہے۔ تو اس سے برکت ختم کر دی جاتی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۵۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قناعت میں برکت اور سکون ہے۔ اور قانع کی زندگی پر سکون گذرتی ہے۔

قناعت کیسے حاصل ہو؟

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے سے نیچے کو دیکھو۔ اپنے سے اوپر لوگوں کو مت دیکھو۔ یہی بہتر ہے تاکہ خدا کی نعمت کی ناقدری نہ ہو۔ (جامع صغیر ص ۱۹۳، مسلم ج ۲ ص ۴۰۷، ترمذی، ابن ماجہ ص ۳۰۵)

فائدہ: خیال رہے کہ حکم یہ ہے کہ آدمی دنیا اور مال کے اعتبار سے اپنے سے کم اور غریب کو دیکھے۔ اس سے شکر خدا کی توفیق ہوگی۔ اپنے سے اوپر مال اور دنیا والوں پر نظر نہ کرے کہ اس سے حرص بڑھے گی اور نعمت خداوندی کی ناشکری ہوگی۔ البتہ دین و عمل صالح اور تقویٰ کے اعتبار سے اپنے سے بڑے اور فائق پر نظر رکھے۔ تاکہ اعمال صالحہ کا شوق اور اس میں رغبت حاصل ہو۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے باب القناعۃ میں بیان کر کے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اپنے سے کم تر لوگوں کے دیکھنے سے قناعت کی دولت حاصل ہوتی ہے اور ذہن کو حرص سے فارغ رکھنے کا اور شکر خدا کا بہترین ذریعہ ہے۔

لوگوں سے مستغنی رہنے کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ استغناء اختیار کرو۔ (کنز ص ۲۰۳)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ سے غنا کا طالب ہوتا ہے خدا اسے غنی بنا دیتا ہے۔ (مسلم ص ۳۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں سے مستغنی رہو خواہ ایک مسواک کی لکڑی سے کیوں نہ ہو۔ (بیہقی، بزار، کنز ج ۳ ص ۲۰۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ قناعت اختیار کرے اور خدا سے غنا طلب کرے۔ بندے سے امید نہ رکھے۔ کہ بندہ تو خود محتاج ہے۔

غنا کا تعلق کثرت اسباب سے نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ غنا کا تعلق کثرت اسباب سے نہیں۔ بلکہ غنا کا تعلق نفس کے غنا سے ہے۔

(ابن ماجہ ص ۳۰۴، بخاری و مسلم ج ۱ ص ۳۳۶، مشکوٰۃ ص ۴۴۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مال و اسباب کی فراوانی سے غنا کا تعلق نہیں کہ فراوانی کے باوجود حریص اور پریشان رہتا ہے۔ بلکہ استغناء دل کے ساتھ ہے کہ اس حالت میں تھوڑا مال بھی کافی معلوم ہوتا ہے۔

دوسروں کے پاس جو ہو اس سے مستغنی ہو جائے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ کوئی مختصر سی نصیحت فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب نماز پڑھو تو ایسی نماز پڑھو کہ گویا آخری نماز ہے۔ اور ایسی بات نہ کہو کہ کل تم کو اس سے معذرت کرنی پڑے۔ اور لوگوں کے پاس جو ہو اس سے بے پرواہ ہو جاؤ۔

(احمد، مشکوٰۃ ص ۴۴۶)

انسان کا پیٹ مال سے نہیں قبر کی مٹی سے بھرتا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا انسان کے لئے ایک میدان بھر مال ہو جائے تب بھی وہ چاہے گا کہ اسی طرح اور ہو جائے۔ اس کے نفس کو مٹی (قبر کی مٹی) ہی بھر سکتی ہے۔ اور اللہ پاک اس کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جو اس کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اہل دنیا کو کبھی مال سے سیرابی نہیں ہو سکتی۔ وہ ہمیشہ ہی ھَلْ مِنْ مَّزِیْد ہی کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ قناعت ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے حرص سے بچ سکتا ہے۔ کتنے اہل دنیا ایسے ہیں کہ باوجود کثیر المال ہونے کے مال کے سلسلے میں حیران و سرگرداں رہتے ہیں۔ مال تو باعث راحت تھا، مقصود نہیں تھا۔ مگر مال ہی مقصود ہو گیا اور اس پر جان جیسی قیمتی شئے قربان۔ معاملہ الٹ گیا۔ ایسوں کو نہ

دنیا میں راحت نہ آخرت میں۔ دنیا میں حصول مال میں تھکے پریشان۔ خدا کی پناہ۔

مرنے کے قریب مگر مال کی حرص میں کمی نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے۔ مگر دو چیزیں جوان رہتی ہیں۔ ایک حرص مال، ایک حرص عمر۔ (مسلم ج۱ ص۳۳۵)

فائدہ: یعنی بوڑھا ہو چکا ہے۔ موت کا وقت عمر طبعی اعتبار سے قریب ہو چکا ہے۔ نہ معلوم کب وقت آجائے۔ چاہئے کہ جو وقت مل رہا ہے آخرت کی تیاری ذکر عبادت میں لگائے۔ مگر مال کی زیادتی اور اس کی حرص میں پڑ کر آخرت سے غافل ہو رہا ہے۔ اسی طرح دنیا سے ایسی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت دن رہے گا۔

استغناء

جو لوگوں سے استغناء اختیار کرے گا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں سے استغناء اختیار کرے گا۔ خدا اسے غنی بنا دے گا۔ جو پاکدامنی اختیار کرے گا۔ خدا اسے عفت سے نوازے گا۔ جو کفایت طلب کرے گا خدا اس کے لئے کافی ہو جائے گا۔ اور جس نے سوال کیا۔ باوجودیکہ اس کے کہ پاس اوقیہ مال تھا اس نے الحاف (بلا ضرورت مخلوق سے لپٹنا) اختیار کیا (جو مذموم و قبیح ہے) (جامع صغیر ص۵۱۳)

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ ہمارا رسول پاک ﷺ سے کچھ وعدہ تھا۔ جب قریظہ فتح ہوا۔ تو میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ تاکہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا پورا کریں۔ تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا (جسے میں نے سنا) جو استغناء اختیار کرے گا۔ خدا اسے مستغنی کر دے گا۔ جو قناعت اختیار کرے گا اللہ پاک اس کے لئے کافی ہو جائے گا تو میں نے اپنے دل میں کہا۔ بالکل میں اب کسی سے سوال نہ کروں گا۔ (ترغیب ج۱ ص۵۸۵)

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ سے عفت چاہے گا خدا اسے عفت و پاکدامنی سے نوازے گا۔ جو اللہ سے غنا چاہے گا۔ (بندوں سے نہیں) خدا اسے غنی کر دے گا۔

لوگ محبت کرنے لگیں گے

حضرت سہل بن سعد ؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے پاس جو چیزیں (مال وجاہ، دنیا) ہیں۔ ان سے بے رغبتی (استغناء) اختیار کرلو۔ لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۴۲)

حضرت ابوایوب انصاری ؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا ہمیں نصیحت فرمایئے اور مختصر فرمایئے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو ایسی نماز پڑھو گویا تم آج ہی رخصت (فوت) ہورہے ہو۔ اور ایسی بات زبان سے مت نکالو کہ تم کو اس کی معذرت کرنی پڑے۔ اور لوگوں کے ہاتھ میں جو (مال وجاہ وغیرہ) ہو اس سے بے پرواہ ہوجاؤ۔ (ابن ماجہ ص ۳۰۷)

فائدہ: لوگوں سے ناامید و بے پرواہ ہو کر جو خدا سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ اور اسی کی جانب توجہ رکھتا ہے خدائے پاک اسے غنی کردیتا ہے اور غنا کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور لوگوں کے پاس دنیا مال جاہ وغیرہ جو ہے۔ اگر اس کا طالب اور امیدوار نہیں رہتا ہے۔ تو لوگوں کی نگاہوں میں محبوب ہوجاتا ہے۔ لوگوں کی فطرت ہے جو ان کی چیز چاہیں گے تو ان کا اعتقاد ختم ہوجائے گا اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور سمجھیں گے کہ یہ ہماری طرح دنیادار ہے۔

بلاگمان رزق

حضرت عمران بن حصین ؓ آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں جو شخص کلیۃً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجائے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کی ہر ضرورت کا تکفل فرماتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتے ہیں۔ جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص ہمہ تن دنیا کی طرف لگ جاتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو دنیا کے حوالے

کردیتے ہیں۔ (کہ تو جان اور تیرا کام یعنی محنت کر اور کھا)۔ جتنی مشقت اٹھائے گا اس کے مناسب ہم دیتے رہیں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ سب سے زیادہ قوی ہو تو وہ اللہ پر توکل کرے۔ اور جو یہ چاہے کہ سب سے زیادہ غنی ہو تو اس کو چاہئے کہ جو چیز اللہ کے پاس ہے اس پر اس سے زیادہ اعتماد رکھے۔ جتنا اس کے پاس کی چیز پر ہوتا ہے۔ حضرت وہب حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب بندہ مجھ پر بھروسہ کرلیتا ہے تو اگر آسمان زمین سب مل کر بھی اس کے ساتھ مکر کریں تو میں اس کے لئے راستہ نکال دوں گا۔ (فضائل صدقات ص ۱۸ا۷)

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے مستغنی رہو۔ اور سوال جتنا بھی کم ہو اتنا ہی اچھا۔ (فضائل صدقات ص ۱۸ا۷)

اسلام کے بلند پایہ پاکیزہ اخلاق وعادات میں سے یہ ہے کہ مخلوق سے جو خود محتاج در محتاج ہے اس سے مستغنی رہے اور اپنے خالق مالک حقیقی سے امیدیں وابستہ رکھے جو سراپا غنی حی قیوم ہے۔ اس سے خدا کے نزدیک بھی عزیز اور بندوں کے نزدیک بھی عزیز باوقار و محبوب ہوگا۔ اللہ پاک ہم سب کو اخلاق حمیدہ فاضلہ کا حامل بنائے۔

شرافت اور عزت کس میں ہے؟

حضرت سہل بن سعد ؓ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل ؑ نبی پاک ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے محمد! جس طرح چاہو زندہ رہو پھر مرنا ہے۔ چاہے جو عمل کرو اس کا بدلہ پانا ہے۔ جس سے چاہو دل لگاؤ اس کو چھوڑنا ہے۔ جان لو کہ مؤمن کی شرافت رات کے قیام (تہجد) میں ہے۔ اور اس کی عزت لوگوں سے مستغنی رہنے میں ہے۔ (ترغیب ج ۱ ص ۵۸۹)

فائدہ: ان روایتوں میں استغناء کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ استغناء کا مفہوم مخلوق سے بے پرواہ اور اس سے نفع کی امید نہ رکھ کر اللہ سے امید وابستہ کرنا ہے۔ لوگوں کے ہاتھ میں جو مال اور دنیا ہے اس سے صرف نظر کر کے اس سے بے پرواہ ہو جانا ہے۔ ان کی طرف دل اور دھیان نہیں لگانا ہے۔ اور نہ کسی طرح ان سے احتیاج ظاہر کرنا ہے۔ یہ مطلب ہے استغناء کا۔

اہل علم اور اہل زہد تقویٰ کو اس کا خاص اہتمام چاہئے۔ وہ دنیاداروں اور مالداروں سے استغناء برتیں۔ اپنا احتیاج ان پر ظاہر کر کے اپنی اور دین کی تذلیل نہ کریں۔ حدیث پاک کے پیش نظر جب یہ استغناء اختیار کریں گے تو ان کو خدا وقت آنے پر عزت سے نوازے گا اور وقار کے ساتھ فتوحات کا دروازہ کھلے گا۔ اور خدائے پاک لوگوں کے ذہنوں میں ڈالے گا کہ وہ ان کا خیال کریں۔ زمانہ شاہد ہے اہل خیر و تمول حضرات نے علماء ربانین کا ہر دور میں خیال کیا ہے۔ اور قیامت تک اہل خیر باقی رہیں گے اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

صبر

صبر کے متعلق قرآنی آیتیں

قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر صبر اور برداشت کی تاکید اور فضیلت آئی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾

"اللہ پاک صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ﴾

"صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے۔"

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ﴾

"جس نے صبر کیا اور معاف کیا۔"

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا﴾

"اے ایمان والو صبر کرو۔"

صبر کے معنی اپنے دل اور نفس کو طبیعت کے خلاف چیزوں پر جمائے رکھنا ہے۔ صبر کے تین مقامات ہیں۔"

(۱) **صبر علی الطاعات:** اللہ کے احکام اور اوامر کو حسن خوبی کے ساتھ ادا کرنا خواہ نفس پر کتنا ہی شاق اور مشکل کیوں نہ گذرے۔ جیسے صبح کے وقت اٹھنا اور وضو کرنا۔

۲ صبر عن المعاصی: گناہ جس سے خدا نے روکا ہے خواہ وہ کتنا ہی مرغوب اور لذیذ ہو اور نفس کو بھاتا ہو اس کو چھوڑ کر نفس کی مخالفت کی مشقت کو برداشت کرنا۔

۳ صبر علی المصائب: مصائب وحوادث پر صبر کرنا۔ نفس کو بے قابو نہ ہونے دینا اور نہ مصیبت پر اپنے کو یا خدا کی طرف خلاف ادب امور کی نسبت کرنا۔

ان تینوں میں سے ہر ایک پر ثواب ہے۔

صبر ایمان ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ایمان صبر اور درگذر کرنا ہے۔ (مکارم طبرانی صـ ۳۲۳)

ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا ایمان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ صبر اور درگزر کرنا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے صبر نصف ایمان ہے۔

(کنزالعمال جدید صـ ۱۷/۲، الشعب صـ ۱۲۳)

مل جل کر رہنے پر صبر کی فضیلت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں سے ملتا جلتا رہتا ہے اور ان کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرتا ہے وہ افضل ہے اس سے جو لوگوں سے ربط اور خلط نہیں رکھتا اور نہ ان کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرتا ہے۔

(مکارم صـ ۳۲۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ جوڑ اور ربط رکھتے ہوئے اور صحبت کے حقوق ادا کرتے ہوئے اصحاب ماحول سے جو نامناسب اور تکلیف دہ باتیں ہوجاتی ہیں

ان پر صبر کرتا ہے۔ تو یہ شخص ان گوشہ نشین اور منقطع لوگوں سے افضل ہے کہ جو اذیتوں پر صبر کی عظیم دولت سے محروم ہیں جس سے خدا کی معیت نصیب ہوتی ہے۔

صبر کا اصل وقت مصیبت سے متصل ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صبر تو مصیبت کے شروع وقت میں ہے۔ (بخاری ج ۱ صـ ۱۷۱، بیہقی ج ۷ صـ ۱۱۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اصل جو صبر کا وقت ہے وہ مصیبت و پریشانی کے بعد فوراً ہے اس وقت صبر کا ثواب ہے۔ جب بات پرانی ہوجاتی ہے تو ویسے اس کا خیال کم ہوجاتا ہے۔ اور اثر بھی کم ہوجاتا ہے۔

خلاف مزاج باتوں کو دیکھ کر بھڑکے نہ بلکہ صبر کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی خلاف مزاج معاملہ پیش آجائے تو صبر کرو۔ (الشعب صـ ۱۲۸)

فائدہ: بسا اوقات خلاف مزاج باتیں جس سے طبیعت کو تکلیف ہوتی ہے۔ آدمی بھڑک جاتا ہے۔ سخت باتیں کہہ دیتا ہے۔ سو یہ بہت بری بات ہے۔ بلکہ آدمی کو برداشت کرنا چاہئے۔ چنانچہ بعض آدمی کہتے ہیں۔ مجھے خلاف مزاج باتیں برداشت نہیں۔ سو یہ حلم اور صبر کے خلاف ہے۔

مصائب پر صبر

محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا اللہ پاک جب کسی جماعت، لوگ، فرد کو اپنی محبت سے نوازتے ہیں تو ان کو مصائب اور پریشانیوں میں

مبتلا کرتے ہیں پس جو صبر کرتا ہے۔ اس کے لئے صبر کی جزا ہے اور جو ہائے واویلا کرتا ہے اس کے لئے اس کی سزا ہے۔ (ص ۱۴۵)

مصائب انبیاء علیہم السلام اور اولیاءؒ کی سُنّت ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سب سے زائد مصائب و حوادث حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا جاتا ہے پھر اس کے بعد جو اس مرتبہ پر ہوتا ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۴۲، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۵، بیہقی ج ۷ ص ۱۴۲)

فائدہ: خیال رہے کہ مصائب اور پریشانیوں کا آنا گناہ یا ناراضگی خدا کی علامت نہیں۔ مصائب اور پریشانیوں کا آنا اور اس پر صبر کرنا اور اسے خوشی سے جھیلنا یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور صلحاء رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ جو جس قدر خدا کا مقرب ہوتا ہے اسی قدر اسے آزمایا جاتا ہے۔ اس لئے مصائب و حوادث سے ہرگز رنجیدہ خاطر نہ ہو اس کے ختم ہونے کی صبر کرتے ہوئے دعا کرتا رہے۔

خوش قسمت کون ہے؟

عمر بن ابی الحویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خوش قسمت وہ ہے جسے بقدر ضرورت رزق دیا گیا۔ اور اس پر صبر سے نوازا گیا۔ (الشعب ج ۷ ص ۱۲۵)

ماحول میں رہ کر صبر چالیس سال کی عبادت سے افضل

قیس بن اشعث سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کے ساتھ ان کی بستی میں رہتے ہوئے ایک ساعت کا صبر چالیس (۴۰) سال کی عبادت سے افضل ہے۔ ابو حاضر صحابی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے اپنے بعض اصحاب کو نہیں پایا۔ تو آپ ﷺ نے بھیج کر ان کو بلایا۔ (اس نے کسی غیر آباد علاقے میں عبادت شروع

کر دی تھی) اور فرمایا۔ تم کو اس پر کس نے آمادہ کیا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ ہڈیاں وبلا گئی ہیں۔ موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ پس میں نے سوچا تنہائی میں رہ کر کہیں عبادت کر لوں۔ آپ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا۔ خبردار سن لو مسلمانوں کے ماحول اور بستی میں رہ کر (یعنی ان سے خلط ملط کرتے ہوئے) عبادت کرنا تنہائی کی ساٹھ (۶۰) سال کی عبادت سے افضل ہے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا۔

فائدہ: لوگوں کے ماحول سے ہٹ کر جنگل بیابان غیر آباد علاقے میں خدا کی عبادت سے افضل ہے کہ آدمی ماحول میں رہ کر خلاف نفس باتوں اور معاملہ کو برداشت کرتے ہوئے عبادت کرے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا یہی طریقہ رہا اس کے خلاف رہبانیت اسلام کو پسند نہیں۔

حوادث و مصائب پر صبر کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اہل مصائب کے چہرے اس دن (قیامت کے دن) روشن ہوں گے جس دن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (طبرانی، کنز ص ۲۹۶)

مصیبت پر کیا سوچے؟

حضرت عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ میری مصیبت کو یاد کرے کہ وہ بڑی مصیبت تھی۔ (کنز ج ۳ ص ۳۰۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اپنی مصیبت پر آپ ﷺ کی اس مصیبت کو یاد کرے جو آپ ﷺ کو کفار مکہ نے تبلیغ توحید و اسلام کے سلسلہ میں پہنچائی۔ یہ سوچے کہ جب ہمارے آقا اور سردار اور مولیٰ کو ایسی ایسی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا جو خدا کے سب سے

برگزیدہ اور چہیتے تھے۔ تو ہمیں پہنچائی تو کوئی اہم بات نہیں۔ اس سے مصیبت کے رنج وغم کا احساس کم ہوگا۔

قیامت کے دن اہل صحت کی تمنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اہل عافیت وصحت اہل مصائب کے ثواب کو دیکھ کر تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ان کی کھال قینچی سے کاٹی جاتی۔ (ترمذی، کنزالعمال ج ۳ ص ۳۰۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب اہل مصیبت کو ثواب عظیم دیا جائے گا تو اسے دیکھ کر تمنا کریں گے کہ ہم کو دنیا میں ان لوگوں سے بھی سخت سخت مصیبتیں اور پریشانیاں دی جاتیں تو اچھا ہوتا تا کہ ہم آج زیادہ سے زیادہ ثواب پاتے۔

لہٰذا جو لوگ مصائب آلام میں گھرے رہتے ہیں وہ آخرت کے اس ثواب کا خیال کر کے تسلی حاصل کریں۔

بیماری پر صبر کا ثواب

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس مؤمن مرد یا مؤمن عورت کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تو خدائے پاک اس کی گذشتہ ایام کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔ (بزار، کنزالعمال ج ۳ ص ۳۰۶)

خدا جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب اللہ پاک کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے پریشانیوں میں ڈال دیتا ہے۔

(طبرانی، ابن حبان، کنزالعمال ج ۳ ص ۳۲۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مصائب کے ثواب عظیم کی وجہ سے خدائے پاک اپنے محبوب بندوں کو مصائب دیتے ہیں۔ متعدد روایتوں میں اپنے محبوب بندوں کو ابتلاو آزمائش میں ڈالنے کا ذکر ہے جس سے اس کی فضیلت معلوم ہوئی ہے۔

جب عمل میں کمی ہوتی ہے تو

حضرت حکم سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب اللہ پاک بندے کے عمل میں کوتاہی پاتے ہیں۔ تو اس کو رنج وغم میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ (تا کہ ثواب کی کمی دور ہو جائے) (مسند احمد، کنز ج ۳ ص ۳۲۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مصائب اور پریشانی آئے تو صبر کر کے اللہ سے تقرب اور ثواب عظیم حاصل کرے۔ پریشان اور افسوس نہ کرے۔ کہ اہل محبت کو آزمایا جاتا ہے اسی وجہ سے سب سے زیادہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو تکلیف اور آزمائش میں ڈالا جاتا ہے چنانچہ بخاری کی روایت ہے اَشَدُّ الْبَلَاءِ بَلَاءُ الْاَنْبِیَاءِ۔ (ج ۲ ص ۸۴۳)

صبر اور دعا مؤمن کا ہتھیار ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ صبر اور دعا مؤمن کا ہتھیار ہے۔ (کنزالعمال ج ۳ ص ۲۷۲)

صبر کا درجہ ایمان میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے موقوفاً مروی ہے کہ صبر کا درجہ ایمان میں ایسا ہی ہے جیسا کہ سر کا جسم میں۔ (یعنی مؤمن کو ضرور ابتلاو آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے اس کا ایمان کامل ہو جاتا ہے۔)

صبر اور اس کی صورتیں

محدث ابو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ صبر کی تین قسمیں ہیں۔ ① مصائب اور حوادث پر صبر۔ ② عبادات پر صبر۔ ③ معصیت اور گناہ سے بچنے میں صبر۔ (مختصرا کنز العمال ج ۳ ص ۲۷۳)

نابینائی پر صبر کا بدلہ جنّت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس بندے کی دو محبوب شئے یعنی آنکھ میں نے لے لی اور اس نے صبر کیا تو اس کے بدلہ میں جنت دوں گا۔ (بخاری، کنز العمال ج ۳ ص ۲۷۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جس کی میں دو محبوب (آنکھ) کو لے لوں اس نے ثواب کے لئے صبر کیا۔ تو اس کے لئے میں جنّت سے کم پر راضی نہ ہوں گا۔ یعنی جنت دوں گا۔ (کنز العمال ص ۲۷۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو دنیا میں نابینا ہو جائے گا اگر صالح ہو گا تو خدا اسے قیامت کے دن نور سے نوازے گا۔ (کنز ج ۳ ص ۲۷۶)

فائدہ: احادیث میں دونوں آنکھوں کی روشنی کی خواہ پیدائشی نہ ہو یا مرض سے چلی جائے بڑی فضیلت منقول ہے۔ اگر ضعف اور مرض سے روشنی چلی جائے اور علاج نہ کرا کر صبر کرے اور ثواب کی امید کرے تو یہ بہت فضیلت کی بات ہے۔ اس کا بدلہ حدیث قدسی میں جنت ہے۔

اولاد کے انتقال پر ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان کے تین

نابالغ بچے انتقال کر جائیں اللہ پاک ان کو اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

(بخاری، نسائی، کنز العمال)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے دو بچوں کا انتقال ہو جائے اس کی وجہ سے اس کے والدین کو جنت میں داخل کروں گا۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ کی اُمت میں سے جس کا کا ایک بچہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا ایک بچہ ہو اس کو بھی۔ (مختصرا مشکوٰۃ ص ۱۵۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس مؤمن بندے کا جس کا محبوب (بیوی یا بچہ) انتقال کر جائے اور وہ صبر کرے تو اس کا بدلہ جنت ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۱)

فائدہ: اس قسم کی بکثرت احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس کا ایک یا دو یا تین بچے یا اس کی بیوی وغیرہ جس سے اس کو محبت اور تعلق ہو انتقال کر جائے۔ اور وہ ہائے واویلا کے بجائے صبر کرے تو اس صبر کا بدلہ جنت ہے۔ لیکن اگر صبر کے بجائے ہائے واویلا کرے، شکایت کرے، تقدیر کو برا بھلا کہے تو یہ عظیم ثواب سے محروم ہو جاتا ہے اور گناہ اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔

شکر

شکر کے متعلّق خدائے پاک کا ارشاد

﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا ۭ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ﴾

"اے داؤد کی اولاد شکر ادا کیا کرو۔ میرے بندوں میں شکر گذار کم ہیں۔" (سبا)

﴿وَلَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ﴾

"اگر تم شکر کروگے تو میں اس میں (نعمتوں میں) اضافہ کروں گا اور اگر ناشکری کروگے تو میری گرفت سخت ہے۔"

شکر کے معنی اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراف کرے کی نعمت فلاں نے دی ہے پھر اس کو اسی کی طاعت اور مرضی کے مطابق استعمال کرے۔ (القرطبی ج ۱۴ ص ۲۶۴)

اس حکم کی تعمیل میں (جو حضرت داؤد علیہ السلام کو شکر کا دیا گیا تھا) حضرت داؤد اور سلیمان علیہم السلام اور ان کے خاندان نے قول وعمل دونوں سے اس طرح کی کہ ان کے گھر میں کوئی وقت ایسا نہ گذرتا تھا جس میں گھر کا کوئی فرد اللہ کی عبادت میں لگا نہ ہوا ہو۔ افراد خاندان پر اوقات تقسیم کردیئے گئے تھے۔ اس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کا مصلی کسی وقت نماز پڑھنے سے خالی نہ رہتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ شکر جس طرح زبان سے ہوتا ہے اسی طرح عمل سے بھی شکر ہوتا ہے۔ (معارف القرآن پارہ ۲۲ ص ۱۵۰)

محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شکر تقویٰ اور عمل صالح کا نام ہے (معارف) زبانی شکر کے ساتھ اس کے حکم کی اطاعت شکر ہے۔ (القرطبی)

خیال رہے شکر کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کی دی ہوئی نعمت جان مال کو اس کے حکم کے مطابق لگانا شکر اور اس کے خلاف مال کو دنیا ہی کے امور میں صرف کرنا راہ خدا میں نہ لگانا۔ اور اعضاء وجوارح کو اطاعت خداوندی کے علاوہ گناہ میں لگانا ناشکری ہے۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ خداوند کا شکر بندہ مکمل کسی حال میں نہیں کرسکتا۔

چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام پر جب یہ حکم شکر نازل ہوا۔ تو اللہ سے عرض کیا کہ اے مرے رب میں آپ کا شکر کس طرح ادا کرسکتا ہوں جب کہ میرا شکر زبان سے ہو یا عمل سے ہو وہ بھی آپ ہی کی عطاء کردہ ہے۔ اس پر بھی مستقل شکر ہے۔ کہ اس کی توفیق اور قدرت بھی نعمت ہے جس کا شکر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اب تم نے شکر ادا کیا اے داؤد۔"

چونکہ خدا اور اس کی نعمت کے شکر سے تم نے اپنے آپ کو عاجز اور کوتاہ پایا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۲۶۴)

حکیم ترمذیؒ اور امام جصاصؒ نے عطا ابن یسارؒ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ ممبر پر تشریف لائے۔ اس آیت کو تلاوت فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا تین کام ایسے ہیں جو شخص ان کو پورا کرے۔ تو جو فضیلت آل داؤد کو عطاء کی گئی تھی۔ وہ اس کو بھی مل جائے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا وہ تین کام کیا ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا رضا اور غضب کی حالتوں میں انصاف پر قائم رہنا۔ اور غنا اور فقر کی دونوں حالتوں میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا۔ اور خفیہ اور علانیہ دونوں حالتوں میں اللہ سے ڈرنا۔ (القرطبی ج ۱۴ ص ۲۶۴)

اس سے معلوم ہوا کہ شکر کا مطلب صرف زبان سے الحمد للہ یا شکر اللہ کہنا مراد

اور کافی نہیں بلکہ اس کا پورا مفہوم اعتراف نعمت خداوندی کے ساتھ اس کی اطاعت اور نافرمانی سے بچنا ہے۔

اسی وجہ سے مفسر قرطبی نے اُشْکُرُوْالِیْ وَلَاتَکْفُرُوْنِ کا مطلب لکھا ہے۔ تم میری اطاعت کرو۔ (ج ۲ ص ۱۷۶)

سورہ سبا کی تفسیر اعملوا آل داؤد میں لکھتے ہیں تظاهر القرآن و السنة ان الشكر بعمل الابدان دون الاقتصار على عمل اللسان قرآن اور حدیث پاک سے یہ ظاہر ہے کہ شکر عمل (اطاعت الٰہی) کا نام ہے صرف زبان کا عمل نہیں ہے۔

(ج ۱۴ ص ۲۶۳)

لوگوں کا شکریہ ادا کرنا

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا۔ اس نے اللہ کا شکر ادا نہ کیا۔ (ادب مفرد ص ۱۱۲، ابوداؤد)

حضرت اسامہ بن زید ؓ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ خدا کا شکر ادا کرنے والا وہ ہے جو لوگوں کا شکر ادا کرنے والا ہے۔ (بیہقی، کنز العمال جدید ص ۲۵۴)

فائدہ: یعنی جو لوگوں کے احسانات اور تبرعات پر شکر کرے گا وہ خدائے پاک کا بھی شکر کرے گا کہ اللہ پاک نے اس کی توفیق دی اور خدائے پاک نے اس کے واسطے سے نوازا۔

کسی کی بھلائی کا ذکر بھی گویا شکر ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی کے احسان کا تذکرہ کیا گویا اس نے شکر ادا کر دیا۔ (مجمع ج ۸ ص ۱۸۱)

حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی چیز سے نوازا

اور اس نے اسی کا تذکرہ کیا تو گویا کہ اس نے اس کا شکر ادا کر دیا۔ اور جس نے چھپایا گویا اس نے ناشکری کی۔ (ابوداؤد ص ۳۶۳)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نعمتوں کا ذکر خوب کیا کرو۔ کہ اس کا ذکر شکر ہے۔ (ابن ابی الدنیا ص ۳۳)

ابوسلیمان واسطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نعمتوں کا ذکر اللہ تعالیٰ کی محبت کا باعث ہے۔ (ابن ابی الدنیا ص ۱۷)

نعمان بن بشیر ؓ کی روایت ہے کہ خدا کی نعمتوں کا تذکرہ بھی شکر ہے۔

(کنز العمال جدید ج ۳ ص ۲۵۵)

نعمت شکر سے متعلّق ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نعمتیں شکر سے متعلق ہیں۔ اور شکر سے زیادتی نعمت کا تعلق ہے، شکر و نعمت دونوں ایک ہی رسی سے بندھے ہیں۔ جب بندے سے شکر ختم ہو جاتا ہے تو نعمت کی زیادتی کا سلسلہ بھی منقطع ہو جاتا ہے۔

(ابن ابی الدنیا ص ۱۸)

شکر برکت اور زیادتی کا باعث

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو شکر ادا کرنے کی توفیق ہوگئی وہ کبھی نعمتوں میں برکت اور زیادتی سے محروم نہ رہے گا۔ (ابن مردویہ، مظہری، معارف پارہ ۱۳ ص ۱۵۶)

فائدہ: شکر سے نعمت میں برکت اور زیادتی ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ شکر زیادتی نعمت کا باعث ہے۔ (ج ۱۰ ص ۳۵۲)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خدا بندوں کو نعمتوں سے نوازتا رہتا ہے۔ جب بندہ ناشکری کرتا ہے تو اسے نعمت کے بجائے عذاب و کلفت سے نواز دیتا ہے۔

(ابن ابی الدنیا ج ۳ ص ۱)

شکر ادا کرنے والے خدا کے مجلسی ہوں گے

ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کی مجلس کے اصحاب یہ لوگ ہوں گے جو کرم، سخاوت، حلم، رحمت، شفقت، شکر، بھلائی اور صبر کے حامل ہوں گے۔

(ابن ابی الدنیا ص ۱۸۲)

تین عظیم دولت کے حامل کون؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس آدمی میں یہ تین باتیں ہوں گی اللہ پاک اسے اپنی حفاظت میں رکھے گا۔ اپنی رحمت سے اس پر ستاری فرمائے گا۔ اور اسے اپنی محبت سے نوازے گا۔ ① نوازا جائے تو شکر کرے۔ ② قدرت پالے (انتقام پر) تو معاف کردے۔ ③ غصہ آجائے تو اسے ختم کردے (یعنی پی جائے) اس کے تقاضہ پر عمل نہ کرے۔ (ترغیب ص ۴۲۹)

دین دنیا کی بھلائی کون لے گیا؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کو چار چیزیں مل گئیں ان کو دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوگئی ① شکر گذار دل ②

ذاکر زبان ③ مصیبت پر صابر بدن ④ ایسی بیوی جو نفس اور مال کی خیانت سے محفوظ ہو۔ (ابن ابی الدنیا ج ۳ ص ۲۲)

شکر کی توفیق بھلائی کا ارادہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس کے ساتھ خدا بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو عمر میں زیادتی اور شکر کی توفیق سے اسے نوازتے ہیں۔

(کنز العمال ج ۳ ص ۲۵۴)

خدا کا شکر گذار بندہ کون ہے؟

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کا شکر گذار بندہ وہ ہے جو لوگوں کا شکر ادا کرنے والا ہو۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۸۱)

فائدہ: جو بندوں کا شکر ادا کرتا ہے۔ اس کی نوازشوں کا ذکر اور اس کی قدر کرتا ہے وہ خدا کا بھی شکر ادا کرے گا۔ گویا یہ ایک علامت اور معیار ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کو شکر گذار بندہ اس لئے کہا گیا۔ کہ جو بھی کام کرتے تھے۔ چھوٹا ہو یا بڑا بسم اللہ اور الحمد للہ کہا کرتے تھے۔ کچھ کھاتے پیتے یا کپڑا پہنتے تو اللہ کی تعریف بیان کرکے اللہ کا شکر ادا کرتے اس لئے اللہ نے ان کو شکورًا کے لقب سے نوازا۔ (مظہری ج ۵ ص ۴۰۳)

نعمت پر الحمد للہ کہنا شکر ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس بندے کو خدائے پاک نے کسی نعمت سے نوازا۔ اس نے اس پر الحمد للہ کہا تو اس نے اس کا شکر ادا کردیا۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۲۵۳)

فائدہ: کسی بھی نعمت کے حصول پر الحمد للہ کہنے کی عادت بنالے۔ خود بھی عادت ڈالے۔ اہل وعیال کو بھی اس کی تاکید کرے۔ اس سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور نعمتیں زوال سے محفوظ رہتی ہیں۔ شکر خواہ کیسی ہی نعمت ہو زوال سے حفاظت کا نسخہ کیمیا ہے۔

زوالِ نعمت سے حفاظت کیسے ہو؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نعمت پر خدا کی تعریف اس کے زوال سے امان ہے۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۲۵۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کوئی نعمت حاصل ہو تو اسے اپنا کمال نہ سمجھے۔ اپنی طرف نسبت نہ کرے۔ کہ میں نے اسے اس طرح حاصل کیا ہے۔ بلکہ خدا کی جانب اور اس کے فضل سے سمجھے اسی کی طرف نسبت کرے۔ کہ خدا کے فضل سے یہ ہوا۔ شکر ہے خدا کا کہ اس نے نوازا۔ اس نے کرم کیا۔ اسی کے فضل وکرم رحم سے ملا۔ ورنہ میں گنہگار اس لائق کہاں۔ تو اس کی برکت سے زوال اور مصیبت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

معمولی چیز کا بھی شکر ادا کیا جائے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو تھوڑے کا شکر ادا نہیں کرتا تو وہ زیادہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ (مختصر امجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۲)

مطلب یہ ہے کہ خدا کی ہر نعمت جو ہماری نگاہ میں معمولی نظر آرہی ہے۔ وہ بھی اپنی جگہ بہت اہم ہے۔ اس لئے معمولی نعمتوں کا بھی شکر کرے۔ شکایت اور حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ کہ اگر بالکل محروم کردیا جاتا تو پھر کیا حال ہوتا۔ جو تھوڑے پر شکر کرے گا۔ زائد پر بھی شکر کرے گا۔ اور تھوڑے پر شکر کرنا زیادتی نعمت کا باعث

ہے۔ لہٰذا وہ زائد پر بھی شکر کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ گویا کہ تھوڑے پر شکر زیادتی کا باعث ہے۔

شکر نصف ایمان ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ صبر ہے۔ دوسرا شکر ہے۔ (بیہقی، اتحاف السادہ ج ۹ ص ۴۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ صبر اور شکر اسلام کے عظیم ترین اعمال میں سے ہے۔ کہ جس میں یہ وصف نہیں گویا وہ ایمان سے عاری ہے۔

شکر کی توفیق کیسے ہوگی؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی خدا کی نعمت کی قدر (شکر) ادا کرنا چاہے تو اپنے سے کمزور کو دیکھے۔ اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھے۔ (ابن ابی الدنیا ج ۳ ص ۳۸)

فائدہ: اپنے سے کمزور پر نگاہیں رہیں گی تو شکر کی توفیق ہوگی۔ اپنے سے اوپر پر نگاہ رہے گی تو ناشکری اور شکایت کا ذہن پیدا ہوگا۔ اسی لئے متعدد احادیث میں اس کی تاکید کی گئی ہے۔

توفیق شکر کی دعائیں

حضرت سلیمان ؑ نے یہ دعا مانگی جسے خدائے پاک نے اپنے کلام میں ذکر کیا ہے:

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ﴾

"اے اللہ مجھے توفیق دیجئے کہ آپ کی نعمتوں کا شکر کروں جو مجھ پر کی ہیں۔ اور میرے والدین پر کی ہیں اور یہ کہ عمل صالح کی توفیق دے جس سے آپ راضی ہوجائیں اور اپنی رحمت سے صالح بندوں میں شامل فرمالیجئے۔"

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے اس دعا کی تعلیم اور تاکید فرمائی کہ ہر نماز کے بعد اسے ضرور پڑھنا:

﴿اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ﴾

"اے اللہ میری اعانت فرما کہ میں آپ کا ذکر شکر اور اچھی عبادت کروں۔" (حاکم ج۱ ص۳۷۲، ابوداؤد ص۲۱۳، ابن سنی ص۱۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کی یہ دعا منقول ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعْظِمُ شُکْرَكَ وَاُکْثِرُ ذِکْرَكَ وَاَتَّبِعُ نَصِیْحَتَكَ وَاَحْفَظُ وَصِیَّتَكَ﴾

"اے اللہ ایسا بنادیجئے کہ آپ کا خوب شکر کروں خوب ذکر کروں تیرے فرمان کی اتباع کروں تیرے حکم کو یاد رکھوں۔" (جامع صغیر ج۱ ص۹۴، ترمذی)

حضرت   سے روایت ہے کہ آپ کی دعاؤں میں سے یہ دعا بھی ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا شَاکِرِیْنَ نِعْمَتَكَ مُثْنِیْنَ بِهَا قَابِلِیْهَا وَ اَتِمَّهَا عَلَیْنَا﴾

"اے اللہ ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا اور ان کی تعریف کرنے والا اور انہیں قبول کرنے والا بنادیجئے اور اپنی نعمتیں ہم پر پوری فرمادیجئے۔"

(ابن ابی شیبہ)

سادگی

سادگی ایمان کی علامت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے دنیا کا تذکرہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ارے تم کیوں نہیں سنتے۔ سادگی ایمان کی علامت ہے۔ سادگی ایمان کی علامت ہے۔ (ترغیب ص۱۰۸، ابوداؤد ص۵۷۳، ابن ماجہ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا سادگی ایمان کی علامت ہے۔ (مسند احمد، حاکم، کنزالعمال)

سادگی پسند بندہ خدا کو محبوب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک سادگی پسند بندہ کو محبوب رکھتا ہے۔ جسے یہ بھی پرواہ نہیں کہ اس نے کیا پہنا ہے۔

(بیہقی، کنزالعمال ج۳ ص۸۷)

فائدہ: خدا کو سادگی اور سادہ بندہ بہت پسند ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے ہی ہوئے ہیں اور رہے ہیں۔ سادگی کا مطلب ظاہر ہے۔ خوش عیش، خوش پوشاک نہ ہونا۔ نہ تو خوشنما عمدہ کپڑے کا اہتمام ہو نہ عمدہ قیمتی کھانوں کا ذہن ہو۔ نہ خوشنما شاندار بہترین مکان ہو۔ نہ موٹرکار پر سواری کا التزام و خواہش طلب ہو۔ نہ زندگی رہن سہن میں مال کی فراوانی کا اثر ہو۔ یعنی متوسط یا غریب طبقہ کا مؤمن ہو۔ کھانا بھی موٹا کپڑا بھی موٹا رہنا سہنا بھی۔ شادی بیاہ بھی غرض کہ زندگی

کے تمام پہلو میں سادگی۔

اگرچہ آج کے اس دور میں ایسا آدمی عزت ووقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا ہے مگر اپنے مالک و مولیٰ کی نگاہ میں تو محبوب و پسندیدہ ہے۔ آخرت میں تو بازی لے جانے والا ہے۔ بندۂ خدا کے لئے یہی کافی ہے۔ دنیا کی عزت ووقعت کا کیا اعتبار۔ دنیا تو خوب لحیم شحیم موٹے جسم اور خوش نما پوشاک والے کو عالم اور بزرگ سمجھتی ہے۔ ایسوں کا کیا اعتبار۔

کون قابل رشک ہے؟

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ قابل رشک میرے نزدیک وہ مؤمن ہے جو مال کے اعتبار سے تو کم ہو۔ نماز (عبادت) کے اعتبار سے خوب ہو۔ لوگوں میں گمنام ہو۔ اس کی کوئی حیثیت و پرواہ نہ ہو۔ اس کا رزق بھی بقدر ضرورت ہو۔ اسی پر وہ صابر ہو۔ (زائد پر حریص وطالب نہ ہو) موت بھی جلد آجائے (طویل العمر نہ ہو) وراثت کا مال بھی کم ہو۔ اس پر رونے والے بھی کم ہوں۔ (ابن ماجہ ص ۳۰۳، ترمذی)

فائدہ: دیکھئے اس حدیث پاک پر غور کیجئے۔ ولایت اور تقرب کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ شریعت کا پابند۔ نہ جاہ نہ مال کا مالک۔ لوگوں میں گمنام۔ تعلقات اور روابط بھی کم۔ تبھی تو رونے والے کم ہوں گے۔ اس دور میں گو ایسے لوگوں کی وقعت نہیں۔ مگر خالق کائنات کی نگاہ میں تو قابل اکرام ہے۔ دنیا والے نہ جانیں نہ ربط ہو تو اچھا ہے۔ ذکر عبادت کا زیادہ وقت ملتا ہے۔

شاہان جنت کون؟

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ میں تم کو

شاہان جنت کی خبر نہ دے دوں۔ میں نے کہاں ہاں، فرمایا کمزور جسے کمزور سمجھا جاتا ہو۔ دو پرانے کپڑے ہو۔ اس کی کوئی حیثیت و پرواہ نہ ہو۔ اگر خدا پر قسم کھالے تو وہ اسے پورا کردے۔ (ابن ماجہ ص ۳۰۳)

اہل جنت کون؟

حضرت حارثہ ابن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دے دوں۔ وہ ہے جو کمزور ہو اسے کمزور سمجھا جاتا ہو۔

(بخاری ج ۲ ص ۷۳۱، ج ۲ ص ۸۹۷، ابن ماجہ ص ۳۰۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک کوئی مرتبہ ومقام نہ ہو۔

خیال رہے کہ لوگوں کے نزدیک مال اور جاہ سے مرتبہ ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں سے خالی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ نہ اسے پوچھتے ہوں نہ اس کے پاس آمد ورفت اور نہ اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے کو اچھی اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں۔ مگر اللہ کے نزدیک ذکر عبادت زہد تقویٰ کی وجہ سے مقرب بندوں میں سے ہو۔ دنیا میں دنیاوی اعتبار سے ہر معاملہ میں بڑھ چڑھ کر رہنا اہل جنت کی علامت نہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو مال اور جاہ سے یا ربط و تعلق سے لوگوں کے نزدیک وقیع اور باعزت ہونا چاہتے ہیں وہ ان احادیث سے سبق حاصل کریں۔

خوش عیشی تنعم پسندیدہ نہیں

عبداللہ بن بریدہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی رسول فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ جو مصر میں تھے تشریف لے گئے...... کسی نے ان سے (باوجودیکہ مصر جیسی سلطنت کے گورنر تھے سادگی دیکھ کر حیرت سے) پوچھا۔ کیا بات ہے میں آپ کو سادہ پراگندہ حال میں دیکھ رہا ہوں آپ تو مصر کے حاکم ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے رسول

پاک ﷺ نے زیادہ تنعم اور خوش عیشی سے منع فرمایا ہے۔ پھر انہوں نے کہا میں آپ کا جوتا بھی نہیں دیکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا مجھے آپ ﷺ نے حکم دیا کہ کبھی ننگے پیر بھی چلوں۔ (ابوداؤد ص۵۷۳)

فائدہ: حدیث پاک میں ارفاہ کا لفظ ہے جسے خوش عیشی اور تنعم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کھانے پینے رہنے سہنے کے امور میں خوب وسعت اختیار کرے۔ کھانا بھی عمدہ سے عمدہ۔ کپڑے بھی عمدہ عمدہ۔ مکان بھی قابل دید۔ سواری بھی عمدہ، آج کل کے اس دور میں کار "ماروتی"۔ یہ چیزیں گو شرعاً جائز ہیں مگر پسندیدہ اور محبوب نہیں۔ (حاشیہ ابوداؤد ص۵۷۳)

دنیا کی یہ خوشی خدا سے غفلت۔ آخرت سے بے پرواہی، عجب، کبر، قلب کی شقاوت ذکر و عبادت کی قلت گھریلو ماحول میں آزادی اور بددینی پیدا کر دیتی ہے۔ چونکہ طبعاً نفس ان چیزوں کی جانب مائل اور راغب ہوتا ہے۔ جس کے باعث کشش اور حرص میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں خدا اور آخرت سے غافل رہتا ہے۔

اسی وجہ سے عیش و تنعم اور مالداروں کی سی زندگی گذارنے سے روکا گیا ہے۔ اور مال رہتے ہوئے یا بلا مال کے بہر صورت سادہ متواضعانہ زندگی گذارنے کی تاکید اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ تاکہ یہ عیش و تنعم آخرت کی ابدی راحت سے محروم نہ کر دے۔

تواضع اور خاکساری

تواضع سے مرتبہ بلند ہوتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ اللہ پاک معافی سے بندے کی عزت بڑھاتے ہیں۔ کوئی تواضع نہیں کرتا مگر اللہ اس کے مرتبے کو بلند کرتا ہے۔ (مسلم، ترمذی ج۲ ص۲۳، ترغیب ص۵۶۱)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ منبر پر فرمایا کرتے تھے۔ اے لوگو۔ تواضع اختیار کرو۔ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا ہے کہ جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے۔ خدا اسے بلند کرتا ہے۔ (ترغیب ج۳ ص۵۶۰)

فائدہ: خیال رہے کہ خلوص اور اللہ کے واسطے تواضع کرنے سے خدا اور بندوں کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ اور اہل شرف کی نگاہوں میں یہ وقعت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ ہاں دنیا دار اور کمینوں کے نزدیک عزت کی نگاہ سے نہ دیکھے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

تواضع سے علیین کا درجہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو ایک درجہ تواضع کرتا ہے جو خدائے پاک اس کے مرتبے کو ایک درجہ بڑھا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے اعلیٰ علیین میں پہنچا دیتا ہے۔ (ابن ماجہ ص۳۰۸، ترغیب ج۳ ص۵۶۰)

تواضع کا حکم ہے

حضرت عیاض ابن حماد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک نے مجھے وحی بھیجی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو۔ کہ ایک دوسرے پر بڑائی مت ظاہر کرو۔ نہ ایک دوسرے پر کوئی بڑھ چڑھ کر معاملہ کرے۔ (ابن ماجہ ص ۳۰۸، ابوداؤد ص ۷ ج ۳، تواضع)

متواضعین کو بشارت

حضرت رکب مصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اسے خوشخبری ہے جو بلا کسی کوتاہی و جرم کے تواضع اختیار کرے۔ اور بغیر غربت و مسکنت کے اپنے نفس کو خاکساری کے ساتھ رکھے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ گناہ پر یا کسی جرم پر تواضع قابل تعریف نہیں ہے۔ وہ سزا سے بچنے اور معافی کے لئے ایسا کرے گا ہی۔ اور اسی طرح غریب کنگال فقیر خاکساری برتے یا سوال کے لئے خاکساری برتے تو یہ باعث اجر نہیں کہ یہ تو مفاد اور غرض کی وجہ سے ہے۔ باعث فضیلت وہ ہے جو اللہ کے لئے ہو۔ (ترغیب ص ۸۵۸)

خدا کو کون بندہ پسند ہے؟

آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ اے عائشہ تواضع اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ تواضع کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۱۱۳)

جو تواضع کی وجہ سے عمدہ لباس چھوڑ دے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو اللہ کے لئے (تواضعاً) زینت چھوڑ دے۔ "خوشنما کپڑے نہ پہنے (اس کے بجائے سادہ

پہنے) تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت کا خوشنما لباس پہنائے۔" (کنز العمال ج ۳ ص ۱۱۷)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص عمدہ لباس خدا کے لئے تواضعاً چھوڑ دے۔ باوجودیکہ اسے حیثیت ہے۔ تو قیامت کے دن اسے تمام مخلوق کے سامنے بلایا جائے گا اور اسے اختیار دیا جائے گا کہ وہ ایمان کے جس جوڑے کو چاہے اختیار کرے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس نے باوجود قدرت کے عمدہ اور خوبصورت لباس (تواضعاً) چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ اسے اکرام اور اعزاز کا لباس پہنائے گا۔ (ترغیب ج ۳ ص ۱۰۷)

فائدہ: تواضعاً خوشنما لباس کے ترک پر فضیلت ہے۔ وہ امراء جو خوشنما لباس میں اپنا وقار فخر سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے باعث توجہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر امر میں تواضع محبوب ہے۔

تواضع کی علامت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ تین امور تواضع کی بنیاد ہیں۔ ① ملاقات ہونے والوں سے اولاً سلام کرے۔ ② مجلس میں اعلیٰ مقام کے علاوہ پر بیٹھنے میں راضی ہو جائے۔ ③ ریا اور شہرت سے دور بھاگے۔ (کنز العمال ص ۱۰۷)

فائدہ: اس میں تواضع کی بنیادی علامتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ جس سے حقیقت میں متواضع اور غیر متواضع کے درمیان امتیاز ظاہر ہو جاتا ہے۔

تواضع حکمت و سمجھداری کا باعث ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہر آدمی کے سر میں دانائی ہے۔ جو ایک فرشتہ کے قبضہ میں ہے۔ پس بندہ جب تواضع

اختیار کرتا ہے تو فرشتہ سے کہا جاتا ہے اسے حکمت ودانائی سے نوازو۔ اور جب تکبر کرتا ہے تو فرشتہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کی حکمت ودانائی اس سے چھین لو۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ تواضع کی وجہ سے اس سے دانائی اور فہم کے افعال سرزد ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کا خوف اور بندوں کی رعایت کرتے ہوئے کام کرتا ہے۔ اور جب بندہ تکبر کرتا ہے تو اس سے ناسمجھداری کے امور ادا ہوتے ہیں اس لئے کہ اس صورت میں نہ تو وہ خدا سے ڈرتا ہے اور نہ بندوں کی رعایت کرتا ہے۔

تواضع کی وجہ سے بلند مرتبہ کس طرح؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہر آدمی سے دو زنجیریں متعلق ہیں۔ ایک زنجیر کا تعلق آسمان سے ہے۔ جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ اسے زنجیر کے ذریعہ سے آسمان کی جانب کھینچ لیتے ہیں۔ اگر تکبر کرتا ہے تو زمین والی زنجیر سے کھینچ کر اسے زمین یعنی (نیچے) پہنچادیتے ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۳)

فائدہ: یہ ایک مثال ہے یعنی تواضع کے ذریعہ سے اسے آسمان پر یعنی بلند درجہ پر پہنچادیتے ہیں اور تکبر سے تحت الثریٰ نچلے مرتبے میں پہنچادیتے ہیں۔

تواضع اور خاکساری کا مفہوم

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾

"خدا کے خاص بندوں کا وصف۔ زمین پر تواضع وانکساری کے ساتھ چلنا ہے یعنی سینہ تان کر متکبرانہ چال سے دور رہتے ہیں۔"

تواضع اور خاکساری کا منشا یہ ہے کہ انسان میں کبر وغرور پیدا نہ ہو۔ ہر شخص دوسرے

کی عزت کرے۔ اور اپنی کمی، کمزوری، کوتاہی کا اعتراف رہے۔ اس بات کا دھیان رہے کہ اپنے میں کمی دوسروں میں تواضع اور خاکساری کے بہت سے مظہر ہیں۔ قرآن پاک نے ان میں بعض اہم نمایاں مظاہر کو بعض موقعوں پر ذکر کیا ہے۔ نصائح لقمانی میں ہے:

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا۔ الخ﴾

اس آیت مبارکہ میں تواضع وانکساری کے بعض موقعوں کا ذکر کیا ہے۔ ① یہ کہ بات کرنے میں لوگوں سے بے رخی نہ اختیار کی جائے۔ ② زمین پر اکڑ کر نہ چلا جائے۔ چال ڈھال میں غرور کا شائبہ نہ ہو۔ آواز میں سختی اور تیزی نہ ہو کہ کبر اور غرور ٹپکے۔

غرض کہ زندگی کے تمام امور میں آدمی سے تواضع اور مسکنت کا ظہور ہو۔ یہی خدا کے برگزیدہ بندوں کی نشانی ہے۔

شرم و حیاء

حیاء ایمان کی شاخ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں۔ افضل ترین لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ادنیٰ درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا ہے۔ اور حیاء ایمان کی شاخ ہے۔

(بخاری، مسلم، ترغیب ص ۳۹۸)

حیاء ایمان میں سے ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حیاء اور قلت کلام ایمان میں سے ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱، ترغیب ص ۳۹۸)

حیاء دین ہے

حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ ہم لوگ نبی پاک ﷺ کے پاس تھے حیاء کا ذکر ہوا۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول کیا حیاء دین ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ پورا دین ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ حیاء پاک دامنی، قلت گویائی.... ایمان سے ہے۔ (مختصر اتحاف ج ۶ ص ۲۳۵)

حیاء ہر چیز میں باعث زینت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا فحاشی ہر ایک کو عیب دار

کر دیتی ہے۔ حیاء ہر چیز کو مزین اچھا کر دیتی ہے۔ (ابن ماجہ ص ۳۰۸، ترمذی)

حیاء اور ایمان ایک دوسرے کے ساتھ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ حیاء اور ایمان دونوں ساتھ ہیں۔ جب ایک جائے گا۔ تو دوسرا بھی رخصت ہو جائے گا۔

(شعب الایمان ج ۶ ص ۱۴۰، حاکم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حیاء کی وجہ سے ایمان کے اعمال پر انسان پابند رہتا ہے۔ اور گناہوں سے بچتا رہتا ہے۔ اور جب حیاء چلی جاتی ہے۔ تو ایمان کے تقاضے گناہوں سے بچنا موقوف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فواحش کا صدور آج حیاء و شرم نہ ہونے کی وجہ سے عام ہے۔ عورتوں سے متعلق جو گناہ آج بازاروں شہروں میں عام ہے۔ اس کی بنیاد بے حیائی ہے۔ آج ٹی وی کے پردوں پر ریلیز ہونے والی فواحش کی باتیں۔ ساس بہو، بیٹی ماں، بھائی بہنیں سب یکجا ہو کر دیکھتی ہیں۔ اور ان کو ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا۔ ایسا کیوں۔ حیاء کے اٹھ جانے کی وجہ سے۔

بے حیاء بے ایمان

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے چچا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حیاء ایمان کی شاخ ہے۔ جس میں حیاء نہیں اس میں ایمان نہیں۔ (ابو الشیخ، ترغیب ج ۳ ص ۳۹۸)

فائدہ: بے حیائی کی وجہ سے بے ایمانی۔ یعنی فسق و فجور کی باتیں صادر ہونے لگتی ہیں۔ حیاء ان کے حجاب اور روک ہے۔ کیا نہیں دیکھتے عورتیں حیاء کی وجہ سے گناہ سے محفوظ رہتی ہیں۔ اور بے حیائی کی وجہ سے بازاری بن جاتی ہیں۔

دو خصلتیں خدا کو پسند

حضرت اشج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول پاک ﷺ نے فرمایا تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو خدا کو پسند ہیں۔ بردباری اور حیاء۔ میں نے کہا پہلے سے تھیں یا اب ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں پہلے سے تھیں۔

(ابن ماجہ، زہد ص۳۰۸، مکارم خرائطی ص۲۹۹)

جب خدا ہلاک کرنا چاہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ خداوند قدوس جب کسی بندے کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس بندے سے حیاء کھینچ لیتا ہے۔

(مختصر الترغیب ص۲۰۰)

حیاء ایمان اور ایمان جنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حیاء ایمان میں سے ہے۔ اور ایمان جنت ہے۔ (یعنی باعث جنت ہے) (ترمذی ج۲ ص۲۱)

حیاء جنّت سے قریب جہنّم سے دور کرنے والی

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ حیاء اور قلت گویائی ایمان سے ہے۔ اور یہ دونوں جنت سے قریب کرنے والے اور جہنم سے دور کرنے والے ہیں۔ (ترغیب ج۳ ص۳۹۸)

ایمان کی زینت حیاء ہے

وہب بن منبہ سے منقول ہے۔ ایمان بالکل خالی ہے۔ تقویٰ اس کا لباس ہے۔ شرم وحیاء اس کی زینت ہے۔ تفقہ اس کا مال ہے۔ (مکارم الخرائطی ص۲۸۸)

حیاء بھلائی ہی بھلائی ہے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ حیاء تمام کا تمام خیر ہے۔ (ابوداؤد ص۶۶۱، بیہقی فی الشعب ج۶ ص۱۳۲، ابن ابی الدنیا ص۷۹)

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ حیاء خیر کے علاوہ کچھ نہیں لاتا۔ حضرت بشیر نے کہا کہ حیاء وقار اور سکینہ کا باعث ہے۔ (بخاری ص۹۰۳، ابوداؤد ص۶۶۱)

حیاء کی کمی کفر ہے

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے (مرسلاً) مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حیاء کی کمی کفر (کا باعث) ہے۔ اسی طرح عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے کہ جو حیاء نہیں کرتا وہ کافر ہے۔ (مکارم ص۹۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بے حیائی کی وجہ سے ایسے گناہ صادر ہوتے ہیں۔ جن سے انسان کفر کے قریب ہو جاتا ہے۔ چونکہ بے حیائی سے فواحش اور معصیت کا بلا دریغ صدور ہوتا ہے۔ اور یہ کفر کا سبب ہوتے ہیں۔ یا یہ کہ بے حیائی کافر کا کام ہے۔

حیاء اسلام کے عمدہ اخلاق میں سے ہے

حضرت طلحہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر مذہب کے عمدہ اخلاق وعادات ہیں۔ اسلام میں حیاء عمدہ اخلاق وعادات میں سے ہے۔

(مکارم خرائطی ص۲۸، مطالب عالیہ ج۲ ص۴۰۸)

شرم وحیاء پہلے اٹھائی جائے گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ سب سے پہلی چیز جو

اُمت سے اٹھائی جائے گی وہ حیاء اور ایمان ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے دونوں کا سوال کرو۔ (مطالب عالیہ ج ۳ ص ۴۰۸)

فائدہ: آج عورتوں کی بے پردگی اور ٹی وی نے یہ پیشگوئی پوری کردی۔ حیاء کے اٹھ جانے کی وجہ سے فحاشی کا صدور عام ہوگیا ہے۔ عورتیں مردوں کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سڑکوں پر نظر آنے لگی ہیں۔ والدین کے سامنے اجنبی مردوں سے بے محابہ خلط کرتی ہیں۔ اجنبی لڑکوں کے ساتھ ان کے سامنے سیر و تفریح کے لئے نکل جاتی ہیں۔ زنا کی اشاری باتیں ٹی وی کے پردوں پر سب اکٹھے بیٹھے دیکھتے ہیں، مزے سے تالی بجا کر حیاء و شرافت کا جنازہ نکالتے ہیں۔ یہ حیاء اٹھنے کی علامت نہیں تو اور کیا ہے۔

حیاء نہیں تو جنّت نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس میں حیاء نہیں اس میں دین نہیں۔ جس میں حیاء نہیں وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(مکارم ابن ابی الدنیا ص ۸۶)

فائدہ: چونکہ حیاء نہ ہونے کی وجہ سے فواحش سے نہ بچ سکے گا اور فواحش اور گناہ سے نہ بچنا جہنم کا سبب ہے۔

حیاء کی کمی دل کی موت

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس میں حیاء کم ہوگی تقویٰ کم ہوگا۔ جس میں تقویٰ کم ہوگا اس کا دل مردہ ہوگا۔ (اتحاف السادہ ج ۷ ص ۳۵۵)

فائدہ: جب قلب مردہ ہوجائے گا۔ تو برائی اور اچھائی کا امتیاز جاتا رہے گا۔ بے

شرمی بے حیائی کی باتوں سے اس پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

خدا سے شرماؤ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور نصیحت چاہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں تم کو تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں۔ اور یہ کہ اللہ سے تم اسی طرح شرماؤ جس طرح اپنی قوم کے کسی نیک آدمی سے۔

(بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۱۴۶)

فائدہ: جس طرح آدمی قوم کے سامنے نامناسب باتوں سے اکثر اتالحاظاً ادباً اجتناب کرتا ہے اسی طرح ہر جگہ۔ ہر وقت خدائے پاک جس کی جلالت شان اور وقار کی انتہا نہیں۔ تمہارے سامنے حاضر ہے۔ اس کے سامنے گناہ سے دریغ کرو۔

مکارم اخلاق کی اصل حیاء ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ مکارم اخلاق دس ہیں۔ ان میں اصل حیاء ہے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۵ ص ۱۳۸)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی عادات

عبداللہ خطمی اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا پانچ باتیں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی عادات میں سے ہیں۔ ① حیاء ② بردباری ③ پچھنے لگانا ④ مسواک ⑤ عطر۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۱۳۷)

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی عادات میں سے حیا، نکاح، اور خوشبو کا استعمال ہے۔ (مکارم خرائطی ص ۳۰۲)

جب حیاء نہیں تو جو چاہے کرے

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پچھلے انبیاء کرام علیہم السلام کے نصائح میں سے ہے۔ جب تم میں سے شرم و حیاء نکل جائے تو جو چاہے گناہ فواحش کرو۔ (بخاری ص۹۰۲، بیہقی فی الشعب ج۶ ص۱۴۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب تم میں شرم و حیاء نہ ہوگی تو قبیح و برے کاموں کو کرنے میں تمہیں رکاوٹ اور لحاظ نہ ہوگا۔ اور نہ تم فواحش کے صدور سے بچ سکو گے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ آج ٹی وی کے پردے پر ماں بیٹے بھائی بہن بے حیائی کے امور دیکھتے رہتے ہیں اور شرم محسوس نہیں کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں بہن بھائی بیٹی ماں باپ کے سامنے اجانب مردوں سے بے حیائی کی باتیں کرتی ہے۔ اور ذرہ برابر لحاظ نہیں گذرتا۔ آج اُمّت میں بے حیائی، ٹی وی اور بے پردگی کی وجہ سے بہت زیادہ رائج ہوگئی ہے۔ اس میں ٹی وی کو جو جہنّم کا میٹھا اژدھا ہے، بہت زیادہ دخل ہے۔

جس زمانہ میں حیاء اٹھ جائے اس سے پناہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ لَا يُدْرِكُنِيْ اَوْلَا اُدْرِكُ زَمَانَ قَوْمٍ لَا يَتَّبِعُوْنَ الْعَلِيْمَ وَلَا يَسْتَحْيُوْنَ مِنَ الْحَلِيْمِ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الْاَعَاجِمِ وَاَلْسِنَتُهُمْ اَلْسِنَةُ الْعَرَبِ﴾

"اے اللہ ان لوگوں کا زمانہ مجھے نہ ملے جس میں عالم کی اتباع نہیں کی جاتی ہو۔ کسی نیک بردبار سے حیاء و شرم نہ ہو۔ ان کے دل عجمیوں کی طرح اور ان کی زبان عربوں کی مانند ہو۔"

شرم وحیاء کا مفہوم

احادیث پاک میں شرم وحیاء کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس سے آراستہ ہونا۔ خوبیوں کا باعث اور اس سے خالی ہونا محروم ہونا۔ برائیوں کی جڑ و بنیاد قرار دی گئی ہے۔ انسان کا یہ وہ فطری وصف ہے۔ جس سے اس کی بہت سی اخلاقی خوبیوں کی پرورش ہوتی ہے۔ عفت اور پاکبازی کا دامن اسی کی بدولت ہر داغ سے پاک رہتا ہے۔ درخواست کرنے والوں کو محروم نہ پھیرنا اسی وصف کا خاصہ ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مروت اور چشم پوشی اسی کا اثر ہے۔ بہت سے گناہوں سے پرہیز اسی وصف کی برکت ہے۔

یہ وصف انسان میں بچپن ہی سے فطری ہوتا ہے۔ اگر اس کی مناسب تربیت کی جائے تو وہ قائم رہتا ہے۔ بلکہ بڑھتا جاتا ہے۔ اگر بری صحبت لگ جائے۔ اور اچھے لوگوں کا ساتھ نہ رہے تو جاتا بھی رہتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے اس کی مناسب نگہداشت کا حکم دیا ہے۔

حیاء انسان کا ایک ایسا اخلاقی جوہر ہے جس سے اس کو فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ اسی لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَيَاءُ لَا يَاْتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ حیاء سے صرف بھلائی پہنچتی ہے۔ قرآن حدیث میں جہاں جہاں فحش منکر اور سوء وغیرہ کے لفظ آئے ہیں ان سے بے حیائی کے یہی سب کام مراد ہیں۔ اسلام نے اس شدت اور جامعیت کے ساتھ ان تمام کاموں سے روکا ہے کہ حیاء اسلام کا ایک مخصوص اخلاقی وصف بن گیا ہے۔

جس شخص کو کسی برے کام کرنے میں باک نہیں ہوتا اس کا نام آزادی اور دلیری نہیں ہے بلکہ بے حیائی بے شرمی ہے، کیونکہ یہی جذبہ حیاء ہے۔ جو انسان کو برائیوں سے باز رکھتا ہے اگر یہ نہ ہو تو پھر بے حیاء ہو کر انسان جو چاہے کر سکتا ہے۔ کوئی روک نہیں سکتا۔ (ماخوذ سیرت النبی جلد ششم)

سخاوت

سخاوت کے متعلق قرآنی آیات

قرآن پاک میں ہے:

﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

"اور ہماری دی ہوئی رزق کو خرچ کرتے ہیں۔"

﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾

"تم لوگ اللہ کے راستہ میں خرچ کیا کرو۔ اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں نہ ڈالو۔" (بقرہ رکوع ۲۴)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ﴾

"اے ایمان والو! خرچ کرو ان چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں۔"

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾

"جو لوگ اپنے مالوں کو رات دن خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور کھلم کھلا ان کے رب کے پاس اس کا ثواب ہے۔"

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾

"تم نیکی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اس چیز کو خرچ کرو جو تم کو محبوب ہو۔"

﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ﴾

"جو تم خدا کے راستہ خرچ کرو گے اس کا ثواب تم کو پورا پورا دیا جائے گا۔"

﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾

"اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے اور نہ کرنے والے کا حق ہے۔"

﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

"اور تم کو کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے۔" (حدید)

اس قسم کی بکثرت ایسی آیتیں ہیں جس میں جود و سخاوت مالی کا حکم ہے یہاں نمونہ کے طور پر چند آیتیں ذکر کی گئی ہیں۔

خیال رہے کہ اللہ پاک کے کلام اور اس کے سچے رسول سید البشر کے ارشادات میں سخاوت اور مال کے خرچ کرنے کی ترغیب اور اس کی اہمیت اور فضائل اتنی کثرت سے وارد ہیں کہ اس کی حد و شمار نہیں۔

سورہ بقرہ میں تو اس کے متعلق بکثرت آیتیں ہیں جو اہل علم و فضل پر مخفی نہیں۔ انفاق کی ان آیتوں کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مال پاس رکھنے کی چیز ہی نہیں۔ اور سخاوت ایمان کی معیاری اور بنیادی علامت ہے۔ چونکہ اگر سخاوت کی صفت نہ ہوگی تو مال کو خرچ نہ کر سکے گا بلکہ روک کر رکھے گا اور بخل اختیار کرے گا۔

انفاق یعنی مال خرچ کرنے پر جو قرآن پاک نے نہایت ہی کثرت اور اہتمام سے اس کی فضیلت اور تاکید بیان کی ہے۔ وہ سخاوت ہی سے متعلق ہے۔ راہ خدا میں مال کا خرچ کرنا سخاوت ہے اور اس کا روک کر رکھنا اور صرف اپنی ضرورتوں میں اس کا استعمال کرنا، اقرباء، غرباء، مساکین دینی ضرورتوں میں خرچ نہ کرنا بخل ہے۔

چنانچہ انفاق کے سارے فضائل سخی ہی حاصل کر سکتا ہے۔ بخیل اس سے محروم ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُنْفِقِیْنَ۔

سخی جنّت میں ہوگا

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خبردار تمام سخی جنّت میں ہوں گے۔ یہ خدا کا حتمی فیصلہ ہے۔ اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

(الترغیب ج ۳ ص ۳۸۲)

سخاوت وصف خداوندی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سخاوت خدا کی بلند وبالا صفت ہے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۳۸۳)

فائدہ: اوصاف الٰہیہ میں عظیم ترین وصف ہے۔

ہر ولی کی پیدائش سخاوت پر ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ کوئی خدا کا ولی ایسا نہیں ہے جو سخاوت اور حسن اخلاق پر پیدا نہ کیا گیا ہو۔

(ترغیب ص ۳۸۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سخاوت ولایت کی صفت ہے اللہ کے ولی شرعی مصارف میں بخیل اور کنجوس نہیں ہوتے۔

جنّت کا ایک گھر بیت السخاء

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جنّت میں

ایک گھر ہے جسے بیت السخاء کہا جاتا ہے۔

فائدہ: جس میں سخی لوگوں کو اہتمام سے رکھا جائے گا۔

دو عادتیں اللہ کو بہت پسند

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا دو عادتیں خدا کو بہت پسند۔ اور دو عادتیں بہت مبغوض ہیں۔ وہ دو عادتیں جو بہت پسند ہیں وہ سخاوت اور درگذر کرنا ہے۔ اور جو مبغوض ہیں وہ بدخلقی اور بخل ہے۔

(بیہقی، الدر المنثور ج ۶ ص ۱۰۹)

اللہ پاک کا معاملہ، مال بخیلوں کے حوالہ

حضرت حسن ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب اللہ پاک کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہیں کرتا ہے تو ان کا معاملہ بیوقوفوں کے حوالہ کرتا ہے۔ اور مال بخیلوں کے حوالہ کرتا ہے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۳۸۲)

فائدہ: جب مال بخیلوں کے حوالے کرتا ہے تو قومی اور ملی اور مسلمانوں کے اجتماعی امور اور جس میں مال کی ضرورت ہوتی ہے انجام نہیں پاتے۔ مدارس مکاتب مساجد بھی مال کے نہ نکالنے پر نہیں چلتے۔ جس سے اسلامی معاشرہ میں شدید خلاء پیدا ہوتا ہے۔ اور ماحول میں دین اور اسلامی تعلیم وتہذیب کا فقدان ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ہند کے بیشتر علاقے باوجود خوشحال اور مالدار ہونے کے دینی لائن میں بخل کی وجہ سے وہاں مدارس اور مکاتب کا سلسلہ نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے حاکم اچھے لوگ ہوں۔ اور تمہارے مالدار سخی لوگ ہوں۔ اور تمہارے کام مشوروں سے

حل ہوں۔ تو زمین کا اوپر اندر (قبر) سے بہتر ہے اور جب تمہارے حاکم شریر ہو جائیں تمہارے مالدار بخیل ہو جائیں۔ تمہارے امور عورتوں کے مشوروں سے حل ہونے لگیں تو زمین کا اندرونی حصہ (قبر) بہتر ہو گا زمین کے اوپر سے۔ (ترغیب ج ۳ صہ ۳۸۲)

فائدہ: آہ غور کیجئے یہ علامتیں آج ہمارے ماحول میں پائی جا رہی ہیں۔ حاکم ہمارے خائن ہیں۔ مالدار دین کے امور میں روپیہ نہیں لگانا چاہتے۔ مردوں پر عورتیں حاکم ہیں۔ انہیں کے مشوروں سے مسائل حل ہوتے ہیں اسی وجہ سے دین ہمارے معاشرہ میں حاوی اور غالب نہیں ہوتا۔

اُمّت کے سردار کون؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا سردار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یوسف بن یعقوب ابن ابراہیم علیہم السلام لوگوں نے پوچھا آپ کی اُمّت میں کون ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ آدمی ہے۔ جسے مال دیا گیا ہے اور سخاوت دی گئی ہے۔ فقیروں کو قریب کرنے والا ہو۔ لوگوں کی شکایتیں اس کے بارے میں کم ہوں۔

فائدہ: اس حاکم اور قوم کے ذمہ دار کی علامت بیان کی گئی ہے جو قوم اور ملت کے حق میں مال خرچ کرنے والا ہو۔ جس سے قوم اور ملت کا فائدہ ہو۔

سخاوت کی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل ہوئے

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دوست حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا کہ انہوں نے کہا۔ (اللہ کا پیغام سنایا) اے ابراہیم میں نے تم کو خلیل اس وجہ سے نہیں بنایا

کہ تم لوگوں میں سب سے زیادہ میری عبادت کرنے والے ہو۔ بلکہ اس وجہ سے بنایا کہ جب میں نے مؤمنین کے قلوب کو دیکھا تو کسی کے دل کو تم سے زیادہ سخی نہیں پایا۔

(ترغیب ج ۳ صہ ۳۸۴)

فائدہ: دیکھئے سخاوت، راہ خدا میں خرچ کرنے کی عادت کتنی بڑی فضیلت کا باعث ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کے مرتبہ سے نوازا گیا۔ یہ سخاوت حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا معیاری وصف ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ کے بارے میں ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔

سخیوں سے درگذر کرنے کا حکم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سخی لوگوں کی غلطیوں کو درگذر کرو۔ چونکہ اللہ پاک بھی سخیوں کی غلطیوں کو درگذر کرتا ہے۔

(ترغیب ج ۳ صہ ۳۸۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی حدیث مروی ہے کہ سخی کی غلطیوں کو درگذر کرو۔ (مکارم خرائطی صہ ۵۹۰)

فائدہ: سخاوت اور مال خرچ کرنے کا دنیا میں بھی یہ انجام ہوتا ہے کہ لوگ اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کو درگذر کرتے ہیں۔ اللہ پاک بھی ان کے عیوب اور خامیوں کو چھپاتے اور درگذر کرتے ہیں۔

سخی اللہ سے قریب ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سخی اللہ کے قریب ہے۔ جنت سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے۔ جہنم سے دور ہے۔ اور بخیل خدا

سے دور جنت سے دور لوگوں سے دور اور جہنم سے قریب ہے۔ (مشکوۃ ص ۱۶۳)

جاہل سخی بھی خدا کو محبوب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جاہل سخی عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔ (ترمذی، ترغیب، ج ۳ ص ۳۸۱، الدر المنثور ج ۶ ص ۱۱۰)

(بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔)

فائدہ: ظاہر ہے سخی سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ سخی کے مال سے لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔

سخی کون ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا سخی کون ہے۔ اور بخیل کون ہے تو آپ نے فرمایا سخی وہ ہے جو اللہ کے حقوق (حکم) میں خوب فراوانی سے مال خرچ کرتا ہے۔ (مختصر از ترغیب ص ۳۸۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو اللہ کا راستہ ہو جہاں اللہ پاک نے خرچ کرنے کو کہا ہو۔ جس سے قوم وملت کا دینی اور جائز دنیاوی فائدہ ہوتا ہو وہاں حسب وسعت مال خرچ کرتا ہو وہ خدا کے نزدیک سخی ہے۔ شریعت میں سخی ہے۔ اور سخاوت کا ثواب پانے والا ہوگا۔ اور جو اپنی دنیا بنانے میں دنیا سے حظ حاصل کرنے میں یا ممنوع امور میں فراوانی سے مال خرچ کرتا ہو وہ ہرگز سخی نہیں اور نہ سخاوت کی فضیلت حاصل کرنیوالا ہے۔

مال حرام سے سخی نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ سخی نہیں ہے جو

حرام کمائے اور خوب فراوانی سے خرچ کرے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۳۸۲)

فائدہ: بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مال حرام بے دریغ حاصل کرتے ہیں۔ اور دینی و دنیاوی لائن میں خوب خرچ کرتے ہیں۔ مساجد، مدارس اور قومی وملی کام میں بھی رقم دیتے ہیں۔ یہ سخاوت نہیں اور نہ ایسا آدمی سخی ہے۔ اسے خرچ کا ثواب نہیں الٹے مال حرام کا گناہ ملے گا۔ خدا ہی حفاظت فرمائے۔ بعض لوگ مال حرام حاصل کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ کو باعث نجات سمجھتے ہیں۔ سخت دھوکے میں مبتلا ہیں۔

سخی کے لئے فرشتہ کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں۔ ایک دعا کرتا ہے۔ اے اللہ خرچ کرنے والوں کو بدل عطا فرما۔ دوسرا فرشتہ دعا کرتا ہے اے اللہ روک کر رکھنے والے کا مال برباد فرما۔ (بخاری مشکوۃ ص ۱۶۳)

ایک حدیث میں ہے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں جانب دو فرشتے آواز دیتے ہیں کہ یا اللہ خرچ کرنے والوں کو بدل جلد عطا فرمایا اور یا اللہ روک کر رکھنے والے کے مال کو جلدی ہلاک فرما۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتے آفتاب طلوع ہونے کے وقت اور غروب کے وقت خاص طور سے یہ دعا کرتے ہیں مشاہدہ اور تجربہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ مال جمع کرکے رکھنے والوں پر اکثر ایسی چیزیں مسلط ہو جاتی ہیں جس سے وہ سب مال ضائع ہو جاتا ہے۔ کسی پر مقدمہ مسلط ہو جاتا ہے کسی پر آوارگی سوار ہو جاتی ہے کسی کے چور پیچھے لگ جاتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بربادی تو کبھی بعینہٖ اس مال کی ہوتی ہے اور کبھی صاحب مال کی یعنی وہ خود ہی چل دیتا ہے۔ اور کبھی بربادی نیک اعمال کے ضائع ہونے سے ہوتی ہے کہ وہ اس میں پھنس کر نیک اعمال سے جاتا رہتا ہے۔ اور اس کے بالمقابل جو خرچ کرتا ہے۔ اسکے مال میں برکت ہوتی ہے۔ (فضائل صدقات ۷۰)

قیامت کے دن سخی کے گناہ معاف

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے سخی اللہ کے قریب ہے جب قیامت کے دن اللہ پاک سے سخی ملاقات کرے گا تو اللہ پاک اس کا ہاتھ پکڑیں گے۔ اور اس کے گناہ معاف فرمادیں گے۔ (بیہقی، الدر المنثور ج ۶ ص ۱۱۰)

سخاوت جنّت کا درخت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے۔ جو سخی ہوگا اس کی ایک ٹہنی پکڑلے گا جس کے ذریعہ سے وہ جنت میں داخل ہوجائے گا۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۱۱۱ مشکوٰۃ)

فاسق سخی سے شیطان کو نفرت

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ شیطان سے دریافت فرمایا۔ تجھے سب سے زیادہ کون شخص محبوب ہے۔ اور سب سے زیادہ نفرت کس سے ہے۔ اس نے کہا مجھے سب سے زیادہ محبت مؤمن بخیل سے ہے اور سب سے زیادہ نفرت فاسق سخی سے ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ کیا بات ہے۔ اس نے عرض کیا بخیل تو مجھے اپنے بخل کی وجہ سے بے فکر رکھتا ہے یعنی اس کا بخل ہی جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔ لیکن فاسق سخی مجھ پر ہر

وقت سوار رہتا ہے۔ کہیں حق تعالیٰ شانہ اس کی سخاوت کی وجہ سے اسے درگذر (جہنم سے آزاد) نہ فرمادیں۔ (احیاء صدقات ص ۱۶۳)

سخاوت ولایت کی پہچان

حدیث میں ہے کہ اللہ کا کوئی ولی ایسا نہیں جو سخاوت کا عادی نہیں بنایا گیا ہو۔ (صدقات ص ۱۶۱)

فائدہ: واقعی اللہ کے برگزیدہ بندے سخی ہوتے ہیں تب ہی تو انکے ہاں مہمانوں کی آمدگی رہتی ہے۔ اور مہمانوں پر خوشدلی اور وسعت سے خرچ کرتے ہیں۔

اللہ سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سخی ہے۔ سخاوت کو پسند کرتا ہے۔ (مکارم خرائطی)

فائدہ: خدائے پاک کی سخاوت تو ظاہر ہے۔ تمام مخلوق خدا کی عیال ہے۔ اس لئے وہ سخاوت کو پسند کرتا ہے۔

اللہ کس پر خرچ کرتا ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تم (لوگوں پر) خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا۔ (مکارم خرائطی ص ۵۹۹)

جنّت کس کا گھر ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جنت سخیوں کا گھر ہے۔ (مکارم ص ۶۱۰)

دین کی بھلائی اور صلاح سخاوت میں ہے

بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے یہ حدیث قدسی نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس دین (اسلام) کو میں نے اپنے لئے منتخب کیا ہے۔ اور اس کی بھلائی اور اچھائی نہیں ہے مگر سخاوت اور حسن اخلاق میں۔ پس دونوں کو اختیار کرو جس کے ساتھ رہو۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۱۱۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اُمت اور اس کی اجتماعی ترقی اور فلاح و بہبود سخاوت میں ہے کہ اس کے ذریعہ سے قومی اور ملی کام انجام پاتے ہیں۔

سخاوت کا مفہوم

خیال رہے کہ سخاوت اور سخی ہونے کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ آدمی اپنے مال جائیداد اور چیزوں کو جہاں اپنی ذات پر اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اسی طرح وسعت اور توسع کے ساتھ اپنے علاوہ اہل ضرورت پر۔ دینی امور مساجد و مدارس و مکاتب پر بھی خرچ کرتا ہو۔ اس طرح قومی ملی مسلمانوں کے اجتماعی امور میں بھی خرچ کرتا ہو۔ صرف زکوٰۃ و صدقات واجبہ ہی پر اکتفا نہ کرتا ہو بلکہ اس کے علاوہ میں بھی وسعت کے ساتھ خرچ کا عادی ہو۔ اور بسا اوقات اپنی دنیاوی ضرورتوں کا خیال نہ کرکے دوسرے دینی معاملات میں خرچ کو ترجیح دیتا ہو۔ ایسا شخص سخی ہے اور اسے سخاوت کہا جاتا ہے۔ سخاوت کا ایک دوسرا مفہوم بھی ہے جو اس سے زیادہ وسیع ہے۔

سخاوت کے حقیقی معنی اپنے کسی حق کو خوشی کے ساتھ دوسرے کے حوالہ کردینے کے ہیں۔ اور اس کی بہت سی صورتیں ہیں۔ اپنا حق کسی کو معاف کرنا۔ اپنا بچا ہوا مال کسی دوسرے کو دے دینا۔ ان سب کا منشا یہ ہے کہ اپنی ذات سے اوروں کو فائدہ

پہنچایا جائے۔ (سیرۃ النبی ج ۶ ص ۳۸۰)

سخاوت کی اہمیت

ایمان کے بعد اسلام کے دو سب سے اہم رکن نماز اور زکوٰۃ ہیں۔ زکوٰۃ کی اصلی روح بھی یہی سخاوت اور فیاضی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی نظر میں اس اخلاقی تعلیم کی حیثیت بالکل بنیادی ہے۔ یعنی جس طرح نماز کی عبادت ہر قسم کے حقوق الٰہی کی بنیاد ہے۔ اسی طرح سخاوت اور فیاضی بندوں کے ہر قسم کے حقوق کی اساس ہے۔ جب تک کسی میں یہ وصف پیدا نہ ہوگا تو اس میں اپنے ہم جنسوں کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا جذبہ نہ ہوگا۔ اسی لئے اسلام نے زکوٰۃ کو فرض کرکے انسان کے اسی جذبہ کو ابھارا ہے۔ (سیرۃ النبی ج ۶ ص ۳۸۲)

استقامت

استقامت اور فرمان الٰہی

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر استقامت کا حکم دیا گیا ہے۔ جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ سورہ ہود میں ہے:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ﴾

”جیسا حکم دیا گیا ہے اس پر مضبوطی سے جمے رہیے۔“

سورہ شوریٰ میں ہے:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ﴾

سورہ حم، سجدہ میں ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

”جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر (اس پر) مضبوطی سے قائم رہے۔ ان پر فرشتے (برزخ) میں آکر یہ کہیں گے کوئی خوف اور غم نہ کرو۔“

اور اس جنّت کی بشارت پاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

استقامت اور اس کا مفہوم

اللہ کے تمام اوامر پر مضبوطی سے جمے رہنا (مظہری) اپنے عقائد عبادات و معاملات

اخلاق معاشرت کسب معاش اور اس کی آمد و صرف کے تمام ابواب میں اللہ جلّ شانہ کے قائم کردہ حدود کے اندر اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر سیدھا چلتا رہے۔ ان میں سے کسی باب کے کسی عمل اور کسی حال میں کسی ایک طرف جھکاؤ، یا کمی زیادتی ہو جائے، تو استقامت باقی نہیں رہتی۔ (معارف ج ۴ ص ۸۶)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے استقامت کا یہ مفہوم منقول ہے استقامت یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکام اوامر اور نواہی پر سیدھے جمے رہو۔ اس سے ادھر ادھر راہ فرار لومڑیوں کی طرح نہ نکالو۔

اس لئے علماء نے فرمایا کہ استقامت تو ایک لفظ مختصر ہے۔ مگر تمام شرائع اسلامیہ کو جامع ہے۔ جس میں تمام احکام الٰہیہ پر عمل اور تمام محرمات و مکروہات سے اجتناب دائمی طور پر شامل ہے۔ (معارف ج ۷، ص ۹۸)

اس لئے جب رسول اللہ ﷺ سے حضرت سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اسلام کی ایک جامع بات بتلا دیجئے۔ جس کے بعد مجھے کسی اور سے کچھ پوچھنا نہ پڑے۔ تو آپ نے فرمایا قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ کہہ میں ایمان لایا اللہ پر۔ پھر اس پر مضبوطی سے جمے رہو۔ (القرطبی ج ۹ ص ۱۱۱، مسلم)

یعنی ایمان کے تقاضے عمل صالح پر مضبوطی سے جمے رہو کہ دنیا کے فائدے یا خواہش کی پیروی کے تحت یا احکام الٰہیہ میں مشقت و کلفت کے پیش نظر اسے تغافل نہ برتو اور اسے نہ چھوڑو۔ جیسا کہ ضعیف الایمان شخص دنیاوی فائدے یا کسی پریشانی یا ماحول کی رعایت میں حکم الٰہی سے غافل ہو کر چھوڑ دیتا ہے۔

چنانچہ ماحول اور رسم و رواج کی وجہ سے احکام الٰہیہ سے غفلت عام ہے۔ مثلاً شادی بیاہ میں رسم اور گناہ کا اختیار کرنا۔ ماحول اور معمولی دنیا کے فوائد کے پیش نظر ٹی وی کی لعنت کا گھر میں داخل ہونا۔ تجارت کی بے احتیاطی۔ عورتوں کی بے پردگی یہ سب امور استقامت دین کے خلاف ہیں۔

اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے استقامت کی تعریف ادائے فرائض سے فرمائی ہے۔ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ استقامت یہ ہے کہ تمام اعمال میں اللہ کی اطاعت کرو۔ اور اس کی معصیت سے اجتناب کرو۔ فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ دنیا فانی سے زہد اور آخرت کی طرف رغبت یہی استقامت ہے۔ (القرطبی ج۱۵ ص۳۴۳، معارف ج۷، ص۹۹)

سب سے اہم اور دشوار کام

اس دنیا میں سب سے زیادہ دشوار کام استقامت ہی ہے۔ اس لئے محققین صوفیاء نے فرمایا کہ استقامت کا مقام کرامت سے بالاتر ہے۔ جو شخص دین کے کام میں استقامت لئے ہوئے ہے اگرچہ عمر بھر اس سے کوئی کرامت صادر نہ ہو وہ اعلیٰ درجہ کا ولی ہے۔ (معارف ج۳ ص۸۷)

استقامت کا حکم

حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا استقامت اختیار کرو اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق برتو (حاکم، کنز العمال ج۳ ص۸۷)

سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا اسلام کے بارے میں ایسی نصیحت فرما دیجئے کہ اس کے بعد کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہو۔ آپ نے فرمایا ایمان کا اقرار کرو۔ پھر اس پر مضبوطی سے جمے رہو۔ کسی دنیاوی نقصان یا غفلت سے اسے کبھی نہ چھوڑو۔ (مسلم کتاب الایمان ج۱ ص۵۳)

عثمان بن حاضر رضی اللہ عنہ نے کہا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا اور درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے انہوں نے کہا خدا کا خوف (اور اس کے حکم پر) استقامت لازم ہے۔ (القرطبی ج۹ ص۱۱۱ دارمی ج۱ ص۵۳)

استقامت کا مطلب

جس بات کو حق سمجھا جائے اس پر قائم رہا جائے مشکلیں پیش آئیں۔ مخالفتیں ہوں ستایا جائے۔ ہر خطرہ کو برداشت کیا جائے۔ مگر حق سے مونہہ نہ پھیرا جائے۔ اور اس راستہ پر ثابت قدمی سے چلا جائے۔

حق کی راہ میں مشکلات کا پیش آنا۔ اور اس میں مردان خدا کی استقامت کی آزمائش اللہ تعالیٰ کا اصول ہے۔ جو ہمیشہ سے قائم ہے۔ اور قائم رہے گا اور جب تک اس میں کوئی شخص یا کوئی قوم پوری نہیں اترتی کامیابی کا مونہہ نہیں دیکھتی۔

(سیرۃ النبی ص۵۶۸)

مطلب یہ ہے کہ دین اور شریعت اور اس کے احکام اوامر و نواہی پر۔

اس طرح قائم اور مضبوطی سے جما رہے کہ مشکلات، مصائب، دوستوں دشمنوں کی مخالفت، غرض کہ کوئی مانع اور رکاوٹ اسے نہ ڈگمگا دے اور اسے باز نہ رکھے۔ بلکہ موانع اور رکاوٹوں اور مخالف فضاؤں کو برداشت کرتا آگے بڑھتا جائے۔ یہی مفہوم ہے فَاسْتَقِمْ کا اور استقامت پر قائم رہنے کا۔ ایمان راسخ اور ایمان کامل کی یہی شان ہے۔ اور یہی لوگ مرتے وقت فرشتوں سے جنت کی بشارت پانے والوں میں سے ہیں۔ ہم سب کو اللہ پاک استقامت کی نعمت سے نوازے۔ (آمین)

شجاعت و بہادری

ہر مسلمان کو حق کے اوپر اور خصوصاً اپنے دین کے مخالفوں کے مقابلے میں طاقتور اور قوی دست ہونا ضروری ہے۔

بہادری اور شجاعت بدن کی فربہی اور موٹائی سے نہیں بلکہ دل کی طاقت سے ہے۔ جہاد جو اسلام کے اساسی اور بنیادی امور میں سے ہے۔

اس کی بنیاد اسی شجاعت اور بہادری پر ہے۔ اگر یہ وصف نہ ہو اس کے مقابلہ میں بزدل ڈرپوک ہو تو وہ اس جیسی عظیم نعمت سے محروم رہے گا۔

ظالم و جابر اہل باطل کے سامنے کلمہ حق کے اظہار میں بھی اس کو بنیادی مرتبہ حاصل ہے۔ ایک بزدل صفت کا شخص کہاں اس لائق کہ وہ کسی باطل سے حق کے لئے ٹکرائے۔ اور اس کے سامنے کلمہ حق پیش کر سکے۔

قوی مؤمن ضعیف مؤمن سے بہتر ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ قوی مؤمن بہتر اور خدائے پاک کو محبوب ہے ضعیف کمزور مؤمن سے۔

(مشکوٰۃ ص ۴۵۲، ابن ماجہ ص ۳۰۷، زہد، توکل)

فائدہ: اس لئے کہ اس کی قوت سے اسلام کو قوت اور بلندی حاصل ہوگی۔

نیکی پر خوشی، گناہ اور برائی پر رنج و تکلیف

ایمان کی علامت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا ایمان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا جب گناہ و برائی تم کو رنج میں ڈال دے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۵ ص ۳۷۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جسے اس کی نیکی خوش کردے۔ اور برائی رنجیدہ کردے وہ مؤمن ہے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۵ ص ۳۷۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ یہ دعا فرماتے تھے:

﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اِسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا سَاؤُوْا اِسْتَغْفَرُوْا﴾

"اے اللہ مجھے ان لوگوں میں بنا جو نیکی کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور برائی ہو جاتی ہے تو استغفار کرتے ہیں۔"

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس سے عبادت، ریاضت، ذکر و شغل دین کی خدمت اور اس کی اشاعت کا کام ہو رہا ہے تو اس پر خوش ہونے کے ساتھ خدا کا شکر بھی ادا کرے۔ اور اس کی توفیق سے اس کا ہونا سمجھے۔ اپنی جانب نسبت نہ کرے۔ نہ اپنے سے ہونا کرتا سمجھے بلکہ اسی کے فضل و کرم سے سمجھے۔

اگر گناہ اور نامناسب فعل صادر ہو جائے تو استغفار کرے اور نادم ہو کہ یہ اچھی علامت ہے۔ گناہ پر استغفار اور ندامت کا نہ ہونا قلب کے قسی ہونے کی علامت ہے۔ ایسے قلب سے پناہ مانگی گئی ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْقَسْوَةِ﴾

"اے اللہ میں دل کی سختی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

ضرورت سے زائد اشیاء پر دوسرے کو ترجیح دینا

زائد اشیاء کا محل

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا (دوسری روایت میں ہے کہ بہت دبلی پتلی اونٹنی پر سوار تھا) اور دائیں بائیں جانب دیکھنے لگا۔ (یعنی اچھی سواری کے مل جانے کی خواہش میں تھا) تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس کے پاس سواری زائد ہو، چاہئے کہ وہ دوسرے کو دے دے۔ جس شخص کے پاس کھانے پینے (دیگر اشیاء استعمال) زائد ہو، چاہئے کہ وہ اس بھائی کو دے دے جس کے پاس یہ چیزیں نہ ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے تمام باتوں کا تذکرہ کیا (یعنی ضرورت سے زائد ہر چیز کے دینے کا ذکر کیا) یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ ضرورت سے زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں۔

(مسلم، ریاض الصالحین ص ۲۶)

ضرورت سے زائد ہو تو کیا کرے؟

حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ کہ جو کسی چیز سے مستغنی ہو اسے ضرورت نہ ہو تو وہ اس بھائی کو دے دے جو اس کا ضرورت مند ہو۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۰۴)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس زمین ہو وہ خود بوئے۔ اگر (ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے) نہ بو سکے تو اپنے بھائی کو دے دے۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت اور استعمال سے جو چیزیں زائد ہوں۔ کھانا کپڑا اور برتنے والے سامان۔ بجائے اس کے کہ اسے ضائع یا خراب کرے۔ اور قیامت کے دن حساب دے، چاہئے کہ وہ دوسروں کو دے دے تاکہ آخرت کا ذخیرہ بن جائے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے ضرورت سے زائد چیزیں ضائع ہو رہی ہوتی ہیں مگر دوسروں کو نہیں دیتے یہ بخل کی بری عادت ہے۔

ضرورت مندوں اور فقراء کو یاد کرو

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان داؤد علیہ السلام کہا کرتے تھے جب پیٹ بھر جائے تو بھوکوں کو، جب ضرورت پوری ہو جائے تو حاجت مندوں کو یاد کرو۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ جو زائد ہو اسے دوسروں کے حوالے کرو۔ ضرورت پر اپنے لئے روکو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے يَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ کی تفسیر میں مروی ہے کہ اس سے مراد جو اہل عیال سے بچ جائے اسے خیرات کرنا ہے۔

(بیہقی ج ۳ ص ۲۲)

فائدہ: خصوصاً وقتی استعمال والی چیزیں مثلاً کھانے پینے کی اشیاء ضرورت سے زائد ہوں تو فوری دوسروں کو اکرام اور محبت سے کھلا دے۔ کہ کسی کے کام آجائیں۔

ضائع ہونے سے بچ جائیں۔

مبارک ہیں وہ لوگ

رکب المصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے مال زائد کو خرچ کر دیتے ہیں۔ اور غیر ضروری بات سے بچے رہتے ہیں۔

(بیہقی ج ۳ ص ۲۲۵)

فائدہ: کتنی اچھی بات ہے کہ آدمی ضرورت اور استعمال سے زائد اشیاء کو دنیا اور آخرت کا بوجھ بنانے کے بجائے کسی کو دیدے کہ اس سے ثواب ملتا ہے۔ بعض لوگوں کے پاس کپڑے، بہت زائد رہتے ہیں نئے سلاتے رہتے ہیں۔ پرانے کو ذخیرہ بنا کر بکس میں رکھتے ہیں یہ اچھی بات نہیں قیامت میں اس کا حساب ہوگا۔ اسی طرح کوئی سامان زائد ہو گیا وہ کام کا نہیں یا سڑنے گلنے کا خطرہ ہے۔ اسی طرح روٹی بچ گئی، سالن بچ گیا۔ خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ کسی دوسرے کو دے دیا۔ بھیج دیا اس میں ثواب بھی ہے۔ اور نعمت کو ضائع ہو جانے سے بچانا بھی ہے۔ اور واقفین، احباب متعلقین اور پڑوسی کو بھیجی گئی ایسی چیزیں لے لینی چاہئے۔ کہ نعمت کی قدر اور اس کا اکرام ہے۔ اسے وقار کے خلاف سمجھ کر واپس نہ کرے کہ ناقدری اور کبر کی علامت ہے بعض لوگ کہتے ہیں بچ گیا تب بھیجا ہم نہیں لیں گے، سو یہ ٹھیک نہیں۔

لوگوں کیلئے وہی جو اپنے لئے

آپ کی وصیت

حضرت ابوہریرہ ؓ کی ایک طویل حدیث میں جو آپ ﷺ کی وصیت پر مشتمل ہے یہ ہے کہ اپنے لئے جو چاہو دوسرں کے لئے بھی وہی چاہو۔ (بیہقی ص ۵۰۰)

حضرت سعد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد یا چچا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ عرفہ کے دن آپ ﷺ کی اونٹنی کا لگام پکڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ایسا عمل ہمیں بتادیجئے جو جہنم سے دور جنت سے قریب کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی عبادت کرو، کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، بیت اللہ کا حج کرو، ماہ رمضان کا روزہ رکھو۔ اور لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے چاہو، جو خود پسند نہیں کرتے ہو لوگوں کے لئے بھی پسند نہیں کرو۔ (بیہقی فی الشعب ۵۰۲)

فائدہ: انسان کے بلند اخلاق میں سے اور کمال ایمان میں سے یہ بات ہے کہ دوسروں کے لئے اپنے سے بہتر اور اچھا پسند کرے۔ اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم یہ تو لازم ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے۔ دوسروں کے لئے ادنیٰ یا خراب چیز پسند کرنا مروت انسانی کے خلاف ہی نہیں شرعاً بھی مذموم ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے مِنَ الْاِیْمَانِ اَنْ یُّحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ اس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ مؤمن وہی ہوسکتا ہو جو دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۶)

جہنّم سے دور جنّت میں داخل

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ جہنّم سے دور رہے۔ اور جنت میں داخل ہو۔ تو اُسے چاہئے کہ خدا اور آخرت پر ایمان لائے۔ اور لوگوں کے لئے وہی چاہے جو اپنے لئے چاہے۔

(مجمع ج ۸ ص ۱۸۶، مسلم، بیہقی ج ۷ ص ۵۰۰)

فائدہ: آدمی اپنے لئے اچھے سے اچھا چاہتا ہے۔ اس لئے دوسروں کے لئے بھی اچھا چاہے۔

جو جنّت چاہے

خالد بن عبداللہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم جنّت چاہتے ہو، کہا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ (مجمع ج ۸ ص ۱۸۶)

مؤمن کامل نہیں ہوسکتا

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ دوسروں کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہو۔ (بخاری ۶، بیہقی فی الشعب ۵۰۰)

حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ سے پوچھا کہ افضل الایمان کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے محبت کرو اللہ کے واسطے قطع تعلق کرو۔ اپنی زبان کو ذکر خدا میں لگائے رکھو۔ پھر پوچھا اس کے بعد کیا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرو۔

اور وہی چیزیں ان کے لئے ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرو۔ (مشکوٰۃ صـ۴۲۶، مسند احمد)

لوگوں کے ساتھ منصف کون؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرنا چاہے تو وہ لوگوں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔

(بیہقی ج۷، صـ۵۰۳)

فائدہ: فطرت انسانی میں یہ بات داخل ہے کہ ہر شخص اپنے لئے بہتر اور اچھائی چاہتا ہے۔ دوسروں کے لئے نہیں۔ خواہ اس کی اچھائی کے انتخاب سے دوسروں کے خیر و نفع کا پہلو ختم ہو جائے۔ یا انہیں ضرر پہنچے۔ آج یہ بات ماحول میں رائج اور سرایت کر گئی ہے۔ نہ اس میں جاہل اور عالم کا فرق ہے۔ نہ شریف غیر شریف کا۔ اسی مذموم عادت کی وجہ سے ایک دوسرے پر اعتبار اٹھ گیا ہے، حسن ظن باقی نہ رہا۔ اور مودت و محبت میں رخنہ پڑ گیا ہے۔ اسی وجہ سے شریعت نے تاکید کی ہے کہ جسے وہ اپنے لئے نہیں چاہتا وہ اپنے بھائی کے لئے کیوں چاہ رہا ہے۔ کل کو اس کے ساتھ بھی ایسا برتاؤ کیا جائے گا تو اسے پریشانی ہوگی۔ اس لئے دوسروں کے ساتھ آج ہی سے اچھا برتاؤ کرے، تاکہ کل خود اس کا معاملہ خوشگوار رہے۔

توڑ والوں سے جوڑ

جنت میں بلند و بالا تعمیر کس کے لئے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ چاہتا ہو کہ اس کے لئے بلند بالا تعمیرات ہوں۔ اور قیامت میں اس کے درجات بلند ہوں تو وہ اس سے جوڑ رکھے جو اسے توڑ رکھے۔ اور اسے دے جو اسے نہ دے۔ اور اسے معاف کرے جو اس پر ظلم کرے۔ اور جو اس پر جہالت کرے اسے برداشت کرے۔

(کتاب البر، ابن جوزی صـ۱۷۴)

حسن اخلاق کے بہترین اعمال

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن اخلاق کے بہترین اعمال یہ ہیں۔ کہ توڑ رکھنے والے سے جوڑ رکھے۔ محروم کرنے والے سے دینے کا معاملہ کرے۔ گالی دینے والے کو معاف کر دے۔ (اتحاف السادۃ ج۷، صـ۳۱۸)

جنّت والے اعمال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں تین خصلتیں موجود ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسان لے گا۔ اور اپنی رحمت سے جنت میں بھی داخل فرمائے گا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، وہ کیا اخلاق ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم کو محروم رکھے اس کے ساتھ نوازنے کا معاملہ کرو۔ جو تم سے تعلق منقطع رکھے تم اس سے جوڑ اور ربط رکھو۔

جو تم پر زیادتی کرے تم اسے معاف کرو۔ جب تم یہ کرو گے تو خدا تم کو جنت میں داخل کر دے گا۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۸۱)

جنّت میں درجہ بلند

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم کو وہ اعمال نہ بتادوں جس سے تمہارا درجہ جنّت میں بلند ہو جائے۔ صحابہ نے فرمایا ہاں اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا جو تم پر جہالت کرے (تم سے بے ادبی اور تکلیف وہ باتیں کریں تم اسے برداشت کرلو (جواب نہ دو) جو تم پر ظلم و زیادتی کرے۔ اسے درگذر کرو۔ جو تم کو محروم رکھے تم اسے دو۔ مسند بزار کی ایک روایت میں ہے کہ تم کو جنّت کے محل کو شاندار بنانے والے اعمال نہ بتادوں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ چیزیں بیان کیں۔ (ترغیب ج ۳ ص ۳۴۲)

فائدہ: ان تمام احادیث سے توڑ کرنے والے۔ برا بھلا کہنے والے نادانی اور جہالت کرنے والوں سے نفرت اور عداوت کرنے کے بجائے ربط اور درگذر کرنے والوں کی بڑی فضیلت معلوم ہوئی۔ قطع تعلق اور اذیت کی وجہ سے آپس کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں اور روابط و تعلقات باقی نہیں رہتے۔ اگر آدمی ان اخلاق فاضلہ کو اختیار کرے گا تو کبھی باہمی نفرت اور فساد کی صورت نہ ظاہر ہوگی۔

البتہ جو لوگ ان اخلاق عالیہ کی فضیلتوں اور بلند و بالا ثواب سے واقف نہیں ان کے نزدیک یہ شرافت کے خلاف ہے۔ خیال رہے اہل دنیا اور اصحاب نفوس کے نزدیک یہ باتیں ہیں۔ اہل اللہ ان سب امور کو ثواب کی وجہ سے کرتے ہیں۔

حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے مقابلہ سے پرہیز

جنّت کے بیچ میں باغیچہ کس کے لئے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو جھوٹ کو چھوڑ دے کہ وہ باطل ہے۔ اس کے لئے جنت کے باغیچوں میں مکان بنایا جائے گا۔ اور جو جھگڑے اور مخاصمت کو چھوڑ دے باوجودیکہ وہ حق پر ہو۔ اس کے لئے جنت کے بیچ میں باغیچہ بنایا جائے گا اور جو اپنے اخلاق کو عمدہ کرے اس کے لئے اعلیٰ جنت میں مکان بنایا جائے گا۔ (مکارم الخرائطی ج ۱ ص ۵۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ابن ماجہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو جھوٹ چھوڑ دے کہ وہ باطل ہے جنت کے بیچ اردگرد یا فصیل میں اس کا گھر بنایا جائے گا۔ اور جس نے جنگ و جدال کو چھوڑ دیا باوجودیکہ وہ حق پر تھا اس کے لئے بیچ جنت میں مکان بنایا جائے گا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۰، ابن ماجہ ص ۵)

فائدہ: اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ جو جنگ جدال اور مخاصمت کو چھوڑ دے گو حق پر ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بات بالکل حق ہو۔ صحیح اور نفس الامر کے مطابق ہو پھر بھی وہ باہمی تنازع اور مخاصمت کی وجہ سے اس کے پیچھے نہ پڑے اور اللہ کے واسطے خاموش ہو جائے۔ یا یہ کہ کسی کا حق ہو۔ اور اس حق کو حاصل کرنے میں جنگ و جدال و مخاصمت پیش آئے اور وہ اسے اللہ کے واسطے قربان کر دے نہ مخاصمت اور جنگ و مقدمہ سے حاصل کرے تو اس کے لئے یہ فضیلت ہے۔ آج کے اس جنگ

وجدال اور فتنہ کے دور میں کسی کا کوئی حق ہو۔ خواہ مال جائداد میں یا عہد وغیرہ میں اور پھر وہ محض مخاصمت اور جنگ جدال و اختلاف کی وجہ سے اسے اللہ کے واسطے چھوڑ دے تو وسط جنت میں اس کے لئے محل بنایا جائے گا۔ خیال رہے کہ اس فضیلت کے ذریعہ اُمت کو تعلیم اور تاکید ہے کہ اگر حقدار کو ظالمین حق نہ دیں تو جنگ وجدال اور باہمی تنازع سے حل کرنے کے بجائے خدا کے واسطے صبر کرے۔ اس کا صلہ یہ ملے گا کہ وسط محل میں یہ بلڈنگ کا مالک ہوگا۔ جو یقیناً دنیا کے مقابلہ میں بہتر ہوگا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اربعین میں اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں یہ بالکل صحیح ہے برحق ہو کر خاموش بیٹھنا بہت دشوار ہے۔ اس لئے حق پر ہو کر جھگڑے سے علیحدہ ہو جانا ایمان کا کمال شمار کیا گیا ہے۔ (تبلیغ دین ۳۲)

چنانچہ آپ ﷺ نے اسی وجہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور امتیازی شان ظاہر کرتے ہوئے فرمایا میرا بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح فرمائیں گے۔ (بخاری ۱۰۹۳، مجمع الزوائد ۹/ ۱۷۸، بزار، طبرانی)

یعنی دو بڑی جماعتوں کے درمیان جنگ جدال اور قتال کی نوبت ان کی مصالحت کی وجہ سے نہیں آئے گی اور اُمت خون خرابہ سے بچ جائے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی حق کے حاصل کرنے میں جنگ جدال اور باہمی تنازع کی نوبت آجائے تو اپنے حق کو جو واقعی اس کا ہے محض خدا کی رضا کے واسطے قربان کردے تو اس کی وجہ سے خدا کے نزدیک مقرب ہوگا اور اس دنیا میں بھی عزت اور رفعت سے نوازا جائے گا۔ چنانچہ تجربہ شاہد ہے جنہوں نے اللہ واسطے جنگ جدال کے مقابلہ میں حق کو قربان کیا وہ فریق مخالف کے مقابلے میں اچھے کامیاب قابل تعریف رہے۔ اور ان کا دین اور دنیا دونوں بن گئے۔ اس کے برخلاف وہ فریق اس سے کمزور اور پریشان حال رہا۔ دراصل یہ قربانی اور نفس کے خلاف خدا رسول کی اطاعت کا ثمرہ ہے۔ جو خصوصاً اس دور میں بڑے عزیمت کا کام ہے۔

سلامتی صدر

جنت سلامتی صدر کی وجہ سے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری اُمت کے ابدال جنت میں عبادت کی وجہ سے نہیں جائیں گے۔ بلکہ خدا کی رحمت سے، سخاوت نفس، سلامتی صدر، اور تمام مسلمانوں پر رحمت و شفقت کرنے کی وجہ سے جائیں گے۔ (مکارم ص ۳۳)

سلامتی صدر سے دنیا میں جنت کی بشارت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ابھی تمہارے پاس باہر سے ایک جنتی شخص آئے گا پس قبیلہ انصار کا ایک شخص آیا، جس کی ڈاڑھی وضو کی وجہ سے...... اور اپنے بائیں ہاتھ میں جوتا لٹکائے تھا۔ اس نے سلام کیا۔ پھر دوسرے دن بھی آپ ﷺ نے اسی طرح فرمایا۔ اسی پہلے حال کی طرح وہ آدمی آگیا۔ پھر تیسرا دن ہوا تو آپ ﷺ نے اسی طرح فرمایا (کہ ایک جنتی شخص آرہا ہے) پھر وہی آدمی اسی حالت میں وارد ہوا۔ جب آپ ﷺ مجلس سے اٹھے تو اس کے پیچھے حضرت عبداللہ بن عمر العاص ہو گئے۔ اور اس سے کہا میرے والد سے کچھ بات ہو گئی ہے۔ میں نے قسم کھائی کہ تین دن تک نہ جاؤں گا۔ اگر تم مناسب سمجھو تو اپنے یہاں رات گذارنے کی اجازت دے دو۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے تھے کہ میں نے تین رات گذاری مگر ان کو نہیں دیکھا کہ وہ رات کو اٹھتے ہوں۔ ہاں مگر یہ کہ وہ رات کو

بیدار ہوتے، کروٹ بدلتے تو خدا کا ذکر و تکبیر پڑھتے رہتے۔ یہاں تک کہ فجر کی نماز کے لئے اٹھ جاتے۔ عبداللہ بن عمرو نے کہا ہاں مگر کسی کے بارے میں سوائے بھلائی کے اور کچھ کہتے نہیں سنا۔ تین دن گذر گئے۔ (اور میں نے کوئی خاص عمل اس کا نہیں دیکھا) لہٰذا قریب تھا کہ میں ان کے عمل کو اپنی نگاہ میں حقیر دیکھوں۔ تو میں نے کہا اے اللہ کے بندے نہ تو میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی لڑائی اور کوئی دشمنی تھی (کہ جس کی وجہ سے میں تمہارے یہاں رہا) لیکن میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا کہ آپ نے تین مرتبہ (اپنی مجلس میں) فرمایا تمہارے پاس ایک آدمی آئے گا جو اہل جنت میں سے ہوگا تو تینوں مرتبہ تم ہی آئے۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ تمہارے پاس رات گذار کر دیکھوں کہ تمہارا کیا عمل ہے کہ میں بھی اس کی اقتداء کروں۔ (جس کی وجہ زبان نبوی ﷺ سے اس دنیا میں جنت کی بشارت مل گئی) میں نے تو تم کو کوئی بڑا عمل کرتے نہیں دیکھا۔ پس کس عمل کی وجہ سے تمہارے بارے میں رسول پاک ﷺ نے یہ فرمایا انہوں نے کہا کوئی عمل نہیں سوائے اس کے جو تم نے دیکھا عبداللہ بن عمرو نے کہا میں ان کے پاس سے آنے لگا تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا۔ عمل تو وہی ہے جو تم نے دیکھا (یعنی سوائے فرض کی پابندی کے تہجد وغیرہ کا معمول نہیں) ہاں مگر بات یہ ہے کہ میں کسی مسلمان کی جانب سے دل میں کوئی بات (کینہ) مخالفت وغیرہ نہیں رکھتا۔ نہ اللہ نے اگر کسی کو کچھ دیا ہے تو اس پر حسد کرتا ہوں، تو اس پر عبداللہ نے کہا۔ اسی وجہ سے تم نے وہ درجہ پایا جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔

(مکارم طبرانی ص ۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۶، مسند بزار ج ۲ ص ۲۱۰)

فائدہ: کتنی اہم بات ہے کہ جنت کی بشارت دنیا میں عبادت و ریاضت و مجاہدہ کی وجہ سے نہیں ملی بلکہ اس وجہ سے کہ ان کا سینہ لوگوں کی کدورتوں اور مخالفتوں سے محفوظ تھا۔ خصوصاً اس دور میں یہ بہت بڑی بات ہے کہ آپسی اور گھریلو امور وغیرہ کی

وجہ سے عموماً لوگوں سے دل و ذہن صاف نہیں رہتے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی نگاہ میں کون افضل؟

حضرت معاویہ بن قرہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک سب سے افضل اور بزرگ وہ لوگ شمار ہوتے تھے۔ جن کا دل صاف اور دوسروں کی برائیوں کی طرف ان کی نگاہ نہیں اٹھتی تھی۔ (مکارم اخلاق ص ۳۳۸)

سلامتی صدر کی تاکید

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ اے میرے بیٹے اگر تجھ سے ہو سکے تو تم صبح و شام اس حالت میں کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے لئے کھوٹ نہ ہو (دلی کدورت اور مخالفت نہ ہو) تو ایسا کر لو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ میری سُنّت ہے۔ اور جس نے میری سُنّت کو پسند کیا۔ اس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے مجھ سے محبّت کی وہ میرے ساتھ جنت میں رہے گا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۰)

فائدہ: واقعی یہ مشکل ہے۔ خاص کر اس دور میں جہاں ہر ایک کو دوسرے سے تنازع اور شکایت ہے۔ باہمی رنجش اور مخالفت ہے۔ ایسی حالت میں دل کا صاف رکھنا عزیمت کا کام ہے۔

اس دولت کے حصول کا آسان طریقہ یہ ہے کہ بندے سے مخالفت اور نقصان کا خیال بالکل دل سے ہٹالے۔ تفویض اور توکل علی اللہ پر گامزن رہے۔ ہر خیر و شر اللہ ہی کی طرف سے ہونے کا دھیان رکھے۔

جنّتی کون؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا اکثر جنت میں جانے

والے بلے (سیدھے سادے) لوگ ہوں گے۔ (کشف الاستار، بزار ج ۲ ص ۴۱۱)

حدیث پاک میں البلہ کا لفظ ہے۔ علامہ محدث اعظمی نے اس کی حاشیہ پر اس کا معنی یہ لکھا ہے کہ جس کا سینہ صاف ہو۔ (ج ۲ ص ۴۱۱)

اصحاب ورفقاء کی جانب سے صاف دل رہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میرے اصحاب کی جانب سے کوئی صاحب کوئی (نامناسب بات) نہ پہنچائیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہاری طرف سے صاف دل اٹھوں۔ (ابوداؤد ص ۶۶۷)

فائدہ: دیکھئے آپ ﷺ اپنے احباب ورفقاء کی جانب سے کیا صاف دل رکھنا چاہتے تھے۔ اس وجہ سے آپ نے منع فرمایا کہ مجھے کوئی تکلیف دہ بات نہ پہنچائے۔ عموماً ساتھ رہنے والوں اور مصاحبین سے بعض باتیں باوجودیکہ اہل محبت اور اہل تعلق میں ہوتے ہیں ان میں اخلاص ہوتا ہے۔ نکل جاتی ہیں۔ یا وہ اپنے گمان میں حق وراست سمجھ کر بول دیتے ہیں۔ پھر جب کوئی ایسی بات پہنچادیتا ہے تو تکلیف اور رنجش ہوجاتی ہے۔ اور محبت میں خلل واقع ہوجاتا ہے۔ اور یہ مخفی رہتا ہے کبھی موقعہ پر رنگ لاتا ہے۔ اس لئے یہ بہترین نسخہ ہے کہ اپنے احباب سے ایسی بات کو منع کردیں کہ ایسی بات نہ سنایا کریں کہ تعلقات خوشگوار نہ رہ کر قلب میں کھوٹ کا باعث ہوجائے۔

خوش کلامی

خوش کلامی سے پیش آنے کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اپنے بھائی کے لئے تم مسکراہٹ (اور خندہ کلامی) سے پیش آؤ تو یہ صدقہ ہے۔

(بزار، ترغیب ج ۳ ص ۴۲۲)

حضرت ابوجری الہجیمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول میں دیہاتی ہوں۔ کچھ فرمادیجئے کہ ہمیں نفع ہو۔ آپ نے فرمایا کسی نیکی کو حقارت سے مت دیکھو۔ خواہ تم اپنے ڈول سے ہی کسی کے ڈول میں بھرو۔ اور یہ کہ اپنے بھائی سے خوشکلامی سے پیش آؤ۔ (مختصراً ترغیب ج ۳ ص ۴۲۲)

خوشکلامی، اچھی طرح بات، صدقہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خوشگوار بات صدقہ ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۹۰)

فائدہ: یعنی کسی سے خوشکلامی صدقہ ہے۔ جس سے اس کا دل خوش ہوجائے کہ کسی مؤمن کا دل خوش کرنا بھی نیکی اور صدقہ ہے۔

عدی ابن حاتم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عذاب دوزخ سے بچو خواہ ایک کھجور کی گٹھلی ہی سے (یعنی اس کے صدقہ سے) اگر یہ نہ پائے تو اچھی بات سے۔ (بخاری ومسلم ص ۳۹۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مال کے ذریعہ سے خوش نہ کر سکے تو خوش کن باتوں سے ہی دل مسرور کردے۔

خوش کلامی جنت کا باعث

حضرت مقدام عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے ایسی چیز بتادیجئے جو جنت کو لازم کرنے والی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کھانا کھلانا، سلام کو رائج کرنا، اور حسن کلامی سے پیش آنا۔

فائدہ: جنت جانے کا کتنا آسان نسخہ ہے۔ کاش ہمارے سمجھ میں آجائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کھانا کھلاؤ۔ سلام رائج کرو۔ خوش کلامی سے پیش آو۔ رات کو جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو۔ جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔

(ترغیب ج ۳ ص ۲۲۳)

جنت کا شیش محل کون لے گا؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کا باہر اندر سے، اندر باہر سے نظر آتا ہے۔ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کس کے لئے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے لئے جو خوش کلامی سے پیش آئے، کھانا کھلائے اور خدا کی عبادت کرے جب لوگ نیند میں ہوں۔

(حاکم، ترغیب ج ۳ ص ۲۳۲)

فائدہ: خوش کلامی وغیرہ کی کتنی بڑی فضیلت ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب ان سے کچھ معلومات کرو۔ گفتگو کرو تو الزامی جواب دیتے ہیں۔ طعن آمیز گفتگو کرتے ہیں۔ سیدھے مونہہ سے بات نہیں کرتے۔ بعض لوگوں کو تو دیکھا گیا

ہے کہ گویا وہ جائزہ لیتے ہیں کہ بات کرنے والا کیسا ہے اس سے مجھے کیا فائدہ ہے۔ اگر بڑا نہیں تو کوئی فائدہ نہیں۔ تو گفتگو بے رخی سے کرتے ہیں۔ حالانکہ ہر ایک سے خوشکلامی کا حکم ہے۔

آپ ﷺ کی خوش کلامی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے یہاں تشریف لاتے اور ہمارے چھوٹے بھائی سے فرماتے اے ابو عمیر نغیر کیا ہوا۔ (بخاری ۹۵)

فائدہ: ابو عمیر حضرت انس کے چھوٹے بھائی نے نغیر پرندہ پالا تھا وہ مرگیا ان سے آپ مزاحاً پوچھتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر الانبساط الی الناس لوگوں کے ساتھ خوش مزاجی اور خوش کلامی کا باب قائم کرکے اس کے مکارم اخلاق ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انس اور مودت کی وجہ سے لوگوں سے خوش مزاجی حضرات انبیاء علیہم السلام کی عادات حسنہ میں سے ہے۔

خوش کلامی کا مطلب اور فائدہ

خوش کلامی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مخاطب سے گفتگو کرنے میں ملاطفت، نرمی، محبت و اکرام کا پہلو نمایاں رکھے۔ اس سے طعن آمیز، سخت، جھڑک اور الزامی طور سے کلام نہ کرے۔ ایسی گفتگو ہو جو مخاطب کے دل میں بات کرنے والے کی محبت اور اس سے انس پیدا کردے۔

خوش کلامی آپس کے گفتگو اور تعلقات کے خوشگوار نتیجہ کا معیار ہے۔

خوش کلامی سے مقصد یہ ہے کہ باہم ایک انسان دوسرے انسان سے باتیں کرنے میں ایک دوسرے کے ادب و احترام اور لطف محبت کا پہلو ملحوظ رکھے تاکہ آپس میں خوشگوار تعلقات پیدا ہوں اور باہم محبت اور مروت بڑھے۔ (سیرۃ النبی ۵۲۳)

چونکہ خوش کلامی آپس کے حسن تعلق کا ذریعہ ہے جو مطلوب و محمود ہے اسی وجہ سے احادیث میں اس کی ترغیب اور تاکید آئی ہے۔ جس کا ذکر ماقبل میں گذرا۔ اس لئے مکارم اخلاق میں سے یہ ہے کہ ہر ایک سے خوش کلامی سے پیش آئے خواہ کسی مرتبہ اور کسی علاقے کا ہو۔ خصوصاً اہل ایمان سے خوش کلامی کا حکم ہے کہ ہر مؤمن قابل قدر ہے۔

خندہ پیشانی

خندہ پیشانی کا حکم

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کسی نیکی کو معمولی مت سمجھو۔ خواہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آؤ کہ یہ بھی نیکی ہے۔

(مسلم، ترغیب صـ ۴۲۱)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا اپنے بھائی سے مسکرانا صدقہ ہے۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ تم اپنے بھائی سے ملاقات کرو اور تمہارا چہرہ مسکرا رہا ہو۔ (ترغیب ج ۳ صـ ۴۲۳)

خندہ پیشانی سے پیش آنا صدقہ ہے

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو سلام کرو۔ خندہ پیشانی سے ملاقات کرو کہ یہ بھی صدقہ ہے۔ (ترغیب ج ۳ صـ ۴۲۱)

ہر بھلائی صدقہ ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر بھلائی صدقہ ہے۔ اور یہ بھی بھلائی میں سے ہے کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آؤ۔

(ترمذی، ترغیب ج ۳ صـ ۴۲۱)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جب بھی کسی سے ملاقات کرتے تو مسکراتے۔ ان سے وجہ پوچھی گئی تو کہا میں نے جب رسول پاک ﷺ سے گفتگو کی تو آپ مسکرا کر گفتگو

فرماتے۔ (تو میں بھی آپ کی اتباع میں مسکرا کر گفتگو کرتا ہوں۔) (مکارم طبرانی صـ۳۱۹)

خندہ پیشانی دل جیتنے کا ذریعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگوں کا دل مال کے ذریعہ سے حاصل نہیں کر سکتے مگر چہرہ کی مسکراہٹ اور حسن اخلاق سے۔

(حاکم ج۱ صـ۱۲۳، مکارم طبرانی صـ۳۱۸)

فائدہ: واقعی حسن اخلاق اور خندہ پیشانی ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ آدمی کا دل جیتا جاسکتا ہے۔ مال سے آدمی کا ظاہر تو موافق ہو سکتا ہے مگر دل نہیں۔

افضل ترین صدقہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ افضل ترین صدقہ یہ ہے کہ تم اپنے ڈول سے پانی اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دو اور اپنے بھائی سے ملاقات کرو کہ تمہارا چہرہ مسکرا رہا ہو۔ (مکارم صـ۳۱۸، ترمذی، مسند احمد ج۳ صـ۳۶۰)

ہر ملاقات پر مسکراہٹ

حضرت جریر بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی آپ ﷺ مجھے دیکھتے تو مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتے۔ (بخاری صـ۹۰۰)

فائدہ: یہ اخلاق و شفقت کا اعلیٰ ترین وصف ہے کہ آدمی اپنے احباب کے ساتھ جب بھی ملے تو مسکراہٹ کے ساتھ ملے۔ اس سے انس و تعلق پیدا ہوتا ہے اور عناد و مخالفت کا دفاع ہوتا ہے۔

خاموشی اور قلّت کلام

خاموشی اور سکوت میں نجات ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خاموشی میں نجات ہے۔ (ترغیب ج۳ صـ۵۳۶، بیہقی فی الشعب ج۲ صـ۲۵۴)

اچھی بات کہے یا خاموش رہے

حضرت ابوشریح الخزاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص خدا اور آخرت پر ایمان لائے یا تو وہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔ (مکارم الخرائطی)

کم گو کی مجلس میں شرکت کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب کسی بندے کو دیکھو کہ دنیا سے بے رغبتی اور کم گویائی اسے دی گئی ہے تو اس کے پاس رہا کرو کہ خدا نے اسے حکمت اور دانائی سے نوازا ہے۔ (بیہقی ج۷ صـ۲۵۴)

فائدہ: قلت گویائی عقل اور حکمت کی دلیل، ایسوں کی صحبت نفع بخش ہے۔

خاموشی کی دولت کم لوگوں کو نصیب ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ سے یہ نقل فرماتے ہیں کہ خاموشی حکمت اور دانائی ہے۔ یہ کم لوگوں کو نصیب ہے۔ (بیہقی فی الشعب ج۷ صـ۲۶۵، مکارم صـ۴۲۹)

کثرت کلام سے ہیبت جاتی رہتی ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس کا ہنسنا زیادہ ہوگا اس کی ہیبت کم ہو جائے گی۔ جس کا مذاق زیادہ ہوگا اس کا وقار جاتا رہے گا۔ جس میں جو چیز زیادہ پائی جاتی ہے وہ اسی سے پہچانا جاتا ہے۔ جس کا کلام زائد ہوگا اس کی غلطیاں زائد ہوں گی۔ اور اس کی حیاء کم ہو جائے گی اور جس کی حیاء کم ہوگی اس کا تقویٰ جاتا رہے گا اور جس کا تقویٰ کم ہوگا اس کا دل مرجائے گا۔ (شعب الایمان ج ۴ صـ ۲۵۷)

ایمان کی حقیقت نہیں پاسکتا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان کی حقیقت تو اس وقت تک نہیں پاسکتا جب تک کہ زبان کی حفاظت نہ کرے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آدمی ایمان کی حقیقت کو اس وقت تک مکمل نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ زبان کو محفوظ نہ کرے۔ (ترغیب صـ ۵۳۶ ج ۴ صـ ۲۶۰)

کون محفوظ رہے گا؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس۔ نے اپنی زبان کو محفوظ رکھا۔ اس کے عیوب مخفی رہیں گے۔ (ترغیب ج ۳ صـ ۵۲۷)

جو اپنی سلامتی چاہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ چاہے کی سلامتی سے رہے اسے خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ (بیہقی ج ۴ صـ ۲۴۱)

بولنے کے وقت دیکھ لے

حضرت عمر بن ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے آپ ﷺ کا یہ فرمان مبارک سنایا کہ اللہ پاک ہر بولنے والے کے قریب ہے۔ پس اپنے رب سے ڈرے۔ اور دیکھے کیا کہہ رہا ہے۔ (بیہقی ج ۷ صـ ۲۶۵)

فائدہ: تاکہ اس دنیا میں یا کل قیامت کے دن اسے رسوائی نہ ہو۔

قلیل کلام کثیر عمل مؤمن کی علامت

امام بیہقی نے فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مؤمن قلیل الکلام اور کثیر العمل ہوتا ہے۔ اور منافق بولتا زیادہ ہے اور عمل کم کرتا ہے (شعب الایمان ۷/ ۲۶۸)

فائدہ: خاموشی تقویٰ اور معرفت کی علامت ہے۔ زیادہ بولنا قلت معرفت کی دلیل ہے۔

لایعنی امور سے خاموش رہے

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام کی خوبی میں سے یہ ہے کہ بے فائدہ باتوں کو چھوڑ دے۔ (ترمذی، مکارم الخرائطی صـ ۴۳۶)

فائدہ: اسلام کی جامع ترین نصیحتوں میں ہے اس پر عمل کرنا ولایت اور معرفت کی علامت ہے۔ لایعنی امور سے بچنا کوئی معمولی بات نہیں۔ بہت کم لوگ اس دولت عظیم کے حامل ہیں۔

دو خصلتیں ترازو پر بھاری ہیں

حضرت رسول پاک ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو فرمایا اے

ابوذر دو خصلتیں تم کو ایسی نہ بتادوں جو کرنے میں ہلکی اور ترازوں میں بہت بھاری ہیں؟ انہوں نے کہاہاں اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم پر حسن اخلاق اور طویل خاموشی لازم ہے۔ (ترغیب ج ۳ صہ ۵۳۳، بیہقی فی الشعب ج ۳ صہ ۲۴۲)

محبوب ترین عمل

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے معلوم کیا کہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل کیا ہے تو لوگ خاموش رہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا زبان کی حفاظت۔ (شعب الایمان ج ۴ صہ ۲۴۵)

خاموشی ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے

عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کے لئے خاموشی کا مقام ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (شعب ج ۴ صہ ۲۴۵)

قیل قال سے اجتناب کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیل قال، کثرت سوال اور مال کی بربادی (بے جا صرف) کو پسند نہیں کرتا۔

(مکارم صہ ۴۶۵، بیہقی ج ۴ صہ ۲۵۳)

فائدہ: اس سے سراپا دین و دنیا کا نقصان ہوتا ہے، اپنا بھی نقصان، دوسروں کا بھی نقصان۔

تقویٰ اور احتیاط قلّت گویائی میں ہے

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کو یہ

کہتے ہوئے سنا کہ میں نے تقویٰ اور احتیاط کو تلاش کیا تو، قلت گویائی کے علاوہ کسی میں نہیں پایا۔ (مکارم صہ ۴۲۱)

فائدہ: خاموشی اور کم گویائی سے آدمی بہت سی نامناسب باتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

قلّت گویائی کو رائج کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آنے والا آپ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ اس نے کہا۔ اے اللہ کے رسول میں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ ان کو کس چیز کا حکم کروں۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو حکم دو کہ وہ سلام کو رائج کریں۔ اور کم بولنے کی عادت رکھیں۔ ہاں مگر جہاں فائدہ کی بات ہو۔ (مکارم الخرائطی صہ ۴۳۳)

زبان کی بے احتیاطی سے جہنّم کا نچلہ طبقہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بسا اوقات آدمی زبان سے ایسی بات بول دیتا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا حالانکہ وہ اس کی وجہ سے جہنّم کے نچلے طبقہ میں ستر خریف پہنچ جاتا ہے۔ (ابن ماجہ صہ ۲۸۵)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حفظ زبان کی وصیت

آپ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی جانب جب بھیجا۔ تو انہوں نے کہا مجھے نصیحت کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ تین مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا زبان کی حفاظت کرو۔ پھر حضرت معاذ نے فرمایا اے اللہ کے رسول! مجھے نصیحت کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ! تمہاری ماں تم کو روئے۔ کیا لوگ اپنے چہرے کے بل زبان کی وجہ سے نہیں گرتے۔ (مکارم صہ ۴۶۳)

فائدہ: زیادہ بولنے یا بلا سوچ سمجھے بولنے کی وجہ سے بسا اوقات ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔ اور رسوائی شرافت اور وقار کے خلاف ہے۔ حاکم کو ان امور کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے آپ نے اس کی تاکید فرمائی۔

نو ۹ حصے عافیت خاموشی میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ عافیت کے دس حصے ہیں۔ نو ۹ حصہ خاموشی میں ہے اور دسواں حصہ گوشہ نشینی میں ہے (کنز العمال ج ۹ ص ۳۵۰)

خاموشی عالم کے لئے زینت کی بات ہے

محمد ابن زہیر سے مرفوعاً روایت ہے کہ خاموشی عالم کے لئے زینت ہے اور جاہل کے لئے پردہ ہے۔ (کنز العمال ج ۹ ص ۳۵۰)

فائدہ: کہ نہ بولنے یا کم بولنے کی وجہ سے اس کی جہالت چھپی رہتی ہے جس سے مجلس میں رسوا نہیں ہوتا۔

خاموشی بہترین اخلاق ہے

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً منقول ہے کہ خاموشی اسلام کے بہترین اخلاق میں سے ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں جو دیلمی کی مسند الفردوس میں ہے یہ ہے کہ خاموشی اخلاق کی سردار ہے۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۳۵۰)

خاموشی سیکھنے کا حکم

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاموشی سیکھو، جیسے گفتگو سیکھتے ہو۔

خاموشی بلند اخلاق ہے۔ گفتگو کرنے سے زیادہ سننے کے حریص رہو۔ بلا فائدہ مت گفتگو کرو۔ بلا وجہ مت ہنسا کرو۔ بلا ضرورت یونہی کہیں مت جایا کرو۔

(کنز العمال ج ۳ ص ۷۷)

فائدہ: اچھے اخلاق سیکھنے ہی سے آتے ہیں۔ یا اچھے ماحول یا اچھے لوگوں کے پاس رہنے سے آتے ہیں۔ آج کا ماحول اپنے بلند اخلاق کو گم کر چکا ہے۔ چہار سو بد خلقی برے اوصاف رائج ہیں اس لئے اچھے مکارم اخلاق اچھی صحبت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ آج زیادہ بولنے کو کمال سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اس سے بے دریغ زبانی گناہ کا صدور بسہولت ہونے لگتا ہے۔ کم از کم مبالغہ آمیزی۔ جس میں جھوٹ کا شائبہ رہتا ہے اس سے تو خالی نہیں رہتا۔ بعض لوگ صرف اپنی سنانے کی عادت رکھتے ہیں۔ دوسروں کی بہت کم سنتے ہیں حالانکہ بولنے کے مقابلہ میں سننے کی ترغیب ہے۔ ہاں مگر گناہ کی بات نہ سنے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ایک جامع نصیحت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور درخواست کی کہ ہمیں کچھ نصیحت فرمادیجئے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں تقویٰ خدا (اس کی منع کردہ چیزوں سے بچنے) کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ تمہارے تمام کاموں کو زینت بخشنے والا ہے۔ میں نے کہا اور کچھ فرمائیے۔ آپ نے فرمایا تم پر تلاوت قرآن اور ذکر خدا لازم ہے۔ اس سے تمہارا ذکر آسمان میں ہوگا۔ زمین میں نور ہوگا۔ میں نے کہا اور فرمائیے۔ آپ نے فرمایا تم پر طویل خاموشی لازم ہے۔ یہ شیطان کو بھگانے والا ہے۔ اور تمہارے دینی معاملہ میں معین ہے۔ میں نے کہا کچھ اور فرمائیے۔ آپ نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو۔ یہ قلب کو مردہ کردیتا ہے۔ اور چہرے کے نور کو دور کردیتا ہے۔

میں نے درخواست کی اور نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا حق بات کہو۔ اگرچہ وہ کڑوی معلوم ہو۔ میں نے کہا اور فرمایئے آپ نے فرمایا (خدا اور شریعت کے معاملہ میں) کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ مت کرو۔ پھر عرض کیا اور فرمایئے۔ آپ نے فرمایا دوسروں کو ضرر و تکلیف سے بچایا جائے۔ (ترغیب ج ۳ صـ ۵۳۱)

فائدہ: بڑی جامع نصیحت ہے۔ ہر نصیحت آب زر سے لکھ کر سینے سے لگا لینے کے لائق ہے۔ یہ وہ بلند معیاری باتیں ہیں۔ جن پر عمل سے سعادت اور ولایت کے مرتبہ کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ہر مؤمن کو چاہئے کہ اس نصیحت کو سنتا رہے اور کوشش کرے کہ ان تمام کے عمل سے آراستہ ہو۔

آسان عبادت

ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں تم کو ایسی عبادت جو آسان ہو اور بدن پر بہت ہلکا ہونہ بتادوں۔ وہ خاموشی اور اچھے اخلاق ہیں۔

(ترغیب ج ۳ صـ ۵۳۳)

عبادت کا پہلا مرحلہ خاموشی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا چار چیزیں بہت کم مل پاتی ہیں۔ ① خاموشی کہ یہ اول عبادت (عبادت کا پہلا زینہ ہے) ② تواضع مسکنت ③ اللہ عزوجل کا ذکر ④ دنیا کی کمی (یعنی اس پر قناعت) (ترغیب صـ ۵۳۴)

فائدہ: اوصاف حمیدہ کا جمع ہونا واقعۃً مشکل ہے۔ اس کے مقابلہ میں عبادت آسان ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے فرمایا۔ یہ چار اوصاف لوگوں میں کم جمع ہو پاتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک نصیحت

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے درخواست کی کہ ہمیں کوئی آسان سی بات سکھا دیجئے۔ جس کی بدولت ہم بہشت میں پہنچ سکیں۔ فرمایا خاموش رہو اور باتیں بالکل نہ کیا کرو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ایسا کرنا تو ہمارے لئے ممکن نہیں۔ فرمایا اچھی بات کے علاوہ بری بات زبان سے نہ نکالا کرو۔

(کیمیائے سعادت مترجم صـ ۶۰۵)

فائدہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب زبان کی آفت بے اندازہ ہے۔ اور اس سے بچنا بھی انتہائی مشکل ہے۔ تو پھر اس سے نجات کی اس کے سوا کیا تدبیر ہوسکتی ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔ اور جہاں تک ممکن ہو۔ زبان کو چپ رکھنے کی کوشش کی جائے۔ اور بقدر ضرورت بات کرنے کی عادت کو اپنایا جائے۔

(کیمیائے سعادت صـ ۶۰۴)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یاد رہے خاموشی کی یہ فضیلتیں اس لئے حاصل ہیں کہ زبان کی آفتیں بے شمار ہیں۔ اور نوک زبان سے نکلنے والی باتیں اکثر و بیشتر بے ہودہ اور لغو ہوتی ہیں۔ جن کا کہنا صرف آسان ہوتا ہے بلکہ بڑی بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن بھلی اور بری کی تمیز اس زبان کو کیا ہوگی۔ صرف خاموشی ہی وہ چیز ہے جو اس آفت سے بچا سکتی ہے۔ اور ہمت و دل کا مجتمع رہنا اسی کی بدولت میسر آسکتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مفید کلام

پھر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ زبان سے نکلنے والی باتوں کی تفصیل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں۔

❶ جن کے کہنے سے سراپا نقصان ہو۔

② وہ باتیں جن کا کہنا نفع بخش بھی ہو اور نقصان رساں بھی۔

③ وہ باتیں جو نفع اور نقصان دونوں سے خالی ہوں۔

④ وہ باتیں جن میں فائدہ ہی فائدہ ہو۔

گویا تین چوتھائی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا نہ کہنا ہی بہتر ہے بلکہ کہنے کے قابل ہی نہیں ہوتیں۔ اور ایک چوتھائی ایسی ہوتی ہیں جن کا زبان سے نکالنا درست ہوتا ہے۔ اور اس قابل ہوتی ہیں کہ کہی جائیں۔ (کیمیائے سعادت ص۲۰۶)

اس سے معلوم ہوا کہ تین چوتھائی سے خاموش رہنا لازم ہے۔ لہٰذا خاموشی اور سکوت کی جو ترغیب ہے وہ انہی قسم کی باتوں کے متعلق ہے۔ سکوت اور خاموشی کا ہرگز یہ مفہوم نہیں کہ بالکل زبان بند کر دی جائے۔ بلکہ بلا ضرورت اور جس سے آخرت یا دنیا کا مشروع فائدہ نہ ہو اس سے زبان بند کر لی جائے اور زبان پر کنٹرول کر کے ذکر تلاوت کی عادت ڈالی جائے۔ یا دین و دنیا کے کاموں میں مصروف رہے۔ خالی آدمی عموماً گناہوں کا مرتکب آسانی سے ہو جاتا ہے۔

لغو و لغویات

ارشاد خداوندی

خدائے پاک عزوجل کا ارشاد مبارک ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾

"وہ لغو بیکار امور سے بچتے ہیں۔"

﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾

"جب لغویات کے قریب سے گذرتے ہیں تو سنجیدگی سے گذر جاتے ہیں۔"

﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ﴾

"جب لغو بیکار باتوں کو سنتے ہیں تو ان سے اعراض کرتے ہیں۔"

فائدہ: مؤمن کامل کا دوسرا وصف لغو سے پرہیز کرنا ہے۔ لغو کا اعلیٰ درجہ معصیت اور گناہ ہے۔ جس میں فائدہ دینی نہ ہونے کے ساتھ دینی ضرر و نقصان ہے۔ اس سے پرہیز واجب ہے۔ اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ نہ مفید ہو نہ مضر۔ اس کا ترک کم از کم ادنیٰ اور موجب مدح (قابل تعریف) ہے۔ (پارہ۱۸ ص۸)

لغو اور اس کی تعریف

لغو ہر وہ چیز ہے جس میں نہ دنیا کا فائدہ ہو نہ آخرت کا۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ

الجامع میں لکھتے ہیں۔ مَالَا خَيْرَ فِيهِ۔ او بما يلغى اثمه۔ جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور اس میں کوئی گناہ ہی ہو۔ (ج ۳ صـ ۱۰۳)

معارف میں ہے لغو کے معنی فضول کلام یا کام جس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو۔

(پارہ ۱۸ ار ۵)

لغو امور سے بچنے کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ لایعنی امور کو ترک کر دے۔ (ترمذی صـ ۵۸، مشکوۃ صـ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے یہ ہے کہ بے فائدہ امور کو چھوڑ دے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ صـ ۱۸)

فائدہ: یہ وقت، بہت قیمتی چیز ہے۔ زندگی کے یہ لمحات بڑی قیمت رکھتے ہیں۔ انہیں لمحات اور اوقات میں نیکی کرنے سے جنّت اور اس کے بلند درجات حاصل ہوتے ہیں۔ ان کو ضائع کرنا برباد کرنا بڑے خسارے کی بات ہے۔ عامۃ الناس۔ اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اپنے قیمتی اوقات کو یونہی مجلس بازی بیکار گفتگو میں ضائع کر دیتے ہیں۔ نہ دین کی دولت نہ دنیا ہی کی کوئی چیز حاصل کرتے ہیں۔ عوام خواص سب غفلت کا شکار ہیں۔ وقت کو دین یا دنیا میں خرچ کرنا عقل کی بات ہے۔ آج دنیا کے جھمیلوں میں گو اس کا احساس نہیں ہوتا مگر کل برزخ اور آخرت میں شدید احساس اور افسوس ہوگا۔ اور اس وقت افسوس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔

شفقت و رحمت

رحمت خدا کیسے حاصل ہو؟

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر خدا رحم نہیں کرتا۔ (ترمذی ج ۲ صـ ۱۳، بخاری و مسلم صـ ۸۸۹، ادب مفرد صـ ۳۲)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ (ترمذی ج ۲ صـ ۱۳، ترغیب)

بد بخت ہی شفیق و رحیم نہیں ہوتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ شفقت رحمت بد بختوں سے کھینچ لی جاتی ہے۔ (ترمذی ج ۲ صـ ۱۴، ادب مفرد صـ ۱۱۹)

فائدہ: یعنی جو بد بخت ہوتا ہے اسی میں رحم اور شفقت کا مادہ نہیں ہوتا۔

مؤمن نہیں

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم اس وقت تک مؤمن نہیں ہوگے جب تک کہ آپس میں ایک دوسرے پر رحم نہ کرو گے۔

(مجمع الزوائد ج ۸ صـ ۱۸۶)

جو اللہ کی رحمت چاہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں تم اگر مجھ سے رحمت چاہتے ہو تو میری مخلوق پر رحم کرو۔ (مکارم طبرانی ص ۳۲۶)

فائدہ: تمام مخلوق خدا کی عیال ہے۔ اسی لئے عیال پر رحم کرنا خدا کے رحم کا باعث ہے۔

جنّت میں کون داخل؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جنت میں رحم دل کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔ (کنز العمال ج ۹ ص ۱۵۴)

اہل جنّت کون؟

عیاض ابن حماد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اہل جنت تین قسم کے لوگ ہیں۔ ① منصف حاکم جو خیر اور بھلائی نافذ کرنے والا ہو۔ ② وہ آدمی جو رشتہ داروں اور عام مؤمنین پر رحم کرنے والا ہو۔ ③ پاک دامن کثیر العیال ہو۔

(مشکوۃ ص ۴۲۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو اپنوں اور غیروں پر رحمت کا برتاؤ کرنے والا ہو۔ باوجود کثیر العیال ہونے کے شفقت و محبت کے ساتھ سب کی پرورش کرتا ہو۔ اور حلال کمائی اختیار کرتا ہو کسی سے سوال نہ کرتا ہو۔

رحمت کے سو حصے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ پاک نے رحمت کے سو حصے کئے۔ ننانوے (۹۹) حصے تو اپنے پاس رکھے! اور ایک حصہ زمین پر اتارا۔ اس حصے کا اثر ہے جو تم مخلوق کے درمیان محبّت و مودت دیکھتے ہو کہ گھوڑا جو جانور ہے اپنے بچے پر پیر نہیں رکھتا کہ دب نہ جائے (ادب مفرد ص ۴۳ بخاری ج ۲ ص ۸۸۷)

فائدہ: یعنی رحمت کے ایک حصہ کا اثر یہ ہے کہ ماں اپنے بچے کے لئے تڑپتی ہے۔ اس کی تکلیف میں راتوں جاگتی ہے۔ خود بھوکی رہ کر اس کا پیٹ بھرتی ہے۔ انسان ہی نہیں بلکہ جانور میں بھی یہ بات ہے۔ کہ اپنے بچوں کی اچھی طرح حفاظت کرتا ہے۔ پیر رکھنے میں بھی احتیاط برتتا ہے کہ دب نہ جائے۔

چھوٹوں پر شفقت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا۔ وہ ہم میں سے نہیں (ترمذی ج ۲ ص ۱۴، ادب مفرد ص ۱۱۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی پاک ﷺ نے حضرت حسن کا بوسہ لیا تو اقرع بن حابس نے کہا۔ میرے تو دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کسی کا کبھی بوسہ نہیں لیا۔

آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(ترمذی ج ۲ ص ۱۳، ادب مفرد ص ۳۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک عورت کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین کھجوریں دیں۔ اس عورت نے ہر دو بچہ کو ایک ایک کھجور دے دی۔ اور ایک اپنے لئے روک لی۔ بچوں نے دونوں کھجوریں کھا کر اپنی ماں کی طرف دیکھا اس نے اس کھجور کے دو حصے کر کے دونوں کو دیدیئے۔ (اور خود بھوکی رہی) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ واقعہ آپ ﷺ کو سنایا۔ اس میں تجھے کیا تعجب خدا نے بچوں کے ساتھ شفقت کی وجہ سے اس پر رحم فرمایا۔ (یعنی اسے معاف فرمادیا) (ادب مفرد ص ۴۰)

جانوروں پر بھی شفقت

سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ایک اونٹ کے قریب سے

گذرے۔ جس کا پیٹ پیٹھ سے مل رہا تھا (دبلے ہونے کی وجہ سے) آپ نے فرمایا تم ان گونگے جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ٹھیک سے سواری کرو۔ اور ٹھیک سے کھانا دو۔ (ابوداؤد، ترغیب ص۲۰۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جانور کے ساتھ بھی محبت اور شفقت کا برتاؤ کرو۔ اس کا حق ادا کرو اسے تکلیف نہ دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا وہ جانور کو لٹا کر چھری تیز کر رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا اسے تم دو موت سے مارنا چاہتے ہو۔ کیوں نہیں لٹانے سے پہلے چھری تیز کر لی۔ (حاکم، ترغیب ص۲۰۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جلدی سے تیز چھری سے ذبح کرے۔ تاکہ اسے کم از کم تکلیف ہو۔ کہ جانوروں پر بھی رحم واجب ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک منزل پر آپ ﷺ نے قیام کیا۔ ایک شخص نے چڑیا کا انڈہ لیا، چڑیا آپ کے سر پر پھڑ پھڑانے لگی۔ آپ ﷺ نے پوچھا اس کا انڈا کس نے اٹھایا۔ اس شخص نے کہا میں نے اٹھایا ہے اس کا انڈا۔ آپ نے فرمایا اس پر رحم کرتے ہوئے اسے واپس کر دو۔

ذبیحہ کے ساتھ رحم کا برتاؤ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو ذبح ہونے والے جانور پر بھی رحم کرے گا خدا اس پر قیامت کے دن رحم فرمائے گا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ تکلیف دہ معاملہ نہ کرے۔ مذبح تک اچھی طرح لائے۔ تیز چھری سے جلدی ذبح کرے۔ اس کے سامنے چھری نہ تیز کرے۔ اسے بندھا ہوا نہ چھوڑے بلکہ باندھتے ہی ذبح کر دے۔ (ادب مفرد ص۱۲۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں باب رحمۃ الناس و البھائم قائم کر کے اس بات کی تعلیم دی ہے کہ جس طرح انسان رحمت و شفقت کا مستحق ہے اسی طرح بے زبان جانوروں پر بھی رحم کا حکم ہے۔ اس کی وجہ سے بھی مغفرت اور گرفت و پکڑ ہو سکتی ہے۔ کہ ایک شخص نے کتے کو پانی پلایا تو اس کی مغفرت ہو گئی۔ ایک عورت نے بلی کو بھوکا مارا تو جہنم رسید ہو گئی۔

رحمت و شفقت کا مفہوم

اسلام کی اخلاقی تعلیم میں اس کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ انسان کی بنیادی اخلاق میں سے ہے۔

جس میں رحم و شفقت کا مادہ نہیں وہ اسلام تو دور انسانی دائرے سے بھی خارج ہے۔ بے رحم انسان نہیں ہو سکتا۔ رحمت و شفقت کی وجہ سے انسان ایک دوسرے کی رعایت کرتا ہے اور اس سے مربوط ہوتا ہے۔ اور اسے فائدہ پہنچاتا ہے اور فائدہ حاصل کرتا ہے۔ گویا کہ یہ باہمی معاشرت کی بنیاد اور اصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص ناموں میں سے رحمٰن و رحیم ہے۔ اللہ پاک نے اس وصف سے جزوی طور پر بندوں کو بھی نوازا ہے۔ جس کا نمایاں اثر والدین اور اس کی اولاد کے درمیان ہے۔

دنیا میں رحم و کرم کے جو آثار ہیں وہ اسی رحمت کے آثار کے پرتو ہیں۔

خدائے پاک نے رحمت کے سو ٹکڑے کئے جن میں سے ننانوے ٹکڑے اپنے پاس رکھ لئے اور زمین پر صرف ایک ٹکڑے کو اتارا۔ اسی ایک ٹکڑے کا اثر آپ دیکھ رہے ہیں کہ ماں اپنے بچوں کو گود میں لئے خود بھوکی رہ کر اس کا پیٹ بھر رہی ہے۔ مرغی خود نہ کھا کر اپنے چوزے کو کھلا رہی ہے۔

رحمت و شفقت خدا کا محبوب وصف ہے۔ وہ خود بھی اس کا اعلیٰ وجہ الاکمل و الاتم حامل ہے۔ اور اپنے بندوں میں بھی یہ وصف دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے

اس کی تاکید و ترغیب آئی ہے اور زور دیتے ہوئے یہاں تک کہا گیا ہے کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

اس لئے دوسروں کے ساتھ رحمت و شفقت کا معاملہ کرنا اپنے اوپر رحمت و شفقت کا باعث ہے۔ جو دوسروں پر رحم و کرم نہیں کرے گا تو اس پر بھی رحم و کرم نہیں کیا جائے گا۔

ایثار

ایثار کے متعلق فرمانِ الٰہی

﴿یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾

"اور اپنی ضرورتوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ خود ہی وہ ضرورت مند کیوں نہ ہوں۔"

ایثار کے معنی دوسروں کی خواہش اور حاجت کو اپنی خواہش اور حاجت پر مقدم رکھنے کے ہیں۔

حضرات انصار اپنے اوپر دوسروں کو یعنی مہاجرین کو ترجیح دیتے تھے کہ اپنی حاجت و ضرورت کو پورا کرنے سے پہلے ان کی حاجت کو پورا کرتے تھے اگرچہ وہ خود حاجت مند اور فقر و فاقہ میں (ہوتے)۔ (معارف القرآن ص ۷ ج ۴)

چنانچہ حضرات مہاجرین کے معاملہ میں حضرات انصار نے بڑے ایثار سے کام لیا۔ اپنے مکانوں، دوکانوں، کاروبار زمین اور زراعت میں ان کو شریک کر لیا (ص ۵۰)

مفسر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے صحاح سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے جب مہاجرین مکہ سے مدینہ طیبہ آئے تو ان کے پاس کچھ نہ تھا اور انصار مدینہ جائیداد والے تھے۔ انصار نے ان حضرات کو ہر چیز آدھ آدھ دیا۔ باغات کے آدھے پھل سالانہ ان کو دینے لگے۔ حضرت انس کی والدہ اُمِّ سلیم نے اپنے چند درخت کھجور کے رسول ﷺ کو دے دیئے تھے۔ (قرطبی ج ۹ ص ۷ ج ۲)

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایثار کے واقعات

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی پوری زندگی ایثار پر تھی۔ وہ اپنی ضرورتوں میں اصحاب کی ضرورت کو مقدم رکھتے تھے۔ خدا کے مخلصین بندوں کا یہی شیوہ ہے۔ آج کا ہمارا معاشرہ اور ماحول بالکل ایثار کے خلاف بلکہ ظلم، خداع پر چل رہا ہے۔ ہر شخص دوسروں کو نقصان پہنچا کر اپنے فائدہ کو حاصل کرنے میں کوشاں ہے۔ خدا کی پناہ دیکھئے ہمارا ابتدائی ماحول، صحابہ کا معاشرہ کیسا تھا۔

قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک کو کسی شخص نے ایک بکری کا سر بطور ہدیہ پیش کیا۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ ہمارا فلاں بھائی اور اس کے اہل وعیال ہم سے زیادہ ضرورت مند ہیں۔ اس کو ان کے پاس بھیجا۔ جب دوسرے تک پہنچا تو اسی طرح انہوں نے تیسرے کے پاس اور پھر تیسرے نے چوتھے کے پاس بھیج دیا یہاں تک کہ سات گھروں میں پھرنے کے بعد پھر پہلے صحابی کے گھر واپس آگیا۔

فائدہ: دیکھئے۔ ایثار اور اپنے مقابلہ میں دوسرے کو ترجیح دینے کی اس سے کیا بہترین مثال ہوسکتی ہے۔ ہر ایک اپنی ضرورت کے باوجود دوسرے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ آج اس دور میں بلا ضرورت بھائی بھائی کا گلا دباتا ہے۔

ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری کے گھر رات کو کوئی مہمان آیا ان کے پاس صرف اتنا کھانا تھا کہ ان کے بچے کھا سکیں۔ انہوں نے بیوی سے کہا۔ بچوں کو تو کسی طرح سلا دو۔ اور گھر کا چراغ گل کردو۔ پھر مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر برابر بیٹھ جاؤ۔ کہ مہمان سمجھے کہ ہم بھی کھا رہے ہیں مگر ہم نہ کھائیں۔ تاکہ مہمان بافراغت کھا سکے۔ اس واقعہ پر یہ مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

احادیث اور تاریخ کی متعدد کتابوں میں ایسے واقعات ہیں جن سے ان حضرات کا

اپنے مقابلہ میں دوسروں کو ترجیح دینا منقول ہے۔

افسوس کہ ان واقعات کو صرف پڑھایا یا سنایا جاتا ہے ان جیسے اعمال اور احوال اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔

ایثار غریباں

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ نے فرمایا (جب کہ انہوں نے کچھ کھانا طلب کیا تھا) میں تم کو دوں اور اہل صفہ کو جو بھوکے پیٹ سوتے ہیں چھوڑ دوں ایسا نہیں ہوگا۔ (بیہقی فی الشعب ج ۳ ص ۲۵۹)

فائدہ: اس میں آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کے مقابلے میں اہل صفہ کو ترجیح دی۔ اور اس کا خیال کیا۔ چونکہ ان کا کوئی سہارا نہ تھا۔ عموماً یہ مساکین مدینہ کے باہر کے تھے۔ آپ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے عطایا پر ان کا گذر بسر تھا۔

حضرت عائشہؓ کے ایثار کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روزے سے تھیں۔ ایک مسکین نے آکر کچھ مانگا۔ آپ نے باندی سے کہا اسے دے دو جب کہ ایک روٹی کے علاوہ گھر میں کچھ نہ تھا۔ باندی نے کہا روزہ کھولنے کے لئے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر کہا اسے دے دو۔ چنانچہ باندی نے دے دیا۔ باندی نے کہا ابھی شام بھی نہ ہوئی کہ کسی کے گھر سے بکری کا گوشت آیا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے بلایا اور کہا لو کھاؤ یہ اس روٹی سے بہتر ہے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۳ ص ۲۶۰)

فائدہ: باوجود ضرورت اور احتیاج کے اپنے مقابلہ میں دوسرے کو ترجیح دی اور خود روزے پر بھوکا رہنا گوارہ کرلیا۔ یہ کمال تقویٰ اور زہد وسخاوت کی بات ہے۔ چنانچہ

اس قربانی پر اللہ کی نصرت ہوئی۔ اور ہمارا اب یہ حال ہے کہ ضرورت سے زائد اور فارغ رہنے پر بھی ہم ضرورت مندوں اور محتاجوں کا خیال نہیں رکھتے۔ یہ علامت ہے حرص اور حب مال کے دل میں سرایت کر جانے کی جو مذموم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کا تعاون حاصل نہیں۔ اور خدا کی غیبی مدد و نصرت سے محروم ہیں۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا وَلَا تَحْرِمْنَا مِنْهُ۔

سفارش

سفارش کے متعلق ارشاد خداوندی

﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا﴾

"جو شخص کسی بھلائی کی سفارش کرے گا تو اس کو اس کا حصہ ثواب ملے گا۔ اور جو کسی برائی کی سفارش کرے گا تو اس کو اس کا حصہ (گناہ) ملے گا۔"

یعنی جو شخص کسی شخص کے جائز حق اور جائز کام کے لئے سفارش کرے گا تو اس کو اس کا ثوب ملے گا۔ جو ناجائز حق اور ناجائز کام کے لئے سفارش کرے گا تو اس کو گناہ ملے گا۔ اس وجہ سے کہ اس نے ایک گناہ اور غلط بات میں اس کی مدد و اعانت کی۔ اور گناہ کی اعانت بھی گناہ ہے۔ (فتح الباری ج۱۰ ص۳۷)

قرآن پاک میں ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ﴾

"گناہ کے امور میں ایک دوسرے کی اعانت نہ کرو۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان شخص کے قتل میں ایک کلمہ سے بھی مدد کی تو وہ قیامت میں حق تعالیٰ کے سامنے پیشی میں اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا یہ شخص اللہ کی رحمت سے محروم و مایوس ہے۔ (معارف ص۱۳۹)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی گناہ اور ناجائز امر کے لئے سفارش مثلاً چور قاتل مجرم وغیرہ کو اس کے جرم و سزا سے بچانے اور بری کرنے کی سفارش اسی طرح ناجائز مقدمات میں سفارش وغیرہ جو آج کل کی دنیا میں ایک حق سمجھا جاتا ہے۔ ناجائز اور گناہ ہے۔ اس سے کبھی بھی دنیا میں امن اور صلاح قائم نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح کسی کی سفارش جائز اور ضروری کام کے لئے کردی تو اس پر ہدیہ اور تحفہ اور خوشی نامہ لینا حرام ہے۔

خیال رہے کہ سفارش کو اپنے وقار یا جاہ و عزت کا ذریعہ بنانا درست نہیں۔ سفارش قبول نہ ہو تو ہرگز ناراض اور بددل نہ ہونا چاہئے۔ بعض لوگ اس کو اپنے وقار اور عزت کا درجہ دے کر قبول کرنے پر مجبور اور نہ کرنے پر ناراض اور برہم ہوتے ہیں یہ درست نہیں۔ اسی طرح سفارش پر ناراض بھی نہ ہونا چاہئے مناسب ہو تو قبول کرے ورنہ خاموش ہو جائے کہ سفارش ایک مشروع اور مسنون امر ہے اس پر ناراض نہیں ہونا چاہئے۔ بعض لوگ سفارش سے ناراض ہو کر یہ کہتے ہیں مجھ سے بلاواسطہ کیوں نہ کہا یہ بھی درست نہیں۔ بالواسطہ کام اور جائز سفارش مشروع ہے پھر امر مشروع سے ناراضگی کیسی۔ یہ کبر و علو کی بات ہے۔

سفارش کیا کرو ثواب پاؤ گے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس جب کوئی سائل یا ضرورت مند آتا تو آپ فرماتے۔ سفارش کرو۔ ثواب پاؤ گے۔ اور فیصلہ تو خدا اپنے رسول کی زبان سے جو چاہے گا کرے گا۔ (اگر تم تو ثواب پالو گے) (بخاری ج ۲ ص ۸۹۱)

آپ ﷺ کو سفارش کا انتظار

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا سفارش کیا کرو، ثواب

پاؤ گے۔ کہ میں نیکی اور بھلائی کا کسی کے لئے ارادہ کرتا ہوں تو رکا رہتا ہوں۔ انتظار کرتا ہوں۔ کہ تم سفارش کرو گے اور ثواب پالو گے۔ (مکارم الخرائطی ج ۲ ص ۷۶)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سفارش کیا کرو۔ ثواب پاؤ گے۔ (جامع صغیر ج ۱ ص ۴۷)

فائدہ: ان احادیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ سفارش کرنا سنت ہے۔

آپ ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے تاکید فرمائی ہے۔ اور اس کا ثواب حاصل کرنے پر رغبت دلائی ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ سفارش کو پسند نہ کرنا اور اس کو اپنی شان اور وقار کے خلاف سمجھنا احکام شریعت سے ناواقفیت ہے اور یہ مزاج شریعت کے خلاف ہے۔ آپ نے دیکھا احادیث میں کسی کے کام پر کہ ہو جائے سفارش اور شفاعت کا حکم ہے۔ کسی کے کہنے اور کوشش کرنے سے کسی بھائی کا کام ہو جائے کسی کا فائدہ ہو جائے تو بہت ثواب کا کام ہے۔ سفارش کر دے خواہ کام ہونے کی امید ہو یا نہ ہو۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے، بہر صورت وہ ثواب پائے گا۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۰۷)

حدیث میں سفارش کا جہاں موجب ثواب ہونا بیان کیا گیا ہے وہیں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ سفارش کی حد یہی ہے کہ کمزور آدمی جو خود اپنی بات کسی بڑے تک پہنچانے اور اپنی حاجت صحیح طور پر بیان کرنے پر قادر نہ ہو تم اس کی بات وہاں تک پہنچا دو آگے وہ سفارش مانی جائے یا نہ مانی جائے۔ اور اس شخص کا مطلوبہ کام پورا ہو یا نہ ہو اس میں آپ کا کوئی دخل نہ ہونا چاہئے اور اس کے خلاف ہونے کی صورت میں آپ کو ناگواری نہ ہونی چاہئے۔ حدیث کے آخری جملہ میں ویقضی اللہ علی لسان نبیہ ماشاء کا یہی مطلب ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ میں اس طرح ارشاد موجود ہے کہ سفارش کا ثواب یا عذاب اس پر موقوف نہیں کہ وہ سفارش کامیاب ہو۔

بلکہ اس کا ثواب وعذاب کا تعلق مطلق سفارش کردینے سے ہے۔ آپ نے شفاعت حسنہ کردی تو ثواب کے مستحق ہوگئے۔ اور شفاعت سیئہ کردی تو عذاب کے مستوجب بن گئے۔ خواہ آپ کی سفارش پر عمل ہو یا نہ ہو۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۱۵۰)

خیال رہے کہ بہت سے لوگ سفارش سے گریز کرتے ہیں۔ یا تو وہ کسی کے پاس کسی دوسرے کے کام سے جانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یا ناکامیاب ہونے کی بنیاد پر اس سے انکار کردیتے ہیں۔ سو اس میں کبر کا شائبہ اور ثواب عظیم سے محرومی ہے۔ سُنّت اور شریعت کا حکم ہے کہ کوئی کسی کام کی سفارش مثلاً داخلہ، ملازمت، سروس وغیرہ کے سلسلے میں طالب ہو۔ تو جب موقعہ ہو تحریرًا یا تقریرًا سفارش کردے۔ ثواب عظیم اور رضاء خداوندی کا باعث ہے۔ خواہ اس کی سفارش کامیاب ہو یا نہ ہو۔ ہوجائے تو شکر خدا کرے نہ ہو تو امید ثواب سے خوش رہے ناراضگی کا اظہار نہ کرے۔ اسی طرح بعض اہل عہدہ اور انتظام کو دیکھا گیا ہے کہ وہ کسی کی سفارش کو اپنی شان کے خلاف سمجھ کر حد درجہ ناراض ہوتے ہیں۔ بلکہ سفارش کی وجہ سے اسے نامراد کردیتے ہیں۔ یہ بھی شدید نادانی اور مزاج شریعت سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے جس کو آپ ﷺ نے پسند کیا آپ نے انتظار فرمایا۔ جس کی ترغیب دی۔ جس کا باعث ثواب ہونا بیان کیا پھر اس سے ناراض ہونا ایمان کی نشانی کے خلاف ہے۔ لہٰذا سفارش کرنے اور لانے سے ناراض نہ ہو ہاں یہ کہاں ضروری ہے کہ وہ قبول ہی کرلے۔ مناسب نہ سمجھے تو سنجیدگی کے ساتھ معذرت کرلے۔

سفارش پر کچھ لینا رشوت ہے جو حرام ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے کسی کی سفارش کی اور اس پر اس سے کچھ پیشگی لیا گیا۔ یا اس نے اسے قبول کرلیا تو اس نے گناہوں میں سے ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کیا۔ (ابوداؤد، ترغیب ج ۳ ص ۳۹۵)

فائدہ: جس سفارش پر کوئی معاوضہ لیا جائے وہ رشوت ہے۔ حدیث میں اس کو سخت حرام فرمایا گیا ہے۔ اس میں ہر طرح کی رشوت داخل ہے خواہ وہ مالی ہو یا یہ کہ اس کا کام کرنے کے عوض اپنا کوئی کام اس سے لیا جائے۔

تفسیر کشاف وغیرہ میں ہے کہ (قرآن پاک کی آیت میں جو من یشفع شفاعة حسنة ہے) شفاعت حسنہ وہ ہے جس کا منشا کسی مسلمان کے حق کو پورا کرنا ہو یا اس کو کوئی جائز نفع پہنچانا ہو یا مضرت یا نقصان سے بچانا ہو اور یہ سفارش کا کام بھی کسی دنیاوی جوڑ توڑ کے لئے نہ ہو۔ بلکہ محض اللہ کے لئے کمزور کی رعایت مقصود ہو اور سفارش کسی ایسے ثابت شدہ جرم کی معافی کے لئے نہ ہو۔ جس کی سزا قرآن میں معین و مقرر ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۷)

تفسیر بحر محیط اور مظہری وغیرہ میں ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا بھی شفاعت حسنہ میں داخل ہے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۷، معارف القرآن پارہ ۵ ص ۱۵۱)

بڑے افسوس اور حیرت کی بات ہے کہ آج ہمارا معاشرہ اور ماحول نہ گناہ کو گناہ سمجھتا ہے اور نہ گناہ معلوم ہوجانے کے بعد جب کہ مالی فائدہ ہو۔ اس سے بچنے کے لئے تیار ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی کی سفارش کی اور اس کی سفارش سے کوئی اہم کام ہوجاتا ہے۔ تو خواہ مخواہ رقم کی شکل میں یا دعوت وہدایا کی شکل میں نفع حاصل کرنا اپنی کوشش کا حق لازم سمجھا جاتا ہے۔ بسا اوقات تو پہلے سے معاوضہ اور کمیشن بھی طے ہوجاتا ہے۔ یہ تمام شکلیں حرام اور ناجائز ہیں۔ مصیبت بالائے مصیبت ہے کہ سفارش کی سعی پر اجرت اپنا حق سمجھا جاتا ہے جو سراپا غلط اور نادرست ہے۔ جب گناہ اور خدا رسول کی حرام کردہ چیزوں کو مال کی حرص کی وجہ سے اپنا حق سمجھا جائے گا۔ تو اس سے تباہی اور خدا کا غضب نازل نہ ہوگا تو اور کیا؟ خدا ہی فہم عطا فرمائے۔

حسن ظن

خدائے پاک سے اچھی امیدیں وابستہ رکھے

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں بندوں کے گمان اور امید جیسا معاملہ کرتا ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس حال میں کہ خدائے پاک عزوجل کے ساتھ اس کا گمان اچھا ہو۔ (ج ۱۱ ص ۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں بندے کے گمان کے موافق فیصلہ کرتا ہوں۔

(ترمذی ص ۹۳، مسلم، بیہقی ص ۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ عمل کرتے ہوئے اس کی گرفت سے ڈرتا رہے۔ طاعت و عبادت کے عدم قبولیت سے ڈرتا رہے۔ بلا عمل کے امید نافع نہیں بلکہ موہوم ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان حسن ظن، حسن عبادت کے ساتھ ہے۔ ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ بلا عمل کے امید پر بھروسہ کئے رہنا خدا پر جرأت ہے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۲ ص ۱۰)

خدا کے ساتھ بہتر امید رکھنے کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو رب العلمین کے ساتھ بہتر گمان رکھو۔ کہ خدائے پاک اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہے۔ (بیہقی فی الشعب ص ۸)

فائدہ: بندہ جیسا خدا کے سامنے گمان کرتا ہے۔ اس کے گمان کے مطابق خدائے پاک بندے کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔

خدائے پاک سے خوف اور امید

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس مؤمن کے دل میں خوف اور امید جمع ہو جائے۔ خدائے پاک اس کی امیدوں کو پورا کرتے ہیں اور اسے خوف سے مامون کر دیتے ہیں۔ (شعب الایمان)

فائدہ: نہ محض خوف ہی کرتا ہے کہ اللہ ہمیں معاف نہ کرے گا۔ اور نہ امید ہی پر بھروسہ کئے رہے کہ عمل سے ڈھیلا پڑ جائے۔ چنانچہ ابو عثمان مغربی نے کہا کہ جو اپنے نفس کو محض امیدوں پر رکھے تعطل میں پڑ جائے گا۔ اور جو اپنے نفس کو خوف پر ہی رکھے گا مایوس رحمت ہو جائے گا۔ (الشعب ج ۲ ص ۲۲)

خوف اور امید کا وقت

محدث بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سری کا قول نقل کیا ہے کہ خوف امید سے افضل ہے۔ جب تک کہ آدمی صحت مند رہے۔ اور جب موت کے آثار طاری ہو جائیں تو امید افضل ہے خوف سے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۲ ص ۷)

مطلب یہ ہے کہ صحت کی حالت میں خوف و خشیت بہتر ہے تاکہ اعمال صالحہ کا صدور ہو۔ اور جب عمل کا وقت نہ رہے تو امید اور رضا بہتر ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوف کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی معصیت سے اپنے آپ کو روک دے اور اپنے آپ کو عبادت و طاعت پر ابھارے۔ یہاں تک کہ جب موت کا وقت آجائے تو خدا کی رحمت سے امید زیادہ وابستہ ہو جائے اور اس کے کرم و فضل پر زیادہ دل متوجہ ہو جائے اللہ کے وعدہ پر بھروسہ کرتے ہوئے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے

"ریاض الصالحین" میں بیان کیا ہے کہ حالت صحت میں خوف امید دونوں برابر ہو اور مرض کی حالت میں صرف امید اور حسن ظن ہو۔ (دلیل ج ۲ ص ۳۶۴)

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اے میرے بیٹے خدا سے امید تمہیں معصیت پر برانگیختہ نہ کردے۔ اللہ پاک سے ایسا خوف کرو کہ وہ تمہیں رحمت سے مایوس نہ کردے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۲ ص ۱۸)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ خدا سے ایسا خوف نہ کرتا رہے کہ وہ اس کے کرم سے ناامید کردے۔ جیسا کہ ایسی امید ورجاء نہ ہو کہ خدا کی گرفت سے مامون ہو جائے اور گناہ پر دلیر ہو جائے۔

امید پر فضل خداوندی کا واقعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ نے اپنے ایک بندے کو جہنم کا حکم دیا۔ چنانچہ جب وہ جہنم کے قریب کھڑا ہوا تو کہا اے اللہ آپ کے متعلق میرا گمان بڑا اچھا تھا (کہ آپ مغفرت فرمادیں گے) تو اللہ پاک نے کہا اسے لوٹاؤ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔ (بیہقی فی الشعب ص ۹)

قریب الموت خدائے پاک سے حسن ظن رکھنے کا حکم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی وفات سے تین دن قبل فرمایا تم میں سے کسی کی وفات نہ ہو مگر یہ کہ خدا کے ساتھ اسے حسن ظن ہو۔

(مسلم ص ۳۸۷، ریاض الصالحین)

فائدہ: ابن علان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب موت کا وقت قریب ہو جائے تو امید اور رجاء کو اپنے اوپر غالب رکھے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ مرنے کے وقت حسن ظن کا نہ رکھنا ممنوع ہے۔

ابن علان رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا اب تو عمل اور معاصی سے بچنے کا وقت تو ہے نہیں۔ اس لئے حسن ظن کے علاوہ اور وہ کیا رکھ سکتا ہے۔ حسن ظن کا مفہوم یہ ہے کہ خدائے پاک کی رحمت سے معافی کی امید رکھے۔ (دلیل الفالحین ج ۲ ص ۳۶۱)

بندوں کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا حسن ظن رکھنا عبادت ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے متعلق حسن ظن رکھنا اہمیت اور فضیلت میں عبادت کی طرح ہے۔ کہ اس کی وجہ سے بندوں کے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ربط و محبت کا ذریعہ ہے جو محمود اور مطلوب ہے۔ اسی وجہ سے مؤمن کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۴ ص ۱۳۲)

ہاں مگر یہ کہ دلائل اور آثار ظاہرہ سے کوئی بات نامناسب معلوم ہو تو دوسری بات ہے۔ پھر اس کی تاویل کرے اور اس کا بہتر محمل ڈھونڈے تاکہ بدگمانی سے بچا رہے۔

صراحۃً کوئی نامناسب امر دیکھے اور اس سے حسن ظن قائم نہ رہ سکے تو اس کی گنجائش ہے۔ مگر پھر بھی اس کی تاویل کرے تو بہتر ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے۔ جب ہم کسی کو عشاء کی جماعت میں نہ پاتے تو اس سے بدگمان ہو جاتے۔ حافظ ابن حجر نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یا تو وہ کسی مرض جسمانی کی وجہ سے شریک نہ ہوا یا پھر وہ دین میں تساہل اور کمزور ہونے کی وجہ سے شریک نہ ہوا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۹۹)

لوگوں کے ساتھ بدگمانی نہ کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خبردار بدگمانی سے

بچو۔ بدگمانی بری بات ہے۔ (مسلم ص۳۱۶، بخاری ج۲ ص۸۹۶، ترمذی ج۲ ص۲۹)

فائدہ: علامہ نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے کہ اس سے کسی کے ساتھ بدگمانی کا ممنوع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اگر کسی کے متعلق ذہن میں یا دل میں کوئی کھٹک آئے تو یہ ممنوع نہیں۔ ہاں مگر اسے دل میں جگہ نہ دے بالکل نکال دے۔ (شرح مسلم ص۳۱۶)

اسی طرح اگر کسی کے متعلق کوئی خلاف شرع بات نامناسب سنے تو فوراً اس سے بدگمانی نہ کرنے لگ جائے اور متاثر نہ ہو بلکہ ذہن سے گذار دے اس سے صرف نظر کرے۔

یا اس کی اچھی تاویل ڈھونڈھ کر نکال لے۔ چنانچہ قرآن پاک میں اس کی تاکید ہے کہ کسی مؤمن کے بارے میں جس کی نیکی اور صلاح ظاہر ہو اس کے متعلق نامناسب خبر سن کر فیصلہ نہ کرلو۔

﴿وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا﴾ (سورہ نور)

اس سے ثابت ہوا کہ کسی مسلمان کے بارے میں جب تک کسی گناہ یا عیب کا علم کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے ساتھ نیک گمان رکھنا اور بلا کسی دلیل کے عیب و گناہ کی بات اس کی طرف منسوب کرنے کو جھوٹ قرار دینا عین تقاضائے ایمان ہے۔ (معارف القرآن ص۸۹)

مشورہ

مشورہ کے متعلق آیت قرآنیہ

قرآن کریم نے مشورہ کا صریح حکم دیا ہے:

سورہ شوریٰ میں مؤمنین کاملین کے اوصاف کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾

"ان کے امور آپس میں مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ کمال ایمان سے مشورہ کا تعلق ہے۔ جبابرہ اور متکبرین کا طریقہ ہے کہ وہ خود اپنے کو سب سے زیادہ صائب الرائے اور عقیل سمجھ کر بلا مشورہ کے امور انجام دیتے ہیں۔

آپ ﷺ کو بھی مشورہ کا حکم دیا گیا چنانچہ آپ نے غزوۂ بدر کے قیدیوں کے متعلق اصحاب سے مشورہ کیا۔ غزوۂ احد، غزوہ خندق میں حدیبیہ کے موقعہ پر اہمیت کے ساتھ مشورہ کیا۔ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم بھی اسی نقشہ قدم پر گامزن رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو معمولی معمولی امور میں بھی اصاغر تک سے مشورہ فرماتے۔

چنانچہ ایسے دینی و دنیاوی امور جن میں حکم واضح اور صریح نہ ہو ان میں مشورہ رسول پاک ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اسلاف عظامؒ کی سنت و باعث برکت اور انجام کے اعتبار سے خیر کے پہلو کا حامل ہے۔

مشورہ کا محل

خیال رہے کہ مشورہ کا حکم ہر مقام پر نہیں ہے۔ مشورہ ان ہی چیزوں میں ہے جن کے بارے میں قرآن وحدیث کا واضح قطعی حکم موجود نہ ہو۔ مثلاً علم دین حاصل کرنے کا مشورہ نہ کرے۔ ہاں یہ کر سکتا ہے۔ کہاں جائے۔ کیا صورت و ترتیب اختیار کرے۔

انتظامی امور میں مشورہ کی اہمیت

خیال رہے کہ انتظامی امور میں ارکان انتظام سے جو ان کے انتظام میں معین ومدد گار ہوں از حد مشورہ ضروری ہے۔ خواہ وہ ماتحت ہی کیوں نہ ہوں۔

اس سے انتظامی امور کے نافذ کرنے میں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا حال اور مآل کا پہلو کس رخ کا حامل ہے۔ یعنی اس وقت تک اس کا کیا ثمرہ ظاہر ہوگا۔ اور بعد میں اس کا کیا نتیجہ سامنے آئے گا۔ عموماً آج کل حب جاہ اور اپنے تصوراتی وقار و اقتدار کے نشہ میں مشورہ کو اپنے مرتبہ کے خلاف سمجھتے ہیں۔ جس کا نتیجہ بالکل واضح اور نمایاں ہوتا ہے ان کا انتظام اپنے علاوہ کی نگاہوں میں ناکامیاب ہوتا ہے۔ گو ان کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ جب خامیوں اور ناتجربہ کاریوں کا آوا پھوٹ جاتا ہے۔ تو وہ انتظام سے سبکدوش ہو جاتے یا کردیئے جاتے ہیں۔ اگر یہ سُنّت کے مطابق مشورہ سے امور انجام دیتے تو ناکامیابی قدم نہ چومتی۔

مشورہ برائے نام

آج کل مشورہ اولاً تو ہوتا نہیں، اگر ہوتا ہے تو صرف خانہ پری کرنے کے لئے، مشورہ سے پہلے ہی ایک متعیّن حکم ذہن میں رکھ لیا جاتا ہے، پس مجلس میں اس کی تصدیق

مقصود ہوتی ہے۔ ماتحت حضرات لحاظاً اس کی تصویب کر دیتے ہیں۔ یا یہ کہ پہلے سے ہی احباب سے مل کر یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ یہ پاس کرنا ہے اور اس کی تائید کرنی ہے۔

مشورہ کس سے؟

جس کام کے متعلق مشورہ کرے اسے واقف اور اچھی صحیح جانکاری رکھنے والے سے مشورہ کرے۔ مثلاً معالجہ کا مشورہ کسی اچھے ڈاکٹر سے کرے۔ کسی باورچی یا گھاس کھودنے والے سے نہ کرے۔ مشورہ میں اس کا لحاظ رکھے کہ دیندار سے ہو۔ تاکہ دنیا کی اچھائی کے ساتھ دین کا گھاٹا نہ کرادے۔ اس لئے حکم ہے کہ مشورہ سمجھدار دیندار سے کرے تاکہ دین کا نقصان نہ ہو۔

مشورہ سے اچھائی کا رخ نکلتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے کسی کام کے کرنے میں کسی مسلمان سے مشورہ کیا۔ خدائے پاک اسے اچھے راستہ کی جانب رہنمائی فرمائیں گے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو مشورہ سے اپنے اہم امور کو انجام دیتا ہے۔ خدائے پاک اس کے لئے خیر کا راستہ کھول دیتے ہیں۔ اور اس میں وہ نقصان نہیں اٹھاتا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب کوئی قوم مشورہ سے کام کرتی ہے تو ضرور ان کو صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے۔ (ادب مفرد ص ۸۷)

مشورہ والا گھاٹے میں نہیں رہتا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے استخارہ کیا وہ گھاٹے میں نہ رہے گا۔ جس نے مشورہ کیا وہ نادم نہ ہوگا۔ جس نے

(خرچ میں) میانہ روی اختیار کی وہ تنگ دست نہ ہوگا۔ (مجمع الزوائد صـ۸)

فائدہ: چونکہ مشورہ سے خیر کا راستہ کھلتا ہے۔ اس لئے شرمندگی کا منہ نہیں دیکھے گا۔ اگر کسی وجہ سے خدانخواستہ گھاٹا بھی نظر آئے گا تو تسلی ہو جائے گی کہ میں نے مشورہ سے کام لیا ہے انشاء اللہ خدا کی مدد و نصرت ہوگی۔ خاص کر کے مدارس اور مساجد اور قومی ملی امور میں کام مشورہ سے کرنا۔ بہت ہی خیر کا باعث اور فتنہ و فساد کے دفع کا باعث ہوتا ہے۔ اسی لئے کامیاب مدارس میں شوریٰ کا نظام ہوتا ہے۔

سمجھداروں سے مشورہ کرو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ صائب الرائے اہل فہم سے مشورہ کرو۔ صحیح رہنمائی حاصل ہوگی۔ اور مشورہ کے خلاف مت کرو کہ ندامت ہو۔ (کنز العمال ج ۳ صـ۲۱۰)

فائدہ: جو مشورہ میں پاس ہو جائے تو خدا پر بھروسہ کر کے وہی کرے۔ اس کے خلاف نہ کرے کہ ندامت اٹھانی پڑے اور خدا کی مدد و نصرت نہ ہو۔

اہل مشورہ کون؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مشورہ دیندار سمجھدار اور عبادت گذار سے کرو۔ اپنی رائے کو دخل نہ دو۔ (طبرانی، کنز صـ۲۱۱)

فائدہ: مشورہ ہمیشہ دیندار سے کرے۔ تاکہ دین کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا مشورہ دے۔ مثلاً ناجائز سودی تجارت کا مشورہ کسی دنیادار سے کرے گا تو وہ اسے یقیناً اختیار کرنے کا مشورہ دے دیگا، بخلاف دیندار کے کہ وہ اسے ہرگز مشورہ نہ دے گا۔ اسی طرح لڑکیوں کی اسکولی تعلیم کا، ٹی وی کا مشورہ دنیادار دے گا مگر کوئی دیندار نہ

دے گا۔ اس لئے مشورہ کسی نیک صالح سے کرے۔

مشورہ سے بھلائی کی رہنمائی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو آدمی کسی کام کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس میں کسی مسلمان سے مشورہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس میں اچھائی کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ (طبرانی، فی الاوسط، کنز صـ۲۰۹)

مشورہ خیر کا باعث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے حکام اچھے لوگ ہوں۔ تمہارے مالدار سخی ہوں۔ تمہارے کام آپس میں مشورہ سے طے پائیں۔ تو زمین کے اوپر کا حصہ نیچے سے بہتر ہوگا۔ (ترمذی ۵۲ مختصراً)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ علاقے کے انتظامی امور مشورہ سے حل ہونا خیر و عافیت کا باعث ہے۔ اس کے برخلاف منتظم اور حاکم کا خود اپنی مرضی سے کہ جو چاہے کرے شر اور فتنہ کا باعث ہے۔ ایسا زمانہ جو من مانی کا ہو۔ بلا مشورے کے حاکم اور منتظم ہو جو چاہے کرے یہ شر کا زمانہ ہے۔ چنانچہ آج اربابِ انتظام میں ایسی ہی بات پائی جارہی ہے۔ مشورہ دیا تو اس وجہ سے عمل نہیں کرتے کہ کسی کو صائب الرائے نہیں سمجھتے یا اعتماد نہیں یا اس وجہ سے کہ اپنی من مانی نہ ہو سکے گی یا اپنی کمزوری کی وجہ سے خوف ہے کہ اپنی رائے کو غالب نہ کر سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ کام میں اچھے نتائج ظاہر نہیں ہوتے اور مستقبل میں کوئی روشن نتائج نہیں آتے۔

کس سے مشورہ نہ کرے؟

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صلہ رحمی (صدقہ خیرات) میں بخیل سے

جہاد میں بزدل سے، شادی بیاہ میں جوان سے مشورہ نہ کرے۔

(مکارم خرائطی ص۶۰۷، کنز العمال ج ۳ ص ۴۰۹)

فائدہ: چونکہ یہ خود خیر پر نہیں۔ تو دوسرے کو کیا خیر کا مشورہ دیں گے۔

ہر کہ خود گم است کرا رہبری کند

شادی بیاہ کے سلسلے میں معمر سے مشورہ کرے کہ وہ تجربہ کے دور سے گذر چکا ہے۔ نئی عمر کے نوجوان امور نفسانی کی رعایت کرتے ہوئے مشورہ دیں گے جو گو وقتی اعتبار سے خوش نما نظر آئے گا مگر مال کے اعتبار سے مہلک ہوگا۔ مثلاً وہ شادی میں حسن اور مال کو بنیاد بنائے گا۔ اخلاق سیرت اور معاشرہ کی صلاح گھریلو امور کی اچھائی کی رعایت نہ کرے گا۔

غلط مشورہ دینے والا خائن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے کوئی مسلمان مشورہ چاہے اور اس نے بغیر سمجھے بوجھے دے دیا تو اس نے خیانت کی۔

(ادب مفرد ص۸۱۷)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے جان بوجھ کر خیر کے خلاف مشورہ دیا۔ اس نے خیانت کی۔ (کنز العمال)

مشورہ دینے والا ذمہ دار ہوتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے مشورہ لیا جائے وہ ذمہ دار ہوتا ہے۔ (ادب مفرد ص۸۶، ابن ماجہ ص۲۶۶، ابوداؤد ص۶۹۹)

فائدہ: بعض لوگ باوجودیکہ خیر اور نفع کا رخ جانتے ہیں پھر بھی دوسرا مشورہ دے

کر نقصان میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ بہت غلط بات ہے ایسا آدمی خائن ہے۔ مثلاً کسی نے مشورہ لیا میں فلاں جگہ تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں یا فلاں کے یہاں کام کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ جانتا ہے کہ اچھا اور بہتر ہے۔ مگر اس کو اس جگہ یا اس آدمی سے حسن ظن یا اچھے تعلقات نہیں یا یہ کہ اس نے ایسا کیا تو ہم سے بڑھ جائے گا لہٰذا اس کے خلاف مشورہ دے دیا۔ مثلاً جس سے مشورہ کیا جائے اس کی ذمہ داری کا مطلب یہ ہے کہ خیر خواہی اور ہر پہلو کو دیکھ کر سوچ سمجھ کر مشورہ دے ایسا نہ ہو کہ عداوت مخالفت یا حسد کی وجہ سے نامناسب مشورہ دے کر اسے نقصان پہنچاوے۔ جیسا کہ بعض بے پرواہ لوگ ایسا کر کے پریشان کر دیتے ہیں۔ بعض بد خلق انسانیت سے دور خیر اور نفع کا مشورہ نہ دے کر پھنسانے میں کمال سمجھتے ہیں۔ اس کی ممانعت ہے یہ اسلام ہی نہیں مروت انسانی کے بھی خلاف ہے۔

کم عمروں سے بھی مشورہ کرے

ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کسی معاملہ میں ضرورت پڑتی تو جوانوں کو بلا کر مشورہ کرتے اور ان کی تیزی عقل سے فائدہ اٹھاتے۔ (کنز العمال ص۷۸۹، جامع بیان العلم)

فائدہ: معلوم نہیں کون کس ذہن کا حامل ہے۔ اور کس پر معاملات کا نفع و نقصان واضح اور روشن ہے۔ اس لئے اپنے سے کم عمروں سے بھی مشورہ کرے۔ اس میں تواضع اور مسکنت بھی ہے۔ جوانوں کی عقل و ذہانت سے خیر و نفع کا پہلو بھی واضح ہو جائے گا۔ ان کی اعانت بھی شامل رہے گی۔ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے "جامع بیان العلم" میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں جوان، عمر رسیدہ قرآء کا اجتماع رہتا تھا اور وہ ان حضرات سے بسا اوقات مشورہ فرماتے۔

خیر و برکت کی وجہ سے مشورہ کا حکم

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو حکم دیا کہ مشورہ کیا کریں۔ چونکہ مشورہ میں خیر اور برکت ہے۔ (سبل الہدیٰ ج۹ ص۲۹۸)

فائدہ: جب آپ ﷺ کو مشورہ کا حکم دیا گیا تو اُمّت کو بدرجہ اولیٰ مشورہ کا حکم ہوگا اور اس کی تاکید ہوگی۔ آج کل مشورہ سے کام نہیں ہوا کرتا جس کی وجہ سے نتیجہ خیر کے بجائے شر کا، برکت کے بجائے زحمت کا ہوتا ہے۔ جب دل میں کسی بات کو ناحق اور انصاف و مساوات کے خلاف جاری کرنے کا عزم ہوتا ہے۔ جسے دوسرے الفاظ میں کہئے جب دل میں چور ہوتا ہے تو مشورہ نہیں کیا جاتا۔ چونکہ اس کی بنیاد نفس پرستی پر ہوتی ہے اس لئے انجام بہتر نہیں ہوتا۔ صحیح طور اور سُنّت کے مطابق مشورہ کرنے میں یہ خرابی نہ ہوگی اور مستقبل میں خیر کا پہلو ظاہر ہوگا جس سے دین اور دنیا دونوں کی بھلائی پر رہے گا۔

عدل و انصاف

عدل کے متعلق فرمانِ الٰہی

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ﴾

"اللہ پاک تمہیں عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے۔"

قرآن پاک کی متعدد آیتوں میں عدل و انصاف کا حکم ہے۔ اس آیت میں جن اچھی باتوں کا حکم دیا ہے۔ ان میں سب سے پہلے عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔

عدل قانون کا اقتضاء ہے۔ اور احسان اور درگذر کرنا اخلاق کا مطالبہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نظم عالم کو قائم رکھنے کے لئے سب سے پہلے عدل کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد احسان کی تاکید کی ہے۔ عام معاملات میں عدل و انصاف کی سب سے زیادہ ضرورت روزانہ کی خرید و فروخت اور ایک دوسرے سے لین دین میں پڑتی ہے۔ اس کی ضرورت جہاں انفرادی معاملہ میں پڑتی ہے اس سے کہیں زائد جہاں انتظامی معاملہ ہو۔ جس کی ماتحتی میں لوگ کام کرتے ہوں۔ ضرورت پڑتی ہے۔

عدل و انصاف حکومت و سلطنت خواہ وہ کسی درجہ کی ہو (جیسے نظامت صدارت اہتمام) کامیابی کا ستون اور بنیاد ہے۔

ترقی اور فلاح کی روح عدل و انصاف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کمزوروں اور اجانب، قریب بعید کے درمیان میں فرق ہو جائے۔ کسی کا اختلاف اور اس کی مخالفت عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھڑا دے کہ یہ بڑا نازک ہے۔ اسی لئے قرآن نے تاکید

سے بیان کیا ہے وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ الخ۔

منصف اور عادل خدا کے قریب ہوں گے

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ پاک کے قریب وہ ہوگا جو منصف اور عادل حاکم ہوگا۔ اور سب سے سخت ترین، عذاب اور غضب خداوندی کے اعتبار سے وہ ہوگا جو لوگوں کے حقوق کو ضائع کرتا ہوگا۔ (مشکوٰۃ صہ ۳۲۲)

خدا کے سایہ میں کون سبقت کرنے والا؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے پوچھا جانتے ہو۔ قیامت کے دن خدائے پاک کے سایہ میں کون سبقت کرنے والا ہوگا۔

آپ نے فرمایا وہ ہیں جن کو حق بات کہی جائے تو قبول کرلیں، ان سے سوال کیا جائے تو خرچ کریں، اور لوگوں کے لئے ایسا ہی فیصلہ کریں جیسا اپنے حق میں کریں۔

(مشکوٰۃ صہ ۳۲۲)

انصاف برتنے والوں کا مقام

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو لوگ اپنے معاملہ میں انصاف کرنے والے ہوں گے۔ وہ قیامت کے دن رحمٰن کے قریب دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔

(مختصراً مسلم ج ۲ صہ ۱۲۱، مشکوٰۃ صہ ۳۲۱)

فائدہ: چونکہ انصاف کرنا ایک بہت مشکل امر ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس بات میں حق و انصاف کا دامن نہیں چھوڑتے، کہ آخرت میں ایسے بلند و بالا درجہ

کے حامل ہوں گے۔

ہر ایک سے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے۔ ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا (اپنے ماتحتوں پر انصاف کیا کہ نہیں۔) پس وہ حاکم جو لوگوں پر مامور ہے ان سے ان کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ آدمی اپنے اہل و عیال کا نگہبان ہے ان کے اہل و عیال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت (گھر کی) مالکہ ہے۔ شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔ غلام مولیٰ کے مال کا ذمہ دار ہے اس سے اس کے مال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ خبردار سن لو کہ تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے۔ ان کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

(بخاری و مسلم صہ ۹۷۷، مشکوٰۃ صہ ۳۲۱)

منصف حاکم مستجاب الدعوات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ روزہ دار کی تاوقتیکہ افطار نہ کرے۔ منصف حاکم کی۔ اور مظلوم کی۔

(ترغیب ج ۳ صہ ۱۶۶)

انصاف کے ایک ساعت کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ انصاف کی ایک ساعت ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (ترغیب صہ ۱۶۷)

انصاف اور ذمہ داری نہ ادا کرنے کی سزا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو دس آدمی پر بھی ذمہ دار ہو۔ اس کو قیامت کے دن ہاتھ باندھ لایا جائے گا۔ اس کا انصاف ہی اس کا ہاتھ کھولے گا۔ (مسند احمد، ترغیب ص۱۷۴)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو تین آدمی پر بھی منتظم ذمہ دار ہو۔ اس کا دایاں ہاتھ بندھا ہوا ہوگا۔ اس کا انصاف ہی اسے چھڑائے گا۔ یا اس کا ظلم اسے اور کس دے گا۔ (ابن حبان، ترغیب ص۱۷۴)

فائدہ: بڑے خوف اور ڈر کی بات ہے۔ جو شخص کسی معاملہ میں ذمہ دار ہو کر ذمہ داری ادا نہ کرے گا تو قیامت میں اس وقت تک چھٹکارا نہ پائے گا جب تک کہ وہ حقوق میں منصف ثابت نہ ہو جائے۔

حق نہ ادا کرنے والا خوشبو بھی نہ پائے گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہماری اُمّت میں سے جس کو کوئی بھی ذمہ داری دی گئی ہو۔ اور اس نے اس کی اس طرح حفاظت نہیں کی جس طرح اپنے معاملہ کی۔ تو وہ جنّت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔ (ترغیب ص۱۷۵)

فائدہ: یعنی جس کو کسی طرح کی بھی ذمہ داری اور ماتحتوں کا انتظام یا کوئی قومی کام سپرد ہوا اور اس نے کماحقہ، اس کو نہیں نبھایا۔ تغافل برتا۔ اپنے نفع کے پھیر میں رہا خواہ دوسرے کا نقصان ہو ایسا آدمی اس وعید کا حامل ہوگا۔

جو اپنے ماتحتوں کی خیر خواہی نہ کرے

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو مسلمانوں

کے امور کا ذمہ دار ہو۔ پھر ان کے لئے کوشش نہ کرے۔ اور ان کی خیر خواہی نہ کرے۔ تو ان کے ساتھ جنّت میں داخل نہ ہوگا۔ (مسلم، ترغیب ص۱۷۶)

فائدہ: یعنی ذمہ داری کے ادا کرنے میں سستی یا غفلت نہ برتے۔ اپنے ماتحتوں کو شر میں ڈال کر اپنا فائدہ نہ چاہے۔ ہمیشہ اس کے نفع کے لئے کوشش کرتا رہے۔

ہر ذمہ دار سے ماتحتوں کا سوال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو بھی ذمہ دار ہوگا اس سے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ ان کے حق کو ادا کیا یا ضائع کیا۔ (مجمع الزوائد ج۵ ص۲۱۰)

فائدہ: خواہ ذمہ داری بڑی ہو یا چھوٹی۔ قوم کی ہو یا اہل کی۔ ہر ذمہ داری کے بارے میں مواخذہ ہوگا۔ اہل انتظام خواہ مدارس و مکاتب کے ہوں یا سیاسی و قومی ملی تنظیموں کے ہر ایک سے سوال ہوگا۔ کہ صرف نام اور حکومت چلانے کے لئے تھے یا خدمت اور نفع پہنچانے کے لئے تھے۔

اُمّت کب تک بھلائی پر رہے گی؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اُمّت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی کہ جب بولے تو سچ بولے۔ فیصلہ کرے تو انصاف کے ساتھ۔ کوئی رحم طلب کرے تو رحم کرے۔ (مجمع الزوائد ج۵ ص۱۹۹)

فائدہ: یعنی فیصلہ میں قرابت رشتہ داری یا اپنے نفع اور تعلق کا لحاظ نہ کرے۔ حق فیصلہ کرے۔ خواہ اس سے اپنا تعلق دنیاوی خراب ہوتا ہو۔ حق امور کے نافذ کرنے میں خدا کا حکم، اور یہ کہ حق والے کو حق مل جائے ملحوظ رکھے۔

آپ ﷺ کے انصاف ورعایت کا ایک واقعہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں تھا کہ آپ ﷺ ہمارے پاس سے گذرے۔ اور فرمایا میرے قریب آؤ میں گیا۔ میرا ہاتھ پکڑا اور اُمّ سلمہ اور زینب کے گھر لائے۔ اندر گئے اور میری اجازت لائے میں داخل ہوا۔ اور پردہ تھا۔ آپ نے ان سے پوچھا تمہارے پاس کھانا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پس تین روٹیاں لائی گئیں۔ اور صاف دسترخوان پر رکھ دی گئیں۔ پھر آپ نے پوچھا سالن نہیں ہے؟ انہوں نے کہا تھوڑا سرکہ ہے۔ آپ نے فرمایا لاؤ۔ چنانچہ لایا گیا۔ پھر آپ نے ایک روٹی اپنے سامنے رکھ لی۔ اور ایک روٹی میرے سامنے اور ایک روٹی کو توڑ کر آدھا اپنے سامنے رکھا اور آدھا میرے سامنے رکھا۔ (مکارم الخرائطی ص۷۳)

فائدہ: آپ نے رعایت اور انصاف سے کام لیا۔

اجتماعیت اور اتحاد

اجتماعیت رحمت ہے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اجتماع اور اتحاد رحمت ہے۔ اور افتراق اور اختلاف عذاب ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۰)

فائدہ: خیال رہے کہ یہاں جس اختلاف کی مذمت کی گئی ہے اس سے مراد علمی اختلاف نہیں ہے۔ کہ وہ تو رحمت ہے۔ مراد اس سے وہ اختلاف ہے۔ جو دین و خدا اور سُنّت سے ہٹ کر ہو۔

جماعت سے علیحدگی خطرہ کا باعث

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا شیطان انسان کا بھیڑیا ہے۔ جس طرح بھیڑیا علیحدہ بکری کو پکڑ لیتا ہے۔ خبردار تم تفرق اور اختلاف سے بچو۔ تمہارے اوپر اجتماعیت لازم ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۲)

جماعت اور اجتماعیت خدا کی رسی ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم پر اتباع اور اجتماعیت جماعت لازم ہے۔ یہ خدا کی رسی ہے جسے خدا نے پکڑنے کا حکم دیا ہے۔

(مجمع ج ۵ ص ۲۲۵)

جماعت سے علیحدگی جہنّم کا سبب ہے

حضرت سعید بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی وہ مونہہ کے بل جہنّم میں گرا۔ (مجمع ج ۵ ص ۲۲۴)

فائدہ: اجتماعیت اور جماعت سے مراد اسلام اور عقائد اسلام کی اجتماعیت مراد ہے۔ ماحول میں دین زہد تقویٰ پر عمل نہیں۔ اگر اپنے زہد تقویٰ اور دین بچانے کے لئے الگ ہو کر یکسوئی کے ساتھ عبادت میں منہمک ہے تو مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔

جماعت پر خدا کی مدد ہے

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جماعت کے ساتھ خدا کی مدد ہے۔ اور اس کا مخالف شیطان کے ساتھ ہے۔ (مجمع ج ۵ ص ۲۱۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو کام جماعتی پیمانہ پر ہو۔ ملت اور مسلمانوں کی جماعت کا اس میں فائدہ ہو۔ کسی فرد یا کسی خاندان یا قبیلہ کے لئے خاص نہ ہو تو اس کام پر خدا کی مدد و نصرت ہوتی ہے۔ اور ایسے کام کا مخالف جس کا فائدہ ملت مسلمہ عام مسلمانوں کو ہو رہا ہو۔ شیطان ہے۔

جماعت سے علیحدگی اسلام سے علیحدگی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوا۔ اس نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے اتار پھینکا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۱)

جماعت کا مفہوم اوپر گذر چکا ہے کہ خدا تعالیٰ رسول ﷺ کے عقائد اور اسوہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ کے وہ طریقے ہیں جسے جمہور اُمت نے قبول کیا ہے۔

سواد اعظم کے پکڑنے کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سواد اعظم کی اتباع کرو۔ جو اس سے جدا ہوا جہنّم میں گرا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۰، ابن ماجہ)

سواد اعظم سے مراد۔ صحابہ رضی اللہ عنہم تابعینؒ اور ان کے طریق پر چلنے والے مراد ہیں۔ اس سے مراد وہ اہل بدعت نہیں جنہوں نے دین میں بدعات کو داخل کر دیا۔ سُنّت میں تغافل برتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ کے طریقے کو چھوڑ کر جس میں نفس اور دنیا کو فائدہ ہو اسے اختیار کیا۔ اللھم احفظنا۔

جماعت میں برکت ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین چیزوں میں برکت ہے۔ ① جماعت میں (یعنی اجتماعیت اور اتحاد کے ساتھ رہنے میں) ② ثرید میں، ③ سحری میں۔ (بیہقی فی الشعب ص ۹۸)

فائدہ: مراد اس سے اُمت مسلمہ سے جڑ کر رہنا ہے۔ ملی اور قومی دینی اجتماعی کام باہم مل کر رہنے کے بغیر نہیں انجام پا سکتے۔ مسلمانوں کی اجتماع میں جو قوت ہے انفرادیت میں نہیں۔ خیال رہے کہ اس سے مراد اہل ایمان کی جماعت ہے فساق و فجار آزاد لوگوں کی جماعت نہیں ہے کہ ان کی موافقت سے دین اور دیانت کا ہی خاتمہ ہو جائے گا۔

لوگوں کے درمیان اصلاح اور اچھے تعلقات پیدا کرنا

لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم قرآن

سورہ حجرات میں حکم خداوندی ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾

"مؤمن آپس میں بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کرادیا کرو اور خدا سے ڈرو۔ یعنی اگر دو شخصوں یا دو جماعت کے درمیان تنازع اور اختلاف ہوجائے تو آپس میں صلح کرادیا کرو۔" (القرطبی ج ۱۶ ص ۳۰۸)

باہم تنازع اور اختلاف کی صورت میں مصالحت اور آپس میں میل و محبت کو قائم کرادینا دین و دنیا کے عظیم فائدوں کا باعث ہے۔ کہ اختلاف اور تنازع کا باقی رہنا عناد، کینہ، تحاسد اور بے شمار اخلاقی بگاڑ اور خرابیوں کا باعث ہوتا ہے۔ اور جس قدر طول کھینچتا ہے اسی قدر اپنی جڑیں مضبوط کرتا جاتا ہے اور تباہیوں کے دہانے پر لاکر کھڑا کرتا ہے۔ پھر صرف وہی شخص اس سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ اس کے اہل تعلق اور اقربا و احباب اور اہل محبت کو بھی اپنے لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ پھر اصلاح اور مصالحت و باہم مودت کے امکانات کم سے کم ہوتے جاتے ہیں۔ اسی لئے ابتداء ہی میں مصالحت اور مودت کی صورت اختیار کرائی جائے تاکہ "یہ مونڈ دینے والی شئی" باقی رہ کر برے

پھل اور نتائج پیدا نہ کرے۔ پھر یہ شخصی اور انفرادی تنازع خاندان اور علاقائی تنازع کی شکل نہ اختیار کرے۔

دو شخصوں کے درمیان اصلاح تمام نوافل سے افضل ہے

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا میں تم کو روزہ، نماز، صدقہ سے افضل ترین عمل نہ بتادوں۔ کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ دو شخصوں کے درمیان حسن تعلقات پیدا کرنا، کہ وہ دو شخصوں کے درمیان اختلاف اور فساد مونڈ دینے والا ہے (مکارم طبرانی ص ۳۳۸، ابوداؤد ص ۶۷۳، ترمذی، ترغیب ج ۳ ص ۳۸۸)

ایک روایت میں ہے کہ وہ (اختلاف) مونڈ دینے والا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بال کو مونڈ دیتا ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں وہ دین کو مونڈ دینے والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ نماز اور دو شخصوں کے درمیان اصلاح سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔ (مختصرا، الترغیب ص ۳۸۹)

فائدہ: یعنی نوافل و مستحبات سے بڑھ کر یہ ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان اختلاف دور کر کے حسن تعلقات پیدا کردے۔ کیونکہ اس سے بہت سے مفاد کا حصول اور برائیوں کا ازالہ ہوتا ہے۔

خدا اور رسول کے لئے خوشنودی والے اعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم کو خدا اور رسول کے نزدیک خوشنودی والا عمل نہ بتادوں۔ کہا ہاں آپ نے فرمایا لوگوں کے درمیان جب لڑائی اور فساد ہوجائے تو تم جوڑ پیدا کرو۔ اور جو تم سے دور ہو تو تم اس کے قریب

ہو جاؤ۔ یعنی تم بھی دوری اختیار نہ کرو کہ اس سے حقوق ضائع ہوں گے۔

(ترغیب ج ۳ صہ ۲۸۹)

محبوب ترین صدقہ کیا ہے؟

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے ابو ایوب میں تم کو ایسا صدقہ نہ بتادوں جو خدا اور رسول کو محبوب ہے۔ لوگوں کے درمیان حسن تعلقات پیدا کرو جب ان میں بغض اور لڑائی ہو رہی ہو۔

(طبرانی، ترغیب صہ ۲۸۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ دو کے درمیان صلح کرادینا افضل ترین صدقہ ہے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۷ صہ ۴۸۹، کنز العمال صہ ۵۸)

اصلاحی کوشش میں ہر کلمہ پر غلام کی آزادی کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو دو آدمیوں کے درمیان صلح اور حسن تعلقات کے لئے سعی کرے گا اللہ پاک اس کے معاملہ کو درست فرمائے گا۔ اور ہر کلمہ کے بدلے ایک غلام کی آزادی کا ثواب بخشے گا اور وہ شخص اپنے ماضی کے گناہ سے مغفور لوٹے گا۔ (الترغیب ج ۳ صہ ۴۸۹)

نماز اور خیرات سے زیادہ ثواب

یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں تم کو نماز روزے سے زیادہ ثواب کی چیز نہ بتادوں۔ کہا ہاں۔ کہا دو شخصوں کے درمیان صلح کرادینا۔ اور دیکھو بغض عداوت سے بچو۔ یہ مونڈ دینے والا ہے۔

(موطا امام مالک)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ تمام روزے اور نماز سے عظیم ترین شئی دو آدمیوں کے درمیان اصلاح ہے۔ (کنز العمال ج ۳ صہ ۵۸)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ اگر دو شخصوں یا دو جماعت کے درمیان باہم کوئی تنازع اختلاف بغض عداوت ہو تو ان کے درمیان ربط جوڑ اور حسن تعلقات پیدا کر دینے کا بڑا ثواب ہے۔ نماز روزے سے بھی اہم ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ اختلاف دین دنیا کے بہت بڑے بڑے نقصانات کا باعث ہوتا ہے قتل تک کی نوبت آجاتی ہے۔ اس لئے شریعت نے اس کی بڑی تاکید کی ہے۔ اور اس کی جانب ترغیب دی ہے۔ لوگ آج کل عام طور پر اس قسم کے معاملہ میں نہیں پڑتے کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں کیا مطلب۔ وہ جانے ان کا کام جانے۔ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ اچھا ہے ان کی لڑائی میں ہمارا فائدہ ہے۔ وہ دراصل ان مکارم اخلاق کی ترویج اور اس کے عظیم ثواب اور ماحول کی پاکیزگی اور ان کے فوائد سے غافل ہیں۔ وہ صرف اپنے ذاتی فائدے کے حامل اور قائل ہیں۔ شریعت اسلامیہ کو ایسا مزاج پسند نہیں۔

اس وجہ سے کہ یہ بہت اہم اور ماحول کی اصلاح کے لئے ضروری ہے جھوٹ تک کی اجازت دی ہے۔

اصلاح میں جھوٹ جھوٹ نہیں

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو دو شخصوں کے درمیان صلح کے لئے (جھوٹ) بولے وہ جھوٹا نہیں۔ یا تو خیر بولے گا یا خیر پہنچائے گا۔ (مسلم صہ ۳۲۵، ادب مفرد صہ ۳۸۵، مکارم الخرائطی)

ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جھوٹ کی اجازت تین چیزوں میں ہے ① دو شخصوں کی اصلاح کے بارے میں۔ ② شوہر کے لئے۔ ③ بیوی کا

شوہر سے موانست اور خوشگواری کے تعلقات کے سلسلے میں۔

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ اصلاح چونکہ بہت اہم امور میں سے ہے۔ اس کے فوائد و نتائج بڑی اہمیتوں کے حامل ہیں اس لئے اگر اصلاح کے سلسلے میں کوئی بات خلاف واقعہ کی نوبت آجائے تو گنہ گار نہ ہوگا۔ مثلاً ایک نے دوسرے کے بارے میں بیجا نامناسب کلمات کہے جس سے مزید لڑائی کا شعلہ بھڑک سکتا تھا۔ اس نے کہا نہیں ایسی بات تو نہیں بلکہ وہ تو یہ کہہ رہا تھا۔ وہ لوگ اچھے ہیں کسی نے تمہیں غلط خبر دے دی ہے وغیرہ وغیرہ۔

خیال رہے کہ آج کل کے دور میں یہ نادر ہے کہ کوئی اصلاح کی کوشش کرے بلکہ اختلاف اور تنازع کی صورت اور اس کے اسباب اختیار کرتے ہیں۔ اور لڑائی کے برے نتائج سے خوش ہوتے ہیں اور اسے اپنا کمال تصور کرتے ہیں۔ خدا کی پناہ۔

اہل تقویٰ اور نیکوں کی صحبت و ہمنشینی

کا حکم خداوندی

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾

"اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو۔ اور صادقین (صالحین) کے ساتھ رہو۔"

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ﴾

"آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھئے جو صبح و شام (ہمیشہ) اپنے رب کی عبادت اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔"

فائدہ: اللہ پاک نے اولاً تقویٰ اور پرہیزگاری کا حکم دیا۔ اور یہ تاکید کی کہ صالحین کی صحبت اختیار کرو۔ اور تقویٰ زہد آخرت کی رغبت و معرفت محض علم سے نہیں حاصل ہوتیں بلکہ اہل تقویٰ اور نیکوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہیں۔ چونکہ یہ امور احوال ہیں۔ اور احوال صاحب حال یعنی جو اس دولت کے حامل ہوں گے ان سے حاصل ہوں گے۔

﴿لَا دِیْنَ اِلَّا بِالصُّحْبَۃِ﴾

"حقیقی دین کسی اہل دین کی صحبت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔"

آج کل اہل تقویٰ و اہل زہد کی صحبت سے بے رغبتی ہے اسی وجہ سے کامل اور حقیقی دین جو قلب و جگر میں پیوست ہو۔ بہت کم لوگوں کو نصیب ہے۔

اہل خیر کی صحبت کی اہمیت اور وقعت کی وجہ سے آپ ﷺ کو اُمت کی تعلیم کے لئے یہ حکم ہوتا ہے۔ کہ مخلص بندوں کے پاس اور ان کی صحبت میں وقت گذارا کریں۔

جب رسول پاک ﷺ کو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اہل ذکر صلاح تقویٰ کی صحبت اور ان کے ساتھ وقت گذارنے کا اہتمام کریں تو اُمت کو تو بدرجہ اولیٰ اس کی تاکید ہوگی۔

دین تقویٰ معرفت محبت کے حصول کا ذریعہ، محبت اور ربط و تعلق ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رتبے بلند اسی صحبت کی وجہ سے تھے اور جو شریعت و معرفت کمال صحبت نبی سے حاصل ہوا دیگر حضرات اس کو عظیم ترین مجاہدہ اور ریاضت سے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

کس کی ہمنشینی اختیار کرے؟

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔ جن کی صورت دیکھ کر تمہیں خدا یاد آجائے۔ جن کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے۔ جن کا عمل تمہیں آخرت کا شوق دلائے۔

(العلم والعلماء ص ۱۹۴، ابن عبد البر)

شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اہل علم کی ہمنشینی اختیار کرو۔ دیکھیں گے تو تعریف کریں گے۔ برائیاں ہوں گی تو درگذر سے کام لیں گے۔ غلطی کروگے تو جھڑکی نہ دیں گے۔ بے عقلی کا کام کروگے تو علم سکھائیں گے۔ (العلم والعلماء ۹۵)

حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس پر قدرت دارین کی خیر کا باعث ہو۔ اللہ کا ذکر کرنے والے کی مجلس اختیار کرو۔ اور

جب تم تنہا ہوا کرو تو جس قدر بھی تم سے ہو سکے اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو حرکت دیتے رہو اور اللہ کے لئے دوستی کرو اور اسی کے لئے دشمنی کرو۔ (فضائل صدقات ص ۱۱۴)

فائدہ: احادیث میں اس کی تاکید ہے کہ نیک و صالح متقی پرہیزگار کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کرے کہ جو آخرت کا ذکر کرنے والے اللہ کو یاد کرنے والے ہوں۔ کہ ان کی صحبت سے دین کا مزاج ہو۔ اسی وجہ سے ارباب حدیث نے مجالس صلحاء پر استحباب کا باب قائم کیا ہے۔ چنانچہ مسلم میں ہے استحباب مجالسة الصالحين۔

(ج ۲ ص ۳۳۰)

جس سے مقصد یہ ہے کہ اہل صلاح و تقویٰ سے خصوصی ربط و تعلق رکھے اور ان کی مجلس میں اہتمام سے جایا کرے۔

اہل ایمان کی صحبت اختیار کرے

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مؤمن کے علاوہ کسی کی ہم نشینی اختیار مت کرو۔ اور پرہیزگار کے علاوہ کسی کو کھانا مت کھلاؤ۔

(ابوداؤد ص ۶۶۴، ترمذی ج ۲ ص ۶۵، دارمی، حاکم ج ۴ ص ۱۲۸)

نیک ہمنشین کی مثال

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صالح ہم نشین کی مثال عطر فروش کی طرح ہے اگر وہ تم کو نہ بھی دے گا تب بھی اس کی خوشبو تم کو پہنچ کر رہے گی۔ اور برے ہم نشین کی مثال لوہار کی بھٹی کی طرح ہے اگر اس کی چنگاری نہ بھی تم کو جلائے گی تب بھی اس کا دھواں تم کو ضرور لگے گا۔

(ابوداؤد ص ۶۶۴، احسان ص ۳۳۱، بخاری)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اہل خیر اور نیک حضرات کے پاس بیٹھنے سے نیکی حاصل نہ کرے گا تب بھی نیکی کی خوشی اور اس کا اثر تو پا ہی لے گا۔

اسی وجہ سے تو آپ ان لوگوں کے درمیان جو اچھے لوگوں کے پاس اٹھتے بیٹھتے ہوں اور جو نیک لوگوں سے کوئی ربط و تعلق نہیں رکھتے دونوں کے دین میں اور دینی مزاج میں بہت فرق پائیں گے۔ خصوصاً اس دور میں جلیس صالح کی بڑی ضرورت ہے۔ بددینی کے فتنوں سے بچنے بچانے میں یہ حضرات دینی قلعہ ہیں۔

ہر زمانہ اور ہر عمر کا جلیس صالح وہ ہے۔ جو حرام و ناجائز امور سے بچتا ہو۔ ماحول میں عام لوگوں کے اعتبار سے دیانت داری تقویٰ زہد رغبت اور فکر آخرت میں زائد ہو۔ بس ایسوں کی صحبت لازم پکڑ لے۔ اس زمانہ میں جنید" شبلی" کو تلاش کرنا حماقت اور محرومی کا باعث ہے۔ ہمارے عہد حاضر کے یہی جنید" وشبلی" ہیں۔

اہل فسق وبدعت سے احتیاط کرنا

حکم خداوندی

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ﴾

"اے ایمان والو ہمارے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست مت بناؤ۔"

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾

"آپ ان لوگوں کی بات مت مانئے جن کے دل ہمارے یاد سے غافل ہیں اور جو اپنے خواہش نفسانی کی اتباع کرتے ہیں۔"

فائدہ: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ دشمنان اسلام و خدا اور جو فاسقین و فاجرین ہیں جن کے قلوب یاد خدا سے غافل اور بے پرواہ ہیں جن کی زندگی کا مطمح نظر و مقصد محض ہوس رانی اور خواہشات نفسانی کی تکمیل اور دنیا کی ہوس و لذت ہے ہرگز ان سے تعلق و ربط نہ رکھیں۔

کہ صحبت کا اثر موثر ہوتا ہے اور تجربہ ہے نیکیوں کے مقابلہ میں برائیوں کا اثر جلدی سرایت کرتا ہے۔ اسی وجہ سے کافر مشرک فاسق و گناہ میں مبتلا شخص کی مصاحبت و ہم نشینی سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔

آج بیشتر بد اخلاقی اور گناہ جو ماحول میں رائج ہے اس میں مصاحبت کو بہت دخل ہے۔ دوسروں کے تلوث گناہ کو دیکھ کر خود بھی ملوث ہو جاتا ہے۔ چونکہ عموماً نفسانی گناہ میں حظ ہوتا ہے اس حظ سے وہ لذت اور چاشنی محسوس کرتا ہے اور اس کے انجام بد کی

پرواہ نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے شریعت نے گناہ ہی سے نہیں اسباب گناہ سے بھی روکا ہے اور یہ صحبت جلو گناہ کا نہایت ہی قوی سبب ہے۔

مشرکین کے ساتھ مل جل کر رہنا بُرا ہے

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو مشرکین صنم پرستوں کے ساتھ بود و باش اختیار کرے اس کا ذمہ خدا سے بری ہے۔
(جامع صغیر ص ۵۱، بیہقی فی الشعب ج ۷، ص ۴۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کافر و فاسق سے ربط و محبت نہ رکھے۔ اس سے اس کے برے اوصاف اس میں بھی آنے لگیں گے۔ کہ صحبت و مودت کا بہت برا اثر ہوتا ہے۔ البتہ دنیاوی ضرورتوں میں بقدر ضرورت ملنے جلنے میں کوئی حرج نہیں۔

آدمی اپنے ساتھی کے مسلک پر ہوتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے ساتھی کے دین پر ہوتا ہے۔ پس وہ دیکھ لے کہ کس کے ساتھ اس کا خلط ملط ہے۔
(مشکوۃ ص ۴۲۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس کے ساتھ محبت اور تعلق ہوتا ہے۔ اسی کی راہ اختیار کرتا ہے اس لئے آدمی کو چاہئے کہ جس کے ساتھ بود و باش کرتا ہے۔ اس کا طور طریق مزاج و مسلک دیکھ لے ایسا نہ ہو کہ اس کی بددینی سے یہ بددین ہو جائے۔

غیروں کے اجتماع اور میلوں میں شریک نہ ہو

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کے دشمن

یہود، نصاریٰ (و کفار) کے مذہبی اجتماع اور میلوں میں ہرگز شریک نہ ہو۔ ان سے بچو۔ کہ ان پر غضب خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم کو بھی نہ پہنچ جائے۔ اور ان میں خلط ملط ہرگز نہ کرو ورنہ ان کے عادات و اطوار آجائیں گے۔
(بیہقی فی الشعب ج ۷، ص ۴۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ خلاف شرع میلوں میں اور غیر مسلم کے مذہبی اجتماعات اور مجلسوں میں شریک ہونا درست نہیں۔ اسی طرح مذہبی تہواروں میں شریک ہونا۔ موافقت کرنا، بھی درست نہیں، آج ہمارا معاشرہ خصوصاً شہری باشندے خدا اور رسول کو ناراض کر کے ان کو خوش کرنے کے لئے ان کے تہواروں میں شریک ہوتے ہیں۔ تاکہ ان کے اور ہمارے درمیان محبتانہ رشتہ قائم اور باقی رہے۔ یہ ناجائز اور غضب الٰہی کا باعث ہے۔ ہاں ان سے معاشرہ اور تجارت وغیرہ کا ضروری ربط درست ہے۔

اہل معصیت کی ہمنشینی نہ کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اہل قدر (تقدیر کا انکار کرنے والے جو مبتدع ہیں) ان کی ہم نشینی مت اختیار کرو۔ اور ان کو نہ اپنے گھروں میں آنے دو۔ (ابوداؤد، مشکوۃ ص ۲۲)

فائدہ: خیال رہے کہ اہل فسق اور معصیت سے اجتناب اور ان کی صحبت سے بچنا اور ان سے عدم ربط و تعلق مشروع اور مطلوب ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ اہل معصیت اس سے متاثر ہو کر برائی چھوڑ دیں۔ دوم اس وجہ سے کہ ان کے برے اثرات ان میں نہ سرایت کریں۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے باب مایجوز من الھجران لمن عصی اس سے مقصد یہ ہے کہ

اہل معصیت سے ترک تعلق مشروع ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۹۷)

مصاحب کا اثر آتا ہے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک رکھنے والے اور بھٹی جلانے والے کی سی ہے اگر مشک خریدتا ہو (تو فبہا) ورنہ اس کی خوشبو سے ضرور معطر ہوگا۔ اور بھٹی جلانے والے یا تو (اس کی چنگاری سے) کپڑا جل جائے گا یا کم از کم اس کے دھوئیں سے ضرور دوچار ہوگا۔

(مشکوٰۃ ص ۴۲۶، بخاری و مسلم ص ۳۳۰، بیہقی ج ۷ ص ۴۲)

فائدہ: اس حدیث میں صالحین کی صحبت کا اثر خیر اور بروں کی صحبت کا اثر بد سمجھایا گیا ہے۔ اس کی شرح میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ برے لوگ۔ اہل بدعت اور جو غیبت کرتے ہوں یا جن کا فسق وفجور عام ہو ان کی صحبت سے بچنے کا حکم ہے۔ اسی وجہ سے محدثین نے بروں کی صحبت اختیار نہ کرنے کے استحباب پر باب قائم کیا ہے۔ چنانچہ مسلم میں ہے باب مجانبۃ قرناء السوء۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۰)

اہل بدعت سے محبت و تعلق نہ رکھے

حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی اہل بدعت کی تعظیم کی۔ اس نے اسلام کو منہدم کرنے کی کوشش اور اعانت کی۔

(مشکوٰۃ ص ۳۱)

فائدہ: بدعتی کی تعظیم و توقیر گویا سنت کی توہین و تذلیل ہے۔ گو درست نہیں۔ نیز تعظیم محبت اور عقیدت کی علامت ہے۔ حالانکہ اس سے اجتناب اور گریز کا حکم دیا گیا ہے تاکہ محبت اور خلط سے یہ برائیاں منتقل نہ ہوجائیں۔

فائدہ: خیال رہے کہ قرآن وحدیث میں اچھی صحبت اختیار کرنے کا حکم ہے جیسا کہ "کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" اور وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ جیسی آیتوں سے معلوم ہورہا ہے۔ اور بروں مثلاً فاسقین، مبتدعین، کافرین، مذہب سے آزاد لوگوں کی صحبت وہم نشینی و مجالست سے روکا اور منع کیا گیا ہے جیسا کہ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ۔ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا جیسی آیتوں سے پتہ چلتا ہے۔ اس لئے کہ آدمی جس قسم کے لوگوں میں کثرت سے نشست وبرخاست رکھا کرتا ہے اسی قسم کے آثار آدمی میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اسی بناء پر حضور پاک ﷺ کا وہ ارشاد ہے جو ابھی گذرا تیرے گھر میں متقیوں کے علاوہ کوئی داخل نہ ہو یعنی اس سے میل جول ہوگا تو ان کے اثرات پیدا ہوں گے۔ ماقبل صالح ہم نشین کی مثال گزری کہ مشک بیچنے والے کے پاس بیٹھنے والا خریدے گا تب بھی فائدہ اٹھائے گا نہ خریدے گا تب بھی خوشبو دماغ میں پہنچ جائے گی اور برے ساتھی کی مثال لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھنے والے کی طرح ہے کہ چنگاری اڑ کر لگی تو بدن کپڑے کو جلادے گی اور یہ نہ ہوا تو بدبو اور دھواں سے گھٹن تو کہیں گیا ہی نہیں۔ اسی لئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آدمی اپنے دوست کے مسلک اور روش پر ہوتا ہے پس اچھی طرح غور کرے کہ وہ کس سے دوستی کررہا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ پاس بیٹھنے کا اور صحبت کا اثر گو وہ ارادہ نہ کرے آدمی میں سرایت کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ آدمی اس کا مذہب اختیار کرلیتا ہے۔ کیا نہیں دیکھتے جو سیاسی ذہن رکھنے والے کے پاس بیٹھتا ہے وہ بھی سیاسی ہوجاتا ہے اور اسی سیاست کا مشغلہ اختیار کرتا ہے۔ جو ڈاکٹر، تاجر کے پاس بیٹھتا ہے خود اگر ڈاکٹر تاجر نہیں بن سکتا تو اپنی اولاد کو اس منزل کی رہنمائی کرتا ہے اور اسی جانب لے جاتا ہے۔ اسی لئے پاس بیٹھنے والوں کو دینی حالت پر غور کرلینا چاہئے کہ بددینوں کے پاس کثرت سے بیٹھنے سے بددینی پیدا ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت

زرین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس سے اس چیز پر قدرت ہو جائے۔ جو دارین کی خیر کا سبب ہو۔ اللہ کا ذکر اختیار کرنے والے کی مجلس اختیار کرو اور جب تم تنہا ہوا کرو تو جس قدر بھی تم سے ہوسکے اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے حرکت دیتے رہا کرو۔ اور اللہ ہی کے لئے دوستی کرو اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کرو۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۷)

یعنی جس سے دوستی ہو یا دشمنی وہ اللہ ہی کے واسطے ہو۔ اپنے نفس کے واسطے نہ ہو۔ مصاحبت اور ہم نشینی کن لوگوں کی اختیار کرے چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس شخص کی مصاحبت اختیار کرو اس میں پانچ (۵) چیزیں ہونی چاہئے:

❶ اول یہ کہ صاحب العقل ہو اس لئے کہ عقل والا صاحب راس المال ہے۔ بیوقوف کی مصاحبت میں کوئی فائدہ نہیں۔ اس کا مآل کار وحشت اور قطع رحمی ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے تو یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ احمق کی صورت کو دیکھنا بھی خطا ہے۔

❷ دوسری چیز یہ ہے کہ اس کے اخلاق اچھے ہوں۔ کہ جب آدمی کے اخلاق خراب ہوں گے تو وہ بسا اوقات عقل پر غالب آجاتے ہیں۔

❸ تیسری چیز یہ ہے کہ وہ فاسق نہ ہو۔ اس لئے کہ جو شخص اللہ جل شانہ سے بھی نہ ڈرتا ہو اس کی دوستی کا کوئی اعتبار نہیں۔ نہ معلوم کس جگہ مصیبت میں پھنسا دے۔

❹ چوتھی چیز یہ ہے کہ وہ بدعتی نہ ہو کہ اس کے تعلقات کی وجہ سے بدعت میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اس کی نحوست کے متعدی ہو جانے کا خوف ہے۔ بدعتی اس کا مستحق ہے کہ اس سے اگر تعلقات ہوں تو منقطع کرلئے جائیں نہ یہ کہ تعلقات پیدا کئے جائیں۔

❺ پانچویں چیز یہ ہے کہ وہ دنیا کے کمانے پر حریص نہ ہو۔ کہ اس کی صحبت قاتل ہے۔ اس کے لئے کہ طبیعت تشبہ اور اقتدا پر مجبور ہوتی ہے اور مخفی طور پر دوسرے کے اثرات لیا کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ بھی دنیا کا حریص ہو جائے گا۔ اور دنیا کی حرص

آخرت کے امور کو پیچھے ڈال دیتی ہے اور آخرت کے اعمال کو پامال کر دیتی ہے۔ کہ حریص وہ دنیا میں وقت اور مال زیادہ لگاتا ہے۔ اور آخرت کے گھاٹے اور خسارے کی پرواہ نہیں کرتا۔

حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے میرے والد حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی ہے کہ پانچ آدمیوں کے ساتھ نہ رہنا۔ ان سے بات بھی نہ کرنا۔ حتی کہ راستہ چلتے ہوئے ان کے ساتھ راستہ بھی نہ چلنا۔

❶ ایک فاسق شخص کہ وہ تجھے ایک لقمہ سے بھی کم میں فروخت کر دے گا۔ میں نے پوچھا ایک لقمہ سے کم میں فروخت کا کیا مطلب فرمایا ایک لقمہ کی امید پر وہ تجھے فروخت کر دے گا پھر اس کو وہ لقمہ بھی جس کی امید تھی مل کر نہ رہے گا (بلکہ محض امید پر فروخت کر دے گا)

❷ بخیل کے پاس نہ جائیو کہ وہ تجھ سے ایسے وقت میں تعلق توڑ دے گا جب تم اس کے سخت محتاج ہو گے۔

❸ جھوٹے کے پاس نہ جائیو کہ وہ سراب (دھوکے) کی طرح قریب کو دور اور دور کو قریب ظاہر کر دے گا۔

❹ احمق کے پاس کو نہ گذرنا کہ وہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا اور نقصان پہنچا دے گا۔

❺ قطع رحمی کرنے والے کے پاس نہ گذریو کہ میں نے اس پر قرآن پاک میں تین جگہ لعنت پائی ہے۔ افضائل صدقات ص ۱۱۵

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ہر آدمی صحبت اور ہم نشینی کے لائق نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ ضرورت کی وجہ سے بقدر ضرورت تعلق رکھنا اس میں کوئی قباحت نہیں۔ یہ صحبت غیر موثر ہے ضرورت کی وجہ سے بنیا کے پاس جاتا ہے تو بنیا گیری کا ذہن نہیں ہوتا۔ ہاں اگر لائق صحبت آدمی نہ ملے جیسا کہ آج کے ماحول میں۔ تو پھر دو صورت اختیار کرے۔ ضروریات کی تکمیل کے علاوہ میں تنہائی اور وحدت اختیار کرے۔ کہ

سلامتی تنہائی میں ہے اور قرب قیامت کا حکم بھی یہی ہے کہ عزلت نشین ہو کر عبادت میں لگا رہے۔ دوسرا یہ کہ اس زمانہ اور ماحول اور علاقے میں جو سب سے نیک اور صالح نظر آئے اس سے تعلق رکھے اس کی صحبت وہم نشینی اختیار کرے۔ اور ایسے لوگ کمی کے ساتھ ہر زمانہ میں ہوں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ اور پچھلے زمانہ کے صالح و نیک لوگوں کی طرح لوگوں کو نہ ڈھونڈے کہ پھر ہمیشہ محروم رہے گا۔ کہ جس زمانہ میں یہ ہے اس زمانہ کے اصحاب خیر یہی لوگ ہیں۔

مشتبہات سے بچنا

مشتبہات سے بچے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حلال بالکل واضح ہے۔ اور حرام بھی بالکل واضح ہے۔ ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں۔ جس سے اکثر لوگ واقف نہیں۔ پس جو ان مشتبہات سے بچ گیا ہو اپنے دین اور عزت کو بچالے گیا۔ اور جو مشتبہات میں پڑ گیا۔ (یعنی اسے استعمال کر لیا) حرام میں واقع ہو گیا۔ جیسے چرواہا اگر بکریوں کو حد کے کنارے چرائے گا تو قریب ہے کہ بکریاں حد کے اندر (کھیت میں) چلی جائیں گی۔ ہاں ہر ایک ملک کی ایک حد ہے۔ اللہ پاک کی حد اللہ کے محارم ہیں۔ (بخاری ص ۲۷۵، مسلم، ترغیب ج ۲ ص ۵۵۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بہت سے امور ایسے ہیں جن کے بارے میں صاف اور واضح طور پر جائز یا ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ ناجائز ہو۔ یا جائز و ناجائز دونوں کا احتمال ہو۔ یا ناجائز کی آمیزش جائز میں ہو گئی ہو۔ تو ایسے مشتبہ امور سے بچنا بھی اسلام کے اہم تعلیمات میں سے ہے۔ تاکہ یہ حرام تک نہ پہنچا دے۔ کیونکہ آدمی آہستہ آہستہ ہی برائی کے قریب ہوتا ہے۔ مشتبہ امور کو بے دریغ کرنے کی وجہ سے ناجائز امور کے کرنے کی ہمت ہو جائے گی۔ اسی لئے شریعت نے مستقبل کے خطرے سے بچنے کے لئے شروع ہی سے مشتبہ امور سے احتیاط اور بچنے کی تاکید کر دی ہے۔

شبہ کی وجہ سے آپ ﷺ نے نہیں کھایا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے راستہ میں کھجور پایا تو آپ نے

فرمایا اگر مجھے صدقہ کا خوف نہ ہوتا تو اسے کھالیتا۔

(ترغیب ج ۲ ص ۵۵۸، بخاری و مسلم ج ۱ ص ۳۲۸، ریاض ص ۷۷ ج ۲)

فائدہ: آپ نے صدقہ کے شبہ میں نہیں کھایا باوجودیکہ آپ کو ضرورت تھی۔ ضرورت کے موقعہ پر بھی آدمی مشتبہات سے بچ جائے کمال احتیاط ہے۔

جس میں شک وشبہ ہو اسے چھوڑ دے

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک ﷺ کی یہ بات محفوظ رکھی ہے کہ شبہ وشک والی بات کو چھوڑ دے اور جس میں شک وشبہ نہ ہو اسے اختیار کرے۔ (ترغیب ج ۲ ص ۵۵۸، ترمذی، ریاض ص ۷۸ ج ۲)

متقی کب ہو سکتا ہے؟

حضرت عطیہ بن عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا بندہ اس وقت تک پرہیزگاروں میں شمار نہیں ہو سکتا جب تک کہ شبہ والی بات کو چھوڑ نہ دے یعنی گرفت اور مواخذہ سے بچتے ہوئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ واقعی شبہ صحیح ہو اور وہ غلط و ممنوع ہو اور یہ اختیار کر کے جواب دہ ہو جائے۔

(ترمذی، ترغیب ص ۵۵۹، ریاض الصالحین ص ۷۹ ج ۲)

دل میں کھٹک ہو تو چھوڑ دے

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حسن اخلاق بھلائی ہے۔ گناہ وہ ہے جس کے بارے میں تمہیں تردد ہو اور دل میں کھٹکے۔ اور وہ لوگوں پر ظاہر ہونا پسند نہ کرو۔ (یعنی پتہ نہیں غلط ہے کہ صحیح، میرا نکلتا ہے یا نہیں۔ تو تردد والے مسئلہ میں نہ پڑے اطمینان والی صورت پر عمل کرے۔) (مسلم، ریاض ص ۷۷ ج ۲)

شبہ والی چیز کو چھوڑنا تقویٰ ہے

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ شبہ والی چیزوں سے رک جانا تقویٰ میں سے ہے۔ (ترغیب ج ۲ ص ۵۵۸)

نیکی اور برائی کی علامت

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول پاک ﷺ سے پوچھا جو حرام وحلال ہو اس کی تعلیم فرمائیے۔ آپ نے فرمایا نیکی وہ ہے جس میں تمہارا دل مطمئن ہو جائے۔ اور تمہارا نفس خاموش ہو جائے۔ گناہ وہ ہے جس میں تمہارے نفس کو سکون نہ ہو اور دل کو اطمینان نہ ہو۔ اگرچہ تم کو کوئی بددین حکم دے۔

(ترغیب ج ۲ ص ۵۵۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مؤمن کی شان اور اس کی علامت یہ ہے کہ برائی اس کے دل میں کھٹکتی ہے۔ اسے سکون نہیں ہوتا۔ اور بھلائی سے اس کا دل مطمئن اور منشرح رہتا ہے۔ لہٰذا جو بات دل سے سکون ختم کردے۔ ہرگز اسے نہ کرے۔ خواہ کوئی اسے مشورہ اور حکم کیوں نہ دے۔ کہ اصل تو قلب ہے۔

کس کا ایمان مکمل؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس میں تین باتیں ہوں اس نے ثواب کو واجب کرلیا۔ اور ایمان کو مکمل کرلیا۔ ایسے اخلاق کہ لوگوں کے ساتھ باہم زندگی گذارے۔ ایسا احتیاط جو اسے خدا کے حرام کردہ سے بچادے۔ ایسی برداشت جو اسے جاہل کی جہالت سے روک دے۔ (ترغیب ج ۲ ص ۵۶۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جب تک حرام اور مشتبہ امور سے احتیاط نہ کرے گا

ایمان کامل کا حاصل کرنے والا نہ ہوگا۔ افسوس آج لوگ شبہ کی بات تو در کنار حرام سے بھی احتیاط نہیں کرتے۔ اور اپنے اوپر جہنم واجب کرتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا مشتبہ آمدنی سے احتیاط کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو انہیں آمدنی لا کر دیتا تھا۔ حضرت ابوبکر اس کی آمدنی استعمال کرتے تھے۔ ایک دن اس غلام نے کچھ (کھانے کا سامان لایا) حضرت ابوبکر نے اسے کھالیا۔ غلام نے کہا معلوم ہے کہاں سے آیا تھا۔ حضرت نے پوچھا کیسا تھا۔ اس نے کہا میں ایام جاہلیت میں جو کہانت کی باتیں بتاتا تھا۔ اور میں اپنی کہانت کو اچھا کرنے کے لئے خوب دھوکہ دیا کرتا تھا (یعنی جھوٹ بولتا تھا) وہ اسی کی آمدنی تھی جو اس نے (پچھلے) کہانت پر دیا تھا۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر نے یہ سنا تو حلق میں انگلی ڈال کر جو کھایا تھا سب پیٹ سے نکال دیا۔ (بخاری، ترغیب ج ۲ ص ۵۵۹)

فائدہ: اسی طرح غیب کی بات بتانے والے اور فال کھولنے والے کی آمدنی بھی درست نہیں۔

کہانت آئندہ ہونے والی چیزوں کو جھوٹا بیان کرنے کا نام ہے۔ ایام جاہلیت میں لوگ کہانت کا پیشہ کرتے تھے۔ اور اس کی آمدنی کھاتے تھے۔ یہ آمدنی حرام ہوتی تھی۔ اسی کہانت کی بات بتانے پر جو ہدیہ ملا تھا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے معلوم ہوجانے کے بعد قے کرکے نکال دیا۔ آج کل تعویز گنڈے والے بھی فال کھولتے ہیں وہ بھی اسی قسم کی حرکت ہے جو ناجائز ہے اور اس کی آمدنی ناجائز۔ غیب اور چھپی بات کا علم کسی کو نہیں ہے۔ یہ لوگ جھوٹ بیان کرکے عورتوں اور جاہلوں کو ٹھگتے ہیں۔ اس جھوٹ اور ٹھگ پر جو لیتے ہیں ناجائز ہے۔

ہر مؤمن کو نفع پہنچانا اور اس کی بھلائی کا خواہشمند رہنا

محبوب خدا کون؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمام مخلوق خدا کی عیال ہے۔ مخلوق میں خدا کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی عیال کو نفع پہنچائے، یعنی مخلوق کو نفع پہنچائے۔ (مکارم طبرانی ص ۳۴۲)

لوگوں میں بہتر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ (جامع صغیر ص ۲۴۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں بہتر وہ ہے جس سے بھلائی کی امید ہو۔ اور اس کی برائی سے لوگ مامون رہیں۔ (ابویعلی، جامع صغیر ص ۲۵۰)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کی شان اور اسلام کے بلند پایہ مکارم اخلاق میں یہ ہے کہ دوسروں کو ہر ممکن طرح سے نفع پہنچائے اور ایسا معاملہ اور طریقہ اختیار کرے کہ دوسرے بھائی کو نفع پہنچائے اسے ضرر اور نقصان پہنچانے کی صورت اختیار نہ کرے کہ جو دوسرے کو نقصان پہنچانے کی صورت اختیار کرتا ہے۔ وہ ایسی حالت میں قدرت کی جانب سے گرفتار ہوجاتا ہے کہ اسے بھی نقصان پہنچتا

ہے۔ آج ہمارا حال اس حدیث کے بالکل خلاف ہورہا ہے کہ ہم ہر ممکن طریقہ سے اپنے ہی کو فائدہ اور دوسرے کو نقصان پہنچانے کے چکر میں رہتے ہیں۔ اسی کو ذہانت اور چالاکی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ ناراضگی خدا اور جہنم کا باعث ہے۔ خدا ہی حفاظت فرمائے۔ اسی لئے حدیث پاک میں ایسے لوگوں کو اہل خیر کہا گیا ہے۔ اور اہل خیر دنیا میں بھی خیریت اور سعادت مندی کے ساتھ رہیں گے اور آخرت میں بھی۔

دین خیر خواہی کا نام ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے۔ اور اسے تین مرتبہ فرمایا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۴)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی پاک ﷺ سے بیعت کی نماز کے قائم کرنے پر، زکوٰۃ ادا کرنے پر۔ اور اس بات پر کہ ہم ہر مسلمان کے لئے بھلائی خیر خواہی چاہیں گے۔ (بخاری ص ۲۸۹، ترمذی ج ۲ ص ۱۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی کے لئے خیر اور بھلائی چاہنا۔ اور اس کے لئے خیر کا طریقہ ہموار کرنا یہ دین ہے اور دین کا اہم ترین جز ہے۔

خیال رہے کہ دین صرف عبادت ذکر وظیفہ کا نام نہیں ہے۔ بلکہ دین یہ ہے کہ حق اللہ ادا کرتے ہوئے بندوں کے ساتھ بہتر معاملہ رکھا جائے۔ اذیت اور تکلیف نہ دی جائے۔ اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ عبادت تو کسی قدر کر لیتے ہیں۔ مگر لوگوں کے ساتھ معاملات اور برتاؤ میں اذیت و تکلیف دہ معاملہ کرتے ہیں۔ عموماً جو ماحول میں ضعیف و کمتر ہیں۔ اس کی تذلیل اور اس کے نقصان کے درپے ہوتے ہیں۔ سو یہ ایمان کی شان کے خلاف ہے۔

بہت سے لوگ ایسے مزاج کے ہوتے ہیں کہ ان کو صرف اپنے نفع سے مطلب

ہوتا ہے، خواہ اس سے دوسروں کو نفع پہنچے یا نقصان اس سے کوئی مطلب نہیں۔

سو یہ بھی مذموم ہے۔ کمال یہ ہے کہ دوسروں کو نفع پہنچائے خواہ اپنا کچھ نقصان ہو تب بھی گوارا کرے۔ اگر یہ نہ ہو تو کم از کم اپنے نفع کے ساتھ دوسرے کو نقصان نہ پہنچائے۔ یہ انسانیت کا تقاضہ ہے۔

باہمی تعاون

ایک دوسرے سے ربط وتعاون

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مؤمن ایک دیوار کی طرح ہے۔ ایک دوسرے سے بندھے ہوتے ہیں۔ (جس طرح دیوار کی اینٹ ایک دوسرے سے جڑی ہوتی ہے اسی طرح مؤمن بھی ایک دوسرے سے جڑا ہوتا ہے) پھر آپ نے ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی میں داخل کرکے بتایا۔ اسی درمیان کے آپ تشریف فرما تھے ایک سائل آیا۔ یا کوئی ضرورت مند وہ ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوگیا۔ (یعنی مانگنے لگا) آپ نے کہا سفارش کرو ثواب پاؤگے۔ (بخاری ص ۸۹۰)

اہل ایمان آپس میں کس طرح؟

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مؤمن ایک دوسرے کے ساتھ شفقت کرنے والے، محبت کرنے والے۔ اور خیال کرنے والے ہوتے ہیں۔ ایک جسم کے مانند۔ کہ اگر ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم بے خوابی اور بخار میں شریک ہوجاتا ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۸۹)

فائدہ: اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس ایمان کے اتحاد اور بھائی چارگی کے تقاضے سے لازم ہے کہ آپ ہی ایک دوسرے کا تعاون کریں۔ ایک دوسرے کے کام آئیں۔ ایک دوسرے کی غمی او خوشی میں شریک ہوں۔ اگر ایسی بات نہیں تو انسان کیا جانور سے بھی بدتر ہیں۔ وہ انسان ہی کیا جو دوسرے کے کام نہ آئے۔

کھانا کھلانا

قرآن میں کھانا کھلانے کی اہمیت وتاکید

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾

"وہ اہل ایمان خدا سے محبت کی بنیاد پر یتیموں مسکینوں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔" (سورہ دھر)

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ﴾

"کس چیز نے تم کو جہنم میں پہنچایا، وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والے نہیں تھے اور نہ مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔"

لوگوں کو کھانا کھلانا خدائے پاک کے نزدیک بڑا ہی پسندیدہ محبوب عمل ہے۔ خدائے پاک نے اہل جنت کے اوصاف کو بیان کرتے ہوئے ان کا وصف یہ بیان کیا ہے کہ وہ مسکینوں کو یتیموں کو، اور (کافر) قیدیوں کو ان سے محبت وشفقت کی بنیاد پر کھانا کھلاتے ہیں۔

غیر مسلم قیدیوں کو بھی کھلانا بڑے ثواب کی بات ہے۔ سورہ دھر میں قیدیوں کے کھلانے سے مراد بدر کے کافر قیدی ہیں۔ جن کو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے کھلایا تھا۔ جب کافر کے کھلانے پر یہ ثواب ہے۔ تو مؤمن کے کھلانے پر کس قدر ثواب ہوگا۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ کے تحت حضرت

قتادہ ؓ کا قول ذکر کیا ہے کہ اللہ نے قیدیوں کے کھانا کھلانے کا حکم بیان کیا ہے جو مشرک تھے۔ تو پھر مسلمان بھائیوں کے کھانا کھلانے کا کیا حال (ثواب) ہوگا۔ کہ وہ قابل احترام اور اس کے زائد مستحق ہیں۔ (الدر المنثور ج ۸ صـ ۳۷۱)

کھانا کھلانا اور اس میں توسع اور سخاوت کا مزاج اہل جنت کے اوصاف ہیں۔ کہ اللہ پاک نے اہل جنت کے اعمال میں اسے ذکر کیا ہے۔ اس کے برخلاف کھانا نہ کھلانا۔ اس میں بخل کرنا۔ باوجود ضرورت کے اس میں تنگی کرنا۔ یا کھلانے کا مزاج ہی نہ ہونا۔ یہ کافر اہل جہنم کے اوصاف ہیں۔ چنانچہ اس سوال کے جواب میں کہ کن اعمال نے تم کو جہنم میں پہنچایا۔ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ اس کے جواب میں وہ نماز کا نہ پڑھنا۔ مسکینوں کو کھانا نہ کھلانا باطل میں مشغول رہنا ذکر کریں گے۔ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَ الخ۔

اسی طرح سورہ ماعون میں دین کا انکار اور جھٹلانے والوں کے اوصاف میں ہے۔ وَلَا يَحُضُّ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ کہ وہ اپنے آپ کو اور نہ دوسروں کو غریبوں کو کھانا کھلانے پر ابھارتے ہیں۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اطعام طعام اہل ایمان اہل جنت کے اوصاف میں ہے۔ اس کے خلاف نہ کھانا کھلانے کا مزاج اہل جہنم کے اوصاف اور ان کے عادات میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل جنت کے اوصاف سے نوازے اور اہل جہنم کے اوصاف سے بچائے۔ آمین

جنت میں جانے کے سہل اعمال

حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ وہ اعمال بتادیجئے جس سے میں جنت میں داخل ہوجاؤں۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا۔ کھانا کھلاؤ۔ سلام کو رائج کرو۔ رشتوں کو جوڑو۔ جب لوگ سورہے ہوں تو رات میں

نماز (تہجد) پڑھو۔ جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔ (مسند احمد، ترغیب ۹۲)

حضرت براء ؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہات سے آنے والے نے سوال کیا کہ جنت والے اعمال ہمیں بتادیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ غلام آزاد کرو۔ اس کی قوت نہ ہو تو بھوکوں کو کھلاؤ۔ پیاسوں کو پلاؤ۔

جنت کا وارث کون؟

حضرت عبداللہ بن الحارث ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمارے پاس یہ فرماتے ہوئے گذرے۔ لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ سلام رائج کرو۔ جنت کے وارث بن جاؤ۔ (مجمع الزوائد ج ۴ صـ ۲۰)

جنت کس کے لئے واجب؟

حضرت مقدام بن شریح عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا ایسے اعمال بتادیجئے جس سے جنت واجب ہوجائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں کو کھانا کھلانا۔ سلام کو رائج کرنا جنت کو واجب کردیتا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ صـ ۲۰)

جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے

حضرت معاذ بن جبل ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی مؤمن کو پیٹ بھر کھلائے۔ تو اللہ پاک جنت کے جس دروازے سے چاہے اسے داخل ہونے دے گا۔ وہ تمام لوگ جو اسی جیسے اعمال کے عامل ہوں گے ہر دروازے سے داخل ہوں گے۔ (طبرانی ترغیب صـ ۶۹)

جنت کا شیش محل کس کے لئے؟

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

جنت میں ایک ایسا محل ہے جس کا اندر باہر سے اور باہر اندر سے نظر آتا ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ محل کس کے لئے ہے۔ آپ نے فرمایا یہ اس کے لئے ہے جس کا طرز کلام اچھا ہو۔ لوگوں کو کھانا کھلاتا ہو۔ اور جب لوگ سو رہے ہوں تو وہ نماز پڑھتا ہو۔ (طبرانی۔ ترغیب ص ۶۳)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جنت کے ایسے بالاخانے ہیں جن کا اندر باہر سے اور باہر اندر سے نظر آئے۔ ان جیسوں کے لئے ہیں۔

قیامت کی سختی سے محفوظ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے اپنے بھائی کو ایک میٹھا لقمہ چکھایا۔ وہ قیامت کے دن کی سختی کو نہ چکھے گا۔ (کتاب البر ص ۲۴۳)

فائدہ: جب ایک لقمہ کا یہ ثواب ہے تو پورے کھانے کا کیا ثواب ہوگا۔

لوگوں میں بہتر کون؟

حضرت حمزہ بن صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو کھانا کھلائے۔ (اسی وجہ سے میں لوگوں کو زیادہ سے زیادہ کھانا کھلاتا ہوں اور کھانے میں زائد خرچ ہوتا ہے) (مکارم الخرائطی ص ۳۲۹)

رحمت کے اسباب کیا ہیں؟

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا رحمت کے اسباب غریب مسلمانوں کو کھانا کھلانا ہے۔ (ترغیب ج ۲ ص ۶۳)

قیامت کی سختی سے کون محفوظ؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی مؤمن کو ایک لقمہ میٹھا کھلائے خدائے پاک اسے قیامت کی سختی سے محفوظ رکھے گا۔

(کنز العمال، کتاب البر ابن جوزی ص ۲۴۳)

کس کے لئے جہنم کے درمیان سات خندقیں حائل؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے بھائی کو کھانا کھلایا یہاں تک کہ پیٹ بھر گیا اور پانی پلایا یہاں تک کہ سیراب ہوگیا۔ تو اللہ پاک اس کے لئے جہنم سے دور سات خندقیں حائل فرما دیتے ہیں اور ہر خندق کی مسافت پانچ سو سال کے برابر ہوگی۔

(مکارم طبرانی ص ۱۰۳، الترغیب ص ۶۵)

جنت کا پھل کون توڑے گا؟

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی مؤمن کو بھوک پر کھانا کھلائے خدائے پاک اسے جنت کا پھل کھلائے گا۔ جو کسی مؤمن کی پیاس بجھائے خدا اسے جنت کا خالص شراب پلائے گا۔ جو مؤمن کسی کپڑے کی ضرورت والے کو کپڑا پہنائے۔ خدا اسے جنت کا جوڑا پہنائے گا۔ (الترغیب ص ۶۶)

خدا ملائکہ پر فخر فرماتے ہیں

حضرت جعفر عبدی اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدائے پاک ملائکہ سے ان لوگوں پر فخر فرماتے ہیں جو اس کے بندوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (الترغیب ص ۶۸)

کھانا کھلانے پر تین آدمی جنّت کے مستحق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک لقمہ کی وجہ سے یا ایک کھجور یا اس کے مثل جو کسی ضرورتمند کو نفع دے تین (۳) آدمی کو جنّت میں داخل کرتا ہے۔ ایک تو وہ جس نے کھلانے کا حکم دیا۔ دوسرا اس کی بیوی جس نے کھانا بنایا۔ تیسرے وہ خادم جس نے اس غریب کو کھلایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس اللہ کی حمد ستائش جس نے خادم (تک کو نوازا) بھولا نہیں۔ (الترغیب ج ۲ صـ۶۵)

اسباب مغفرت کیا ہیں؟

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مغفرت کے اسباب میں سے اہل حاجت کو کھانا کھلانا بھی ہے۔ (مکارم طبرانی صـ۷۳)

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ مغفرت کے اسباب کھانا کھلانا اور سلام کرنا ہے۔

عرش کے سایہ میں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو اہل ضرورت کو کھانا کھلائے خدا اسے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا۔ (مکارم صـ۷۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ تین (۳) شخصوں کو خدائے پاک اس دن سائے میں رکھے گا جس دن کوئی سایہ اس کے سایہ کے علاوہ نہ ہوگا۔ ① مشقت کے باوجود وضو کرنے والا (مثلاً سردی میں) ② اندھیرے میں مسجد جانے والا ③ بھوکوں کو کھانا کھلانے والا۔ (الترغیب ج ۲ صـ۶۸)

جو کسی کو ایک لقمہ کھلائے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو اپنے کسی بھائی کو ایک میٹھا لقمہ کھلائے خدائے پاک اسے قیامت کے دن حشر کی سختی سے محفوظ رکھے گا۔ (مکارم طبرانی صـ۷۳)

فرشتوں کی دعائے رحمت کب تک؟

حضرت امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (لوگوں کے کھانے کے لئے) دسترخوان جب تک لگا رہتا ہے۔ فرشتوں کی جانب سے دعائے رحمت ہوتی رہتی ہے۔ (مکارم طبرانی صـ۷۲)

فائدہ: لوگوں کو کھانا کھلانا دسترخوان وسیع رکھنا یہ مکارم اخلاق میں سے ہے۔ یتیم مساکین مسافرین اور اہل علم وفضل اور دین کی خدمت کرنے والوں پر دسترخوان کا عام رکھنا یہ دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں اس عظیم ثواب کا باعث ہے۔ جس کا بیان گذرا۔ اہل علم اور دین کی خدمت کرنے والوں کو کھلانے کا زیادہ ثواب ہے۔ سات سو گنا تک ان پر خرچ کرنے کا ثواب ہوتا ہے۔ مبارک اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ان فضائل کے حامل ہیں۔ دین و دنیا کی دولت لوٹ رہے ہیں۔

راستے سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا

تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا صدقہ ہے

حضرت ابوبریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انسان کے جسم میں ہڈیوں کے تین جوڑ ہیں۔ ہر جوڑ کے بدلہ اس پر ایک صدقہ ہے۔ حضرات صحابہ نے پوچھا اے اللہ کے نبی کون اس کی وسعت رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا مسجد میں ناک لگی ہو تو اس کو (کھرچ کر) دفن کر دینا۔ راستہ کی تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو چاشت کی دو رکعت اس کی جانب سے کافی ہے۔

(ابوداؤد ص۷۱۱)

فائدہ: اس سے چاشت کے نماز کی اہمیت معلوم ہوئی کہ انسانی جوڑ کے صدقہ کا یہ متبادل ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا راستہ کی تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا صدقہ ہے۔ (ابوداؤد ص۷۱۱)

فائدہ: ایسی چیز جن سے راستہ چلنے والوں کو تکلیف ہوتی ہو ہٹا دینا، دور کرنا صدقہ ہے۔

ایک شخص کی مغفرت کا واقعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک آدمی کا انتقال

ہو گیا۔ اس نے کوئی نیکی نہیں کی تھی۔ ہاں مگر اس نے راستہ سے کانٹے کی ٹہنی اٹھا کر پھینکی یا کوئی درخت تھا جسے کاٹ ڈالا اور اسے کنارے ڈال دیا۔ اللہ پاک نے اسے اس کے بدلے جنت میں داخل کر دیا۔ (ابن ماجہ ص۲۶۲، ابوداؤد ۷۱۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہو کہ آدمی معمولی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھے اور اسے نہ چھوڑے۔ شاید کہ یہی اس کے لئے باعث نجات ہو جائے۔ بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ آدمی کی بڑی بڑی نیکیاں رہ گئیں۔ اور معمولی نیکی جس کی اس کے نزدیک کوئی وقعت و اہمیت نہ تھی مغفرت کا باعث بن گئی۔

اُمّت کے بہترین اعمال

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری اُمّت کے اچھے اور برے اعمال مجھ پر پیش کئے گئے۔ تو میں نے اچھے اعمال میں سے راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا پایا ہے۔

فائدہ: یعنی یہ معمولی نیکی بھی اعمال فاضلہ میں اور بلند اعمال میں داخل ہے کہ ایک انسان تکلیف اور ضرر سے بچتا ہے اور اس کے کسی کو ضرر سے بچانے کی اہمیت معلوم ہوئی۔ (ابن ماجہ ص۲۶۲)

نفع بخش عمل

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے پوچھا کوئی عمل بتا دیجئے جس سے نفع ہو۔ آپ نے فرمایا مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹایا کرو۔ (بیہقی فی الشعب ج۷، ص۵۱۲)

جس کی نیکی قبول وہ جنت میں

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے سنا جو شخص مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرے اس کے لئے نیکی لکھی جاتی ہے اور جس کی نیکی قبول ہوگئی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ترغیب ج ۳ ص ۶۱۸)

فائدہ: واقعی مقبول نیکیوں کا صلہ جنت ہے۔ خدائے پاک ہماری نیکیوں کو قبول فرمائے۔

نیکیاں زائد

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے انس مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹاؤ۔ تمہاری نیکیاں زائد ہوں گی۔ (مکارم الخرائطی ص ۵۱۶)

فائدہ: یعنی اس عمل کا ثواب ملے گا جس سے نیکیوں میں زیادتی ہوگی۔

جنت کے مزے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک درخت تھا۔ جو راستہ میں لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔ ایک شخص نے راستہ سے اکھاڑ کر الگ کردیا۔ اس پر نبی پاک ﷺ نے فرمایا میں نے اس آدمی کو جنت میں اس درخت کے سایہ میں کروٹ لیتے دیکھا۔ (مسند احمد، ترغیب ج ۳ ص ۶۲۱)

مسلم کی حدیث میں اس طرح ہے کہ میں نے ایک آدمی کو جنت میں کروٹ لیتے دیکھا۔ جس نے راستہ سے ایک تکلیف دہ درخت کاٹ دیا تھا۔ (ترغیب ج ۳ ص ۶۲۰)

فائدہ: دیکھئے معمولی نیکی پر کیسا عظیم ثواب پایا۔ اس لئے نیکی خواہ چھوٹی ہی ہو اس

کی قدر کرے۔

ایک پتھر کے ہٹانے پر بھی جنت

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص راستہ سے ایک پتھر بھی ہٹادے۔ تو اسے ایک نیکی ملتی ہے اور جس کی نیکی ہوگی وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(بیہقی فی الشعب ج ۷ ص ۵۱۶، ترغیب ج ۳ ص ۶۱۹)

ایک ہڈی کا اٹھانا بھی صدقہ ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا راستہ سے ایک ہڈی کا اٹھانا بھی صدقہ ہے۔ (بیہقی ج ۷ ص ۵۱۶، مکارم الخرائطی ص ۵۱۶)

ایمان کی شاخیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان کی ستر سے اوپر شاخیں ہیں۔ سب سے ادنیٰ (آخری) درجہ یہ ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیزیں ہٹادے۔ اور سب سے اونچا درجہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ (ابن ماجہ ص ۷، بخاری ص ۱، مسلم)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹادینا اور دور کردینا گو بظاہر معمولی کام ہے۔ مگر اس کا ثواب بہت ہے۔ اور اللہ کے نزدیک اس کی بڑی قیمت ہے۔ ٹھیک اسی طرح اس کے بالمقابل راستہ میں کسی ایسی صورت کا اختیار کرنا جس سے گذرنے والے کو تکلیف ہو، گذرنے میں پریشانی ہو۔ گناہ اور بے مروتی اور ظلم کی بات ہے۔ مثلاً راستہ پر پانی کا بہا دینا کہ کیچڑ پیدا ہوجائے۔ کوڑا کرکٹ ڈال دینا۔ غلاظت ڈال دینا۔ اسی طرح سائیکل موٹر یا گاڑی کھڑی کردینا کہ گذرنے والے کو تکلیف اور پریشانی ہو درست نہیں۔ اسی طرح دیکھا گیا ہے کہ لوگ

گلیوں میں عام راستوں میں دہلیز نکال دیتے ہیں دروازے کی سیڑھی بنا دیتے ہیں یہ بھی درست نہیں ظلم اور گناہ کی بات ہے۔ کہ غیر مملوک زمین کو اپنی ملک اور تصرف میں لاتا ہے۔ اور عام لوگوں کے حق کو ضائع کرتا ہے۔ اسی طرح راستہ میں بچوں کو پاخانہ کرا دیتے ہیں جس سے گذرنے والوں کو سخت اذیت ہوتی ہے۔ اور وہ کچھ بھلا برا کہہ کر گذر جاتے ہیں۔ نہایت ہی قبیح فعل ہے لعنت کے امور میں سے ہے۔ آپ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے اور لعنت فرمائی ہے۔ آج کل راستوں پر عام طریقہ سے ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو گذرنے والوں کے لئے اذیت و کلفت کا باعث ہوتی ہیں۔ لوگ بددینی، بے مروتی اور جہالت کی وجہ سے اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ اور لوگوں کی لعنت و خدائی گرفت میں گرفتار ہوتے ہیں۔

اہل تعلّق کی آمد پر خوشی کا اظہار

آنے والے کو خوش آمدید کہے

حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن میں آپ ﷺ کے پاس آئی آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ کپڑے سے پردہ کئے ہوئے تھیں۔ میں نے سلام کیا تو آپ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا اُمِّ ہانی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مرحبا اے اُمِّ ہانی (خوش آمدید اے اُمِّ ہانی) (بخاری ص۹۱۲، ترمذی ۲ ص۱۳۰)

حضرت عکرمہ ؓ بن ابی جہل کہتے ہیں کہ میں جب آپ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ مرحبا اے "مہاجر سوار" (ترمذی ج۲ ص۱۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس جب وفد قیس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ مرحبا (بخاری ص۹۱۲)

حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں جب آپ ﷺ کی خدمت میں آتی تو آپ مرحبا فرماتے۔

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ اہل تعلق و محبت کے آنے پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا مسنون اور اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔ ہماری زبان میں اس مرحبا کا ترجمہ خوش آمدید ہے۔

سلام

سلام اور قرآن

قرآن پاک میں ہے:

﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا﴾

(سورہ نساء:۸۶)

"اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر طور پر سلام کرو یا اسے لوٹا دو۔" (تفسیر ماجدی ج۱ ص۷۷)

جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے "احکام القرآن" میں کہا۔ اہل عرب ایک دوسرے کو حیاک اللہ (خدا تجھے زندہ رکھے) سے سلام کیا کرتے تھے۔ اسلام نے اسے السلام علیکم سے بدل دیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کے مطابق (آیت کے نازل ہونے کے بعد) سلام کیا۔ اور کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حسن بصریؒ کہتے ہیں سلام کرنا مستحب ہے۔ اور جواب دینا واجب ہے۔ سلام کے جواب میں سلام تو بہر حال واجب ہے۔ اس کے بعد دو اختیار دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ جواب سلام سے بہتر ہو۔ مثلاً "السلام علیکم" کہے تو جواب "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" کہا جائے۔ اور "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہے تو "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ" کہا جائے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کافر کو تو اس کا سلام ویسے ہی لوٹا دیا جائے۔ اور مسلمان کو زیادتی کے ساتھ جواب دیا جائے۔ (احکام القرآن ص۳۰۹)

دنیا کی ہر مہذب قوم میں اس کا رواج ہے کہ جب آپس میں ملاقات کریں تو کوئی کلمہ آپس کی مونست اور اظہار محبت کے لئے کہیں لیکن موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی سلام جتنا جامع ہے کوئی دوسرا ایسا جامع نہیں۔ کیونکہ اس میں صرف اظہار محبت ہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ ادائے حق محبت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ آپ کو تمام آفات اور آلام سے سلامت رکھیں۔ پھر دعا بھی عرب کے طرز پر صرف زندہ رہنے کی نہیں بلکہ حیات طیبہ کی دعا ہے۔ یعنی تمام آفات و آلام سے محفوظ رہنے کی۔ اس کے ساتھ اس کا بھی اظہار ہے کہ ہم تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ ایک دوسرے کو کوئی نفع بغیر اس کے اذن کے نہیں پہنچ سکتا۔ اس معنی کے اعتبار سے یہ کلمہ ایک عبادت بھی ہے۔ اور اپنے مسلمان بھائی کو خدا تعالیٰ کی یاد دلانے کا ذریعہ بھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی تحیہ ایک عالم گیر جامعیت رکھتا ہے ① اس میں اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر ہے۔ ② تذکیر بھی ③ اپنے بھائی مسلمان سے اظہار تعلق و محبت بھی ④ اس کے لئے بہترین دعا بھی ⑤ اور اس سے یہ معاہدہ بھی کہ میرے ہاتھ اور زبان سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ (معارف القرآن پارہ ۵ ص۱۵۳)

سلام کو رائج کرنے کا حکم

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا۔ مریض کی عیادت کا، جنازہ کے ساتھ چلنے کا، چھینک کے جواب کا، مہمان کی خدمت کا، مظلوم کی مدد کا، سلام کو پھیلانے کا، قسم پورا کرنے کا۔

(بخاری ص۱ ۹۳)

فائدہ: حدیث پاک میں افشاء سلام کا ذکر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام لوگوں

کے درمیان سلام کثرت سے رائج کرے۔ اسے پھیلائے۔ ہر ایک کو سلام کرے۔ خواہ متعارف ہو یا غیر متعارف۔ چھوٹا ہو یا بڑا۔ عامۃ الناس میں سے ہو یا خواص میں سے۔ صالح صاحب تقویٰ و زہد ہو یا نہیں۔ جب بھی ملاقات ہو۔ سلام کرے۔ اور سلام میں پہل کرے۔

سلام اللہ کے ناموں میں سے ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سلام اللہ پاک کے ناموں میں سے ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر رکھا ہے۔ پس آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔ (ادب مفرد ص ۲۹۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سلام اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اس کو آپس میں (سلام کرکے) رائج کرو۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سلام اللہ کے ننانوے ناموں سے ایک ہے۔ اس کے معنی سلامتی اور حفاظت کے ہیں اس معنی کی رعایت سے دعا کے طور پر بندوں کے درمیان رائج کیا۔ لہٰذا اسے خوب پھیلاؤ۔

سب سے پہلا سلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ ان کی لمبائی ۶۰ ہاتھ تھی۔ جب پیدا کیا تو فرمایا جاؤ فرشتوں کی جماعت بیٹھی ہے ان کو سلام کرو۔ اور دیکھو وہ تمہیں سلام کا جواب کیا دیتے ہیں۔ پس وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ پس انہوں نے کہا السلام علیکم تو انہوں نے جواب دیا السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ انہوں نے رحمۃ اللہ زیادہ کیا۔

(ادب مفرد بخاری ص ۹۱۹، شرح السنۃ ج ۱۲ ص ۲۵۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت

آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا کیا۔ اور روح ڈالی تو حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی۔ تو الحمد للہ کہا۔ اللہ کے حکم سے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یرحمک اللہ اے آدم جاؤ فرشتوں کی مجلس میں۔ اور ان کو السلام علیکم کہو۔ انہوں نے السلام علیکم کہا تو ملائکہ نے جواب میں علیک السلام ورحمۃ اللہ کہا۔ پھر اپنے رب کی جانب لوٹے تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ تمہارے آپس کے درمیان کا سلام وجواب یہی ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۰۰)

کلام و گفتگو سے قبل سلام

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا گفتگو سے قبل سلام ہے۔ (ترمذی ص ۹۸)

فائدہ: اسلامی شعائر اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ گفتگو اور ملاقات میں اولاً سلام کرے۔ بلا سلام کئے گفتگو نہ کرے۔

سلام کی کثرت سے نیکیاں زائد

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اپنے گھروں میں کثرت سے نماز پڑھا کرو۔ تمہارے گھروں میں بھلائیاں اچھائیاں زائد ہوں گی۔ میری اُمت میں جس سے ملاقات ہو سلام کیا کرو۔ تمہاری نیکیاں زائد ہوں گی۔

(بیہقی، جامع صغیر ج ۱ ص ۸۶)

جنّت کے اعمال

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگو سلام رائج کرو۔ لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ رات کو نماز پڑھو۔ جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔ جنت میں سہولت و آرام کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (ترمذی، ترغیب ج ۲ ص ۴۲۵)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی عبادت کرو۔ سلام کو پھیلاؤ۔ لوگوں کو کھانا کھلاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(ترغیب ج ۳ ص ۴۲۳)

جنّت کس عمل سے واجب؟

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے پوچھا ہمیں ایسے اعمال بتائیے جس سے جنت واجب ہو جائے۔ آپ نے فرمایا خوش کلامی، سلام کو پھیلانا، لوگوں کو کھانا کھلانا۔ (ترغیب ج ۲ ص ۴۲۴)

فائدہ: متعدد احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ اعمال جنت کے حصول کا باعث ہیں اگر کوئی کبائر سے محفوظ ہو۔ حق العبد اس کے ذمّہ نہ ہو۔ فرائض اور احکام کی پابندی کرتا ہو تو یہ اعمال یقیناً جنّت کو واجب کرنے والے ہیں۔

مغفرت کے اسباب

حضرت جبیدہ سے طبرانی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مغفرت کے موجبات میں سے سلام کو رائج کرنا اور حسن کلام ہے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۴۲۶)

سلام آپس کی محبّت کا ذریعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں اس وقت تک نہیں داخل ہو سکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ۔ اور اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔ میں تم کو بتادوں محبت کس چیز سے ہوگی۔ لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے کہا آپس میں سلام رائج کرو۔

(ادب مفرد ص ۲۹۰، مسلم، ترمذی ص ۹۸)

فائدہ: سلام مصافحہ آپس میں محبت اور مودت کا ذریعہ ہے۔ تعلقات کی خوشگواری اور آپس کی بدگمانی سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

سلام اُمّت کی دعا اور تحیّہ ہے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول پاک ﷺ سے سنا کہ اللہ عزوجل نے "سلام" کو ہماری اُمّت کا تحیہ بنایا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹)

فائدہ: یعنی آپس میں ایک دوسرے کو دعا دینے کا کلمہ بنایا ہے۔ جو خیریت وعافیت کی ترجمانی کرتا ہے۔

ابتداء سلام کرنے والا تکبر سے محفوظ ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے محفوظ ہے۔ (بیہقی، مشکوٰۃ ص ۴۰۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سلام میں پہلے کرنے والا متکبر نہیں ہو سکتا۔ چونکہ وہ تو یہ چاہے گا کہ لوگ مجھے سلام کیا کریں۔ معلوم ہوا کہ سلام میں پہل تواضع کی علامت ہے جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی شان ہے۔

سلام کو عام کرنا نجات اور سلامتی کا باعث

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سلام عام کرو۔ (اسے پھیلاؤ) نجات پاؤ گے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۴۲۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سلام دعائیہ کلمہ ہے۔ ظاہر ہے سلامتی کی دعا سے یقیناً نجات ہوگی۔

سلام بلندی مرتبہ کا باعث

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سلام کو عام کرو، تاکہ بلند رہو۔ (مجمع ج ۸ ص ۳۰، طبرانی، ترغیب ج ۳ ص ۴۲۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سلام کو خوب عام کرو اس سے خدا کے نزدیک تمہارا مرتبہ بلند رہے گا۔ کہ یہ خدا کے برگزیدہ بندوں کی عادات میں سے ہے۔ جو خدا کو محبوب و پسند ہیں۔ مزید نیک لوگوں کے درمیان تمہارا مرتبہ اخلاق کے اعتبار سے بلند رہے گا۔

ایک دن میں ۲۰ سلام کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے ایک دن میں ۲۰ سلام کیا خواہ جماعت کو یا تنہا لوگوں کو اور اسی دن اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر جنت لازم ہے۔ (طبرانی، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۰)

فائدہ: سلام کی کثرت کی فضیلت میں یہ حدیث بہت اہم اور قابل توجہ ہے کہ ۲۰ سلام جس کا دن ورات میں ہو جائے جنت اس کے لئے لازم۔

بعض اعمال بہت سہل اور آسان اور اس کا ثواب بہت زائد ہے انہیں میں سے یہ بھی ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سلام کی کثرت منقول ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم بازار اسی مقصد سلام کے لئے جاتے تھے۔ کہ سلام کا زیادہ موقعہ ملے۔ اور زیادہ وہ اس کے دینی و دنیاوی فوائد کو حاصل کر سکیں۔

سلام سے درجات بلند

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا سلام کو رائج کرو۔ تاکہ تمہارا درجہ بلند ہو۔ (ترغیب، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۰)

فائدہ: سلام اخلاق حمیدہ عالیہ میں سے ہے۔ ابتداء کرنا تواضع و مسکنت کی علامت ہے۔ اور یہ دنیا و دین میں بلندی مرتبہ کی دلیل ہے۔

آپس کے کیا حقوق ہیں؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ ① ان سے ملاقات ہو تو سلام کرو۔ ② دعوت دے تو قبول کرو۔ ③ نصیحت چاہے تو نصیحت کرو۔ ④ چھینکنے پر الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہو۔ ⑤ بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کرو۔ ⑥ مر جائے تو اس کے جنازہ میں شریک ہو۔ (ترغیب ج ۳ ص ۴۲۶)

فائدہ: دیگر روایتوں میں اس سے زائد بھی حقوق بتائے گئے ہیں۔ تاہم سلام کرنا اسلام کے بلند پایہ مکارم اخلاق میں سے ہے۔ جو خدائے پاک نے مسلمانوں کے درمیان محبت و مودت کے قائم رہنے کے لئے مشروع کیا ہے۔

سلام میں پہل کرنے والا افضل

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو سلام میں پہلے کرے وہ لوگوں میں بہتر ہے۔ (ابوداؤد ۷۰۶، ترمذی)

فائدہ: سلام میں پہل کرنے والا باعث فضیلت ہے۔ بعض لوگ انتظار میں رہتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ یہ خود سلام کرے۔ سو یہ فضیلت سے محرومی اور کبر کی علامت ہے۔

سلام کا مسنون طریقہ

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے

کوئی اپنے بھائی سے ملاقات کرے۔ تو اس طرح سلام کہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

(ابن سنی ص۲۰۰ ابوداؤد)

فائدہ: زندہ کو سلام کرنے کا مسنون اور متعارف طریقہ جس پر اُمت کا تعامل ہے انہیں الفاظ کے ساتھ ہے۔ گو سلام علیک یا السلام علیک سے بھی سلام ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ آہستہ سے سلام کرتے ہیں۔ تمام کلمے صحیح طور پر سنائی نہیں دیتے۔ یہ طریقہ سُنّت کے خلاف ہے۔ سلام زور سے صاف لفظوں میں کرے۔

سلام میں پہل کرنے والے کو دس نیکیاں زائد

غالب قطان کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں پر سلام کرے اسے دس نیکیاں ملیں گی۔ (ابن سنی ص۱۷)

فائدہ: سلام میں پہلے کرنا زیادتی ثواب کا باعث ہے۔ اور تواضع و مسکنت کی علامت ہے۔ آپ ﷺ کی عادت طیبہ سلام میں سبقت کی تھی۔ متکبرین جاہ و وقار والے ابتداء سلام کم کرتے ہیں وہ دوسروں کے سلام کا انتظار کرتے ہیں۔ یہ اچھی بات نہیں۔

سلام کا جواب نہ دینے پر وعید

حضرت عبدالرحمٰن بن شبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو سلام کا جواب نہ دے وہ میری اُمت میں سے نہیں۔ (ابن سنی ص۱۷)

فائدہ: خیال رہے کہ ابتداء سلام کرنا سُنّت ہے اور جواب دینا واجب ہے۔ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب کے فرض ہونے پر اجماع نقل کیا ہے (حاشیہ ابن سنی) اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو کسی ناراضگی اور شکایت یا باہمی اختلاف کی وجہ سے جواب نہیں دیتے یہ درست نہیں۔ یہ کبر اور فسق ہے۔

خطوط و مراسلات میں تحریری سلام

نبی پاک ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے نام تعزیت نامہ جوان کے صاحبزادے کی وفات پر لکھا تھا اس کی ابتداء آپ نے بسم اللہ کے بعد سلام سے اس طرح کی تھی۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَمَّا بَعْدُ﴾

(الحدیث رواہ الحاکم حسن ص)

فائدہ: نبی پاک ﷺ نے جب بھی کسی کو خط یا مراسلہ لکھوایا تو اولاً سلام لکھوایا۔ پھر مقصد تحریر پیش کیا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اسی طریقہ پر عمل کیا۔ امام بخاری نے ادب المفرد میں باب قائم کیا ہے۔ كَيْفَ يَكْتُبُ صَدْرَ الْكِتَابِ کہ خطوط و مراسلہ کی ابتداء کس طرح کرے۔ پھر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی ان روایتوں کو بیان کیا ہے جس میں خطوط و مراسلہ کی ابتدا بسم اللہ اور سلام سے ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ انہوں نے بیعت کے متعلق جب عبدالملک کو خط لکھا تو اس طرح لکھا۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لِعَبْدِ الْمَلِكِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ سَلَامٌ عَلَيْكَ﴾ (ادب مفرد ص۳۲۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ کو خط لکھا تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد سلام علیک امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ لکھا۔ (ادب مفرد ص۳۲۷)

خیال رہے کہ حدیث پاک میں ہے السلام قبل الکلام۔ ہر گفتگو اور بات سے قبل سلام سُنّت ہے۔ ظاہر ہے کہ تحریری مکاتب و مراسلہ بھی کلام ہے۔ لہٰذا اس کی ابتداء بھی سلام سے ہونی چاہئے۔ اسی پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور خیر القرون اور اس کے بعد

کا تعامل ہے۔ اس لئے اہل اسلام کی لئے خطوط اور مراسلہ میں بسم اللہ پھر سلام کا لکھنا صرف طریق مسنون ہی نہیں بلکہ اسلامی شعائر میں سے بھی ہے۔

۷۸۶ کا لکھنا خلاف سُنّت ہے

خیال رہے کہ خطوط اور مراسلہ میں جو ۷۸۶ لکھنے کا بہت عام رواج ہے۔ یہ بالکل غلط اور خلاف سُنّت و اسلاف ہے۔ اس کے لکھنے سے ہرگز سُنّت نہ ادا ہوگی نہ سُنّت کا ثواب ملے گا۔ احادیث و آثار سے جو طریقہ ثابت ہے وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سلام علیک یا السلام علیک ہے۔ یہی خیر القرون کا عمل رہا ہے۔ خیر القرون اور اس کے بعد ائمہ محققین میں سے کسی سے بھی یہ عدد لکھنا ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اس طریقہ کو چھوڑنا اور ترک کر کے طریقہ سُنّت کو رائج کرنا لازم ہے۔ اور یہ عذر شرعاً معتبر نہیں کہ بسم اللہ کے لکھنے سے بے ادبی ہوتی ہے بچانا لازم ہے وہ ایسے کاغذوں کو محفوظ جگہ میں رکھ کر دفن کر دیا کریں یا جلا کر زمین میں چھپا دیا کریں۔ اس طرح بجائے السلام علیک کے محض سلام مسنون لکھنا یہ بھی بہتر نہیں اس سے سلام کا جو ثواب آیا ہے وہ نہیں ملتا۔ عوام ہی نہیں خواص بھی اس سے غافل ہیں۔ دراصل ماحول میں کوئی چیز رائج ہو جاتی ہے تو پھر اس کے خلاف جلدی ذہن نہیں جاتا۔ اور رواج شدہ امور کو مشروع سمجھا جانے لگتا ہے۔ خدائے پاک دین کا فہم اور علم پھر اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہر اعلیٰ ادنیٰ کو سلام کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔ اور چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے۔ اور قلیل کثیر کو سلام کرے۔ (بخاری ص۹۲۱)

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کو سلام کرے۔ اعلیٰ ادنیٰ کو سلام کرے۔ تاکہ تواضع اور ربط محبت کی شکل پیدا ہو۔ بڑے مرتبہ والے چھوٹے کو سلام کریں گے تو چھوٹے بھی سلام کریں گے۔ غیروں کی طرح یہ طریقہ ہمارے یہاں نہیں کہ ادنیٰ اعلیٰ کو چھوٹے بڑے کو سلام کریں۔ بلکہ ہر مؤمن ایک دوسرے کو سلام کرنے میں سبقت کرے۔ اسی طرح خواہ متعارف ہو یا غیر متعارف سب کو سلام کرے۔

سلام تین مرتبہ تک کرے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب سلام کرتے تو تین مرتبہ سلام کرتے۔ اور گفتگو کرتے تو تین مرتبہ اس کو لوٹاتے۔ (بخاری ج۲ ص۹۳۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ اجازت لیتے وقت سلام کرتے پہلے دوسرے میں جواب نہ ملنے پر تیسری مرتبہ سلام کرتے اگر تیسرے کا جواب نہ دیا جاتا تو واپس ہو جاتے۔

سونے والے کو سلام کس طرح کرے؟

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ رات میں (اپنے گھر) تشریف لاتے تو اس طرح سلام کرتے کہ سویا ہوا جاگتا نہیں اور جاگتا ہوا سن لیتا۔

(ادب مفرد ص۳۰۳)

فائدہ: یعنی آپ آہستہ سلام فرماتے۔ تاکہ سوتا آدمی جاگ نہ جائے اور اس کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سونے والے شخص کی رعایت لازم ہے۔ کہ اس کی نیند اس کے سبب سے نہ ٹوٹے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سوتے ہوئے کے قریب نہ زور سے گفتگو کرے۔ نہ کوئی ایسی حرکت کرے کہ اس کی نیند ٹوٹ

جائے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کسی سبب سے نیند ٹوٹ جاتی ہے تو دوبارہ نہیں آتی جو اس کے لئے پریشانی کی بات ہوتی ہے۔ اور کسی مؤمن کو اپنے فعل سے تکلیف و پریشانی میں ڈالنا درست نہیں۔

بغیر سلام کے اجازت نہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اجازت چاہنے سے قبل سلام نہ کرے اسے اجازت نہ دو۔ (مشکوٰۃ ص ۴۰۱، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی کے گھر یا مجلس وغیرہ میں آنے کی اجازت چاہے اور پہلے سلام نہ کرے تو اسے داخل ہونے کی اجازت نہ دے۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولاً سلام کرے پھر اجازت چاہے۔

بغیر سلام کے آئے تو واپس کردے

صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ حضور پاک ﷺ کے پاس چلے گئے نہ اجازت لی نہ سلام کیا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ واپس ہو جاؤ۔ اور کہو السلام علیکم۔ کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ (ترمذی ص ۱۰۰)

فائدہ: کسی کے گھر یا کمرہ وغیرہ میں جائے تو اولاً سلام کر کے اجازت لے لے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اگر بغیر سلام کے داخل ہو جائے تو اسے واپس کردے اور سلام کے ساتھ داخل ہونے کی تاکید کرے۔ بعض لوگ واپس کرنے سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اسے تشدد قرار دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ آپ راہ اعتدال پر تھے متشدد نہ تھے۔ یہ تو طریقہ مسنون کی ترویج و مشق ہے۔

بخیل کون ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جو سلام میں بخل کرے۔ (ادب مفرد ص ۲۹۹)

فائدہ: یعنی جو شخص سلام کا عادی نہیں۔ لوگوں کو سلام نہیں کرتا وہ بخیل ہے۔ اور بخل کی مذمت جو حدیث پاک میں ہے اس کا مستحق ہے۔

کسی کے سلام کا جواب کس طرح دے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ تمہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام سلام کہتے ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (ترمذی ج ۲ ص ۹۹، بخاری ص ۹۲۳)

فائدہ: سلام کے جواب میں سلام کرنے والے کے مقابلہ میں دعائیہ کلمہ زائد کرنا افضل ہے۔

کسی دوسرے کو سلام بھیجنا

حضرت غالب ابن قطان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ مجھے میرے والد نے حضور پاک ﷺ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ ان کے پاس جاؤ اور سلام پیش کرو۔ چنانچہ میں نے آپ کی خدمت میں والد کا سلام پیش کیا تو آپ نے فرمایا عَلَيْكَ وَعَلٰى اَبِيْكَ السَّلَامُ۔ (نزل الابرار ص ۳۵۰)

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ غائب کو سلام بھیجنا مسنون و مشروع ہے۔ اور جواب میں سلام لانے والے کو بھی شامل کرے اور اس طرح جواب دے و

علیک وعلیہ السلام۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے آپ ﷺ کے پاس حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھی تھیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ کو سلام کہہ رہے ہیں۔

(نسائی، نزل صـ۲۵۰)

فائدہ: سبحان اللہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کیا عظیم مرتبہ تھا کہ خدا کی جانب سے سلام پیش کیا جارہا ہے۔ کسی کو سلام بھیجنا خدائے تعالیٰ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا مبارک فعل ہے۔

مجلس میں آتے اور اٹھتے وقت سلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب آدمی مجلس میں آئے تو سلام کرے پس اگر بیٹھ گیا۔ پھر ختم مجلس سے پہلے اسے اٹھنے کی ضرورت پیش آئے تو سلام کرے۔ (پھر اٹھے) (ادب مفرد صـ۲۹۸)

فائدہ: مطلب یہ کہ پہلا سلام کافی نہیں۔ بلکہ اٹھتے وقت پھر سلام کرے۔ مگر خیال رہے کہ اگر تقریر یا ذکر وغیرہ میں لوگ مشغول ہوں تو سلام نہ کرے۔

سلام کا ثواب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی جو شخص بھی مجلس سے گذرتا ہے۔ اور اہل مجلس کو سلام کرتا ہے۔ تو اس کا درجہ بلند ہوتا ہے دس نیکیاں لکھی جاتیں ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ صـ۳۱)

سلام کا ثواب کم اور زائد

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا ور اس نے کہا السلام علیکم۔ آپ ﷺ نے جواب دیا اور فرمایا دس نیکیاں۔ پھر ایک شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ ﷺ نے جواب دیا اور فرمایا بیس نیکیاں۔ پھر ایک شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ ﷺ نے فرمایا تیس نیکیاں۔

اسی طرح سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جس نے السلام علیکم کہا وہ دس نیکیاں۔ اور جس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا وہ بیس نیکیاں اور جس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا وہ تیس نیکیاں پائے گا۔ ایک روایت میں پچاس نیکیوں کا ذکر ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ صـ۳۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سلام کے الفاظ کی کمی زیادتی سے ثواب میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔

قریبی وقفہ ہو تب بھی سلام کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملاقات کریں تو اسے سلام کرے۔ اگر درخت کی آڑ آجائے یا کوئی دیوار حائل ہوجائے اور پھر سے سامنا ہوجائے تو سلام کرے۔ (مشکوٰۃ صـ۳۹۹، ابوداؤد صـ۷۰۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے اصحاب ساتھ چلتے اور درخت حائل ہوجاتا، جس کی وجہ سے دونوں جانب بٹ جاتے کوئی دائیں کوئی بائیں پھر جب باہم ملتے تو ایک دوسرے کو سلام کرتے (ترغیب صـ۴۲۸، ادب مفرد صـ۲۹۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سلام کو تھوڑا وقفہ بھی ہوا ہو تو سلام کرے۔ ہمارے

ماحول میں رائج ہے کہ سلام کو تھوڑا وقفہ ہو اور پھر ملاقات ہو جائے تو سلام نہیں کیا جاتا سوچا جاتا ہے کہ ابھی تو کیا ہی ہے۔ سو اس روایت اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم سے معلوم ہوا کہ اگر بہت معمولی وقفہ بھی ہو اور سلام کیا ہو پھر سلام کرے۔ کہ یہ تو دعا ہے۔ جس قدر زیادہ ہو بہتر اور باعث ثواب ہے۔

سلام میں زائد الفاظ کہاں تک استعمال کرے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا السلام علیکم آپ نے جواب دیا اور فرمایا دس نیکیاں پھر ایک شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے جواب دیا اور فرمایا بیس نیکیاں۔ پھر ایک شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے جواب دیا وہ بیٹھ گئے پھر فرمایا تیس نیکیاں۔ معاذ بن انس کی روایت میں ہے کہ پھر ایک شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ آپ نے فرمایا چالیس نیکیاں۔

(مشکوٰۃ صہ ۳۹۹، ابوداؤد ج ۲ صہ ۷۰۶، ترغیب ج ۳ صہ ۴۲۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سلام میں مغفرتہ تک زاید کیا جاسکتا ہے۔ متعدد احادیث شریفہ سے یہ بات ثابت ہے۔ اگرچہ مغفرتہ والی حدیث ضعیف ہے۔ محدث ابوداؤد نے لکھا ہے کہ فضائل میں معتبر ہے۔ لہٰذا اس کلمہ تک اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس کے بعد رضوانہ کی روایت میں بھی اضافہ کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سنی کی عمل الیوم واللیلہ کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گذرے جو اپنے اصحاب کی بکریاں چرا رہا تھا۔ اس نے آپ کو السلام علیکم یا رسول اللہ کہا۔ آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ و

رضوانہ۔ (الاذکار صہ ۲۰۹)

اسی طرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں بیہقی کی شعب الایمان کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں جب نبی پاک ﷺ سلام فرماتے تو ہم لوگ جواب میں یہ کہتے وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔

ان روایتوں کے ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث ضعیفہ کے انضمام سے قوت پیدا ہو جائے گی اور برکاتہ سے زائد کی گنجائش (یعنی مغفرتہ تک) نکل آئے گی۔ اوجز المسالک شرح موطأ امام مالک میں بھی اس مغفرتہ کی زیادتی کو جائز قرار دیا ہے۔ گو سُنّت (جس پر آپ نے دوام اختیار کیا ہے) معروف روایتوں میں (یعنی برکاتہ تک ہے) ادب مفرد میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے منتہی السلام کا باب قائم کیا ہے۔ کہ سلام کی انتہا کہاں تک ہے۔ پھر حضرت خارجہ ابن زید ثابت کے اس اثر کو پیش کیا ہے۔ وہ خط میں سلام اس طرح لکھتے ہیں۔ السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ وطیب صلوتہ اس سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ برکاتہ پر اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ (صہ ۲۹۶)

اس طرح امام بخاری نے ادب المفرد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک اثر کو نقل کرتے ہوئے برکاتہ پر زیادتی کو ثابت کیا ہے۔ کہ سالم ان کے غلام بیان کرتے ہیں میں نے ان کو ایک مرتبہ اس طرح سلام کیا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تو انہوں نے جواب میں کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ وطیب صلواتہ۔

(ادب مفرد صہ ۳۰۰)

ان تمام احادیث و آثار کا خلاصہ یہ ہے کہ برکاتہ پر زیادتی کی گنجائش ہے۔ مگر اس کے خلاف حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ برکاتہ منتہی سلام ہے۔ اس کے بعد زیادتی کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حافظ ہی نے فتح الباری میں

نقل کیا ہے۔ جو بیہقی کی شعب الایمان کے حوالہ سے ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں آتے ہوئے اس طرح سلام کیا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ برکاتہ تک بس۔ یہیں تک کافی ہے۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۶)

اس روایت کا اعتبار کرتے ہوئے فقہاء احناف نے برکاتہ تک اجازت دی ہے۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔

اور اسی طرح ہندیہ میں بھی ہے لاینبغی ان یزاد علی البرکات (ج ۵ ص ۳۲۵)

مگر احادیث وآثار صحابہ کے پیش نظر برکاتہ کے بعد مغفرتہ کی اجازت ملتی ہے۔ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں عملاً اس کا ثبوت ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کا مقصد اس کا مسنون جس پر آپ کا عمل رہا ہو اس کا اختیار کرنا ہو۔ اور اپنے عمل میں مغفرتہ وغیرہ کا اضافہ حد جواز کو اختیار کرنے کے اعتبار سے ہو۔

متعارف اور واقفین ہی کو سلام کرنا قیامت کی علامت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ جاننے اور پہچاننے والے کو سلام نہ کریں۔
(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۲)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ قیامت کے قریب سلام خاص لوگوں کے لئے ہوجائے گا۔ (ادب مفرد ص ۳۰۸)

فائدہ: ہر اہل ایمان کا آپس میں سلام کرنا حق ہے خواہ ایک دوسرے کو پہچانے یا نہ پہچانے۔ صرف متعارف اور واقفین کو سلام کرنا مذموم اور ناپسندیدہ عادت ہے۔ جو

قیامت کی علامت ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ جس سے تعارف ہوتا ہے صرف اسی کو سلام کرتے ہیں۔

ہر ایک مؤمن کو سلام کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آکر پوچھا اسلام کے اچھے پسندیدہ اعمال کیا ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو کھانا کھلاؤ، اور سلام کرو خواہ متعارف ہو یا غیر متعارف ہو۔ (بخاری ص ۹۲۱، ادب مفرد ص ۲۹۲)

مشترک مجلس میں بھی سلام کرے

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ایسی مجلس سے گذرے جس میں مسلمان اور یہود ملے بیٹھے تھے۔ تو آپ نے سلام کیا۔
(ترمذی ج ۲ ص ۹۹، بخاری ص ۹۲۴)

فائدہ: یعنی ایسی مجلس میں بھی سلام کرے جس میں غیر مسلم وغیرہ بھی ہوں۔ کہ مسلمان مراد ہوں گے اور وہی جواب بھی دیں گے۔ یعنی نیت اہل اسلام کے سلام کی کرے۔ اور جواب بھی مسلمانوں کو ہی دینا چاہئے۔

عورتیں رشتہ دار اور محرم کو سلام کریں

حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول پاک ﷺ کے پاس گئی آپ غسل فرمارہے تھے اور حضرت فاطمہ پردہ کرا رہی تھیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔
(مسلم، نزل الابرار ص ۳۵۱)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ عورتوں کے پاس سے گذرے تو ان کو سلام فرمایا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۹۹، مسند احمد)

فائدہ: خیال رہے کہ اپنی والدہ بہن چچی پھوپھی اور محارم رشتہ داروں کو سلام کرنے کی اجازت ہے قریبی رشتہ داروں میں چچا کی لڑکی۔ یا ماموں پھوپھی کی جوان لڑکی کو سلام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح اجنبی عورتوں کو بھی سلام کرنا درست نہیں۔ (حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۹۲۳)

بوڑھی عورتوں کو جب اتہام وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو تو سلام کی اجازت ہے۔ اجنبی عورتوں کو اگر سلام کوئی کر دے تو جواب واجب نہیں ہے۔ اگر جواب دینا چاہے تو دل میں جواب دے سکتی ہے۔ آواز سے جواب دینا درست نہیں۔ (شامی ج ۶ ص ۳۶۹)

عورتیں اجنبی مردوں کو سلام نہ کریں

حضرت واثلہ ابن اسقع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا مرد عورتوں کو سلام کریں۔ (جب کہ اجنبیہ نہ ہو فتنہ کا خوف نہ ہو)

اور عورتیں مردوں کو (جب کہ اجنبی ہوں یا فتنہ و اتہام کا اندیشہ ہو) سلام نہ کریں۔ (ابن سنی ص ۲۱۶)

فائدہ: عورتیں صرف اپنے محارم اور رشتہ داروں کو جب کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو سلام کر سکتی ہیں۔ کہ ان کی آواز عورت ہے۔ اسی وجہ سے اذان اقامت ان سے ممنوع ہے۔ لہٰذا اجنبی مردوں کو اور غیر محارم رشتہ داروں کو سلام نہ کرے۔

(فتح الباری ص ۳۲)

گھر میں داخل ہونے کے وقت سلام کرے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ شیطان نہ تو اس کے کھانے میں شریک ہو، نہ اس کے ساتھ

سونے میں اور نہ کے ساتھ رات گذارنے میں تو جب گھر میں داخل ہو تو سلام کرے اور کھانا کھائے تو اللہ کا نام لے۔ (مجمع الزوائد ص ۳۸)

فائدہ: جس شئی پر اور جس کام پر اللہ کا نام لیا جاتا ہے شیطان اور اس کے تصرف سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ جب گھر میں داخل ہونے کے وقت اللہ کا نام لے لیا جائے گا تو شیطان اس کے ساتھ گھر میں داخل نہ ہوگا۔

سلام شیطان سے حفاظت کا باعث

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرو۔ جب تم سلام کرو گے تو شیطان تمہارے گھر میں داخل نہ ہوگا۔ (مکارم للخرائطی ج ۲ ص ۸۱۶)

سلام گھر میں خیر و برکت کا باعث

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آٹھ سال تک آپ کی خدمت کی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے انس وضو کو مکمل طور پر ادا کرو۔ عمر میں زیادتی ہوگی۔ اُمت کے افراد میں سے جس سے ملاقات ہو (خواہ پہچان ہو یا نہ ہو) سلام کرو۔ نیکیاں زائد ہوں گی۔ اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو اہل خانہ پر سلام کرو گھر کی بھلائی میں اضافہ ہوگا۔ (طبرانی ج ۲ ص ۲۰، الخرائطی ص ۸۱۷)

فائدہ: یہ تین نصیحتیں بڑی گرانقدر ہیں۔ گھر میں داخل ہوتے وقت سلام برکت اور خیر کا باعث ہے۔ جو اپنے گھر کو خیر و برکت سے بھرا دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ سلام کی عادت ڈالیں۔ خود بھی کریں بچوں کو بھی عادت ڈالیں۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ مجھ سے رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ اے میرے بیٹے جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کرو۔ تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کے لئے برکت کا باعث ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۹۹، بیہقی فی الشعب)

گھر سے نکلتے وقت بھی سلام کرے

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم گھر میں داخل ہو تو سلام کرو۔ اور جب تم گھر سے نکلو تو سلام کے ساتھ رخصت ہو۔ (مشکوٰۃ ص ۳۹۹)

فائدہ: جس طرح گھر میں داخل ہوتے وقت سلام مسنون ہے اسی طرح گھر سے نکلتے وقت بھی سلام مسنون ہے۔

کون خدا کی حفاظت میں؟

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تین آدمی خدائے پاک کی ضمانت و ذمہ داری میں ہوں گے۔ زندہ رہے تو خدا کی حفاظت میں رہیں گے۔ موت آئی تو جنت میں داخل ہوں گے۔ ① جو گھر میں داخل ہو تو سلام کرتا ہوا داخل ہو۔ یہ خدا کی ضمانت اور حفاظت میں ہے۔ ② مسجد سے (عبادت کر کے) نکلنے والا خدا کی ضمانت و حفاظت میں ③ جو خدا کے راستہ میں نکلے وہ خدا کی ضمانت اور حفاظت میں۔ (ادب، مفرد ص ۳۲۰)

فائدہ: ہر مسلمان کو خدا کی ضمانت اور حفاظت کی ضرورت ہے۔ کون اس کا انکار کر سکتا ہے۔ بہت ہلکے اعمال اور ثواب اس قدر اہم ہے۔ خیال رہے کہ گھر میں داخل ہوتے ہوئے سلام کی بڑی تاکید ہے۔ اور دینی و دنیاوی برکات و فوائد ہیں۔

بچوں کو بھی سلام کرنا مسنون

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بچوں کے پاس سے گذرے تو آپ نے سلام کیا۔ (بخاری ص ۹۲۳ و مسلم)

فائدہ: آپ ﷺ بچوں کو بڑی محبت سے سلام فرماتے۔ جس سے آپ کے اخلاق کا پتہ چلتا ہے۔ نیز بچوں کو سلام کرنے کا مقصد اس کی تعلیم ہے کہ وہ سلام کے عادی ہوں۔ اس وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب التسلیم علی الصبیان قائم کر کے اشارہ کیا ہے کہ بچوں کو سلام کرنا مسنون ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا استحباب نقل کیا ہے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے امرد مراہق سے فتنہ کا اندیشہ ہو مثلاً خوب رو ہو تو ممنوع قرار دیا ہے۔ (حاشیہ ابن سنی ص ۹۸۸)

چھوٹا بڑے کو سلام کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ اور چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے۔ اور قلیل کثیر کو سلام کرے۔

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کو سلام کرے۔ تاہم ادب اور شرافت کا تقاضہ یہ ہے کہ چھوٹے پر بڑوں کا اکرام ہے۔ لہٰذا اولاً چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ابتداء سلام چھوٹے ہی کے ذمہ ہے۔ بلکہ بڑا بھی چھوٹے کو سلام کرے تاکہ بچوں کی تعلیم اور عادت ہو۔

غیروں کو سلام میں پہل نہ کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کو سلام میں تم پہل نہ کرو۔ (مشکوٰۃ ص ۳۹۸)

فائدہ: جب اہل کتاب کو سلام میں پہل کرنے کی ممانعت ہے تو مشرکین اور بت پرستوں کو بدرجہ اولیٰ ہوگی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ سلام میں پہل اکرام و احترام کی علامت ہے اور یہ اس کے مستحق نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ سلام کریں تو جواب دیا جاسکتا ہے مگر علیہم السلام نہ کہا جائے بلکہ یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ کہا جائے گا۔

مجلس میں ایک شخص کا جواب کافی ہے

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگ گھر میں آنے کی اجازت چاہتے ہیں ہمیں کیا ایک کی اجازت سب کے لئے کافی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ایک کی اجازت کافی ہے۔ پھر پوچھا لوگ گذرتے ہیں اور ان میں سے ایک سلام کرتا ہے کیا جماعت کی جانب سے کافی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا گیا قوم کا ایک فرد جواب دیتا ہے کیا یہ سب کی طرف سے کافی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جماعت کے ایک شخص کا اجازت میں سلام کرنا۔ جواب دینے میں کافی ہے۔ پوری جماعت کی ضرورت نہیں کہ ہر ہر شخص سلام کرے اور یا ہر ہر شخص جواب دے۔

تنہا شخص جماعت کو سلام کرے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شادی سے واپس آتے ہوئے آپ کی ملاقات ایک جماعت سے ہوئی جس میں عورتیں بچے اور غلام وغیرہ تھے تو آپ نے ان سب کو سلام کیا۔ (ابن سنی ص ۱۸۹، بخاری، مسلم)

مطلب یہ ہے کہ فرد جماعت کو سلام کرے۔ اسی لئے امام بخاریؒ اور دیگر محدثین

نے آپ ﷺ کے فرمان مبارک قلیل کثیر کو سلام کرے پر باب قائم کیا ہے "سلام القلیل علی الکثیر"۔ باوجودیکہ آپ ﷺ افضل الخلائق سید الانام والمرسلین تھے ہر موقعہ پر خواہ کسی طبقہ کے لوگ ہوں سلام میں سبقت کرتے تھے۔ افسوس کہ بسا اوقات ماحول اور عرف میں بڑوں کو دیکھا جاتا ہے وہ سلام میں سبقت کے بجائے دوسرے کے سلام کرنے کو شرف کا باعث سمجھتے ہیں۔ خصوصاً دینی و دنیاوی عہدے والوں کو سلام میں سبقت کرنا ایک عار جیسا محسوس ہوتا ہے۔ جو شرعاً مذموم ہے۔

مقررین اور خطیبوں کا تقریر اور خطبہ سے پہلے سلام

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب منبر پر تشریف لاتے تو لوگوں کی طرف رخ، فرماتے اور ان کو سلام فرماتے۔

(طبرانی، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۲۰)

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے مرسلاً بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ جب جمعہ کے دن منبر پر تشریف لاتے تو لوگوں کی طرف رخ فرماتے۔ اور السلام علیکم فرماتے...... (پھر خطبہ دیتے) اسی طرح حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے۔

ابونضرہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب منبر پر تشریف لاتے تو لوگوں کو سلام فرماتے۔ عمر بن مہاجرؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جب منبر پر تشریف لاتے تو لوگوں کو سلام فرماتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تقریر اور خطبہ سے قبل سلام مشروع ہے۔ بعض حضرات اس پر نکیر کرتے ہیں سو یہ درست نہیں ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ البتہ احناف کے نزدیک خطبہ سے قبل سلام کرنا۔ خطبہ کی سنتوں میں سے نہیں ہے۔ کہ

اس کا فقہی سُنّت ہونے کے اعتبار سے اہتمام کیا جائے گا۔ (بحر الرائق ج ۲ صہ ۱۵۸)

طحطاوی علی المراقی میں حدادیؒ اور مشائخ احنافؒ کی ایک جماعت کا قول لکھا ہے کہ خطیب سلام کرے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جوہرہ کے حوالہ سے لاباس کہہ کر اجازت دیتے ہوئے کراہت جو ترک کا مفہوم تھا نفی کی ہے۔ (ج ۲ صہ ۱۵۰)

خیال رہے کہ گو اس باب کی یہ احادیث ضعیف ہے۔ مگر ان احادیث سے مشروعیت ہی نہیں استحباب بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی فتح القدیر کے حوالہ سے ہے۔ ضعیف سے استحباب ثابت ہو جاتا ہے۔

لہٰذا خطبہ عیدین و جمعہ اور اسی طرح خطاب و تقریر سے پہلے آتے ہوئے بیٹھے ہوئے سلام کرنا مشروع ہے اس پر رد اور نکیر درست نہیں۔

پیشاب کرنے والے کو سلام نہ کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ کو ایک شخص نے پیشاب کرنے کی حالت میں سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا۔ (ترمذی ج ۲ صہ ۱۰۱)

فائدہ: پیشاب یا پاخانہ کرتے ہوئے کسی شخص کو سلام کرنا منع ہے۔ اور جواب دینا بھی منع ہے۔ اسی طرح ان مقامات پر سلام کرنا منع ہے ① درس یا سبق کی مجلس میں ② نماز پڑھتے ہوئے شخص کو ③ جو شخص ذکر و تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو ④ کھانے والے شخص کو ⑤ علمی تکرار اور بحث و مباحثہ کرتے ہوئے حضرات کو۔

(شامی ج ۶ صہ ۴۱۵)

علیک السلام کہنا ممنوع ہے

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں آیا اور علیک

السلام کہا۔ تو آپ نے فرمایا علیک السلام مت کہو (یہ مردوں کا سلام ہے) بلکہ السلام علیکم کہو۔ (ترمذی صہ ۱۰۱)

فائدہ: مردوں کو جن الفاظ کے ساتھ سلام کرتے ہیں ان الفاظ کے ساتھ زندوں کو سلام کرنا منع ہے۔ مردوں کا سلام علیک السلام ہے۔ خیال رہے کہ اہل جنت کا آپس میں سلام علیکم بغیر الف لام کے ہوگا۔

غیر مسلم کو سلام نہ کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کو اولاً سلام نہ کرو۔ (مشکوٰۃ صہ ۳۹۸)

فائدہ: اگر کسی خطرے کا اندیشہ ہو یا کوئی ضرورت ہو تو مجبوراً سلام کیا جاسکتا ہے۔ محض خوش کرنے کے لئے کہنا مذموم ہے۔

شرابی وغیرہ کو سلام نہ کرے

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ شراب پینے والوں کو سلام مت کرو۔ (بخاری ج ۲ صہ ۹۲۵)

جوا کھیلنے والے کو سلام نہ کرے

حضرت علی بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو شطرنج کھیلتا ہو اسے سلام نہ کرو کہ وہ جوا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تمہارے درمیان فاسق قابل احترام نہیں (یعنی سلام جو باعث اکرام ہے اس کے لائق نہیں) (ادب مفرد صہ ۳۰۰)

فائدہ: جس کا فسق ظاہر ہو یا لوگوں کو گالیاں دیتا ہو یا لغو امور کا مشغلہ رکھتا ہو تو ایسے لوگوں کو سلام نہ کرے۔ (شامی ج۶ صہ ۴۱۵)

ہاتھ یا انگلی کے اشارہ سے سلام کرنا ممنوع ہے

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو ہمارے غیر کی مشابہت اختیار کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ اور یہود و نصاریٰ کی مشابہت مت اختیار کرو۔ اہل یہود کا سلام انگلیوں کے اشارے سے ہے۔ اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے اشارہ سے ہے۔ (ترمذی ج۲ صہ ۹۹)

فائدہ: خیال رہے کہ اہل اسلام کو غیروں کے طور طریق اور تہذیب اور مخصوص علامات اور عادتوں کے اختیار سے آپ نے نہایت تاکید سے منع فرمایا ہے مگر افسوس کہ آج لوگ اسی میں مبتلا ہیں۔ اسلام خود ایک مستقل جامع مذہب ہے، اس کی اپنی تہذیب ہے۔ تو غیروں کی تہذیب اختیار کرنے کی کیا ضرورت؟ ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سلام کرنا ممنوع ہے، بلکہ سلام سلام کے الفاظ کیساتھ بلا اشارہ ہے۔

سلام کے چند آداب و مسائل

1. سلام کرنا سُنت ہے۔ اور سلام کرنے والے کا جواب دینا واجب ہے۔ (شامی ج۶ صہ ۴۱۵)
2. سلام اس طرح کرے کہ جس کو سلام کر رہا ہے وہ سن لے۔
3. اگر اس نے سلام کیا اور اس نے نہیں سنا تو جواب واجب نہیں۔
4. جواب دینے والا بھی اسی طرح جواب دے کہ سلام کرنے والا سن لے۔
5. اگر کسی کے سلام کے جواب میں وعلیکم کہا تو جواب ہو گیا۔ (شامی)
6. خطوط اور مراسلہ میں جو سلام لکھا جاتا ہے اس کا جواب بھی واجب ہے۔ خواہ

زبانی دے یا خط کے اوپر ہی لکھ دے۔

7. سلام کا جواب اسی وقت واجب ہے جس وقت سلام کیا جائے۔ (شامی صہ ۴۱۵)
8. کوئی شخص دوسرے کا سلام پہنچائے تو اولاً سلام پہنچانے والے کو جواب دے۔ پھر اس غائب کو سلام کا جواب دے۔ مثلاً اس طرح وعلیک وعلیہ السلام۔ (الشامی صہ ۴۱۵)
9. افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ سلام اور جواب برکاتہ تک کرے۔ یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (ہندیہ صہ ۳۲۵)
10. اگر ملاقات ہونے پر ہر ایک نے ایک ساتھ سلام کیا۔ تو ہندیہ میں لکھا ہے ہر ایک جواب دے۔ (ہندیہ ج۵ صہ ۳۲۵)
11. ہر آنے والے پر سلام ہے۔ (ہندیہ ج۵ صہ ۳۲۵)
12. اگر کسی کا نام لے کر سلام کیا تو اسی پر جواب واجب ہے۔ اور دوسرے نے جواب دیا تو جواب ادا نہ ہوگا۔ اور اس پر جواب واجب رہے گا۔ مثلاً کسی نے السلام علیکم یا خالد کہا تو خالد پر ہی جواب واجب ہوگا۔ (ہندیہ صہ ۳۲۵)
13. اگر گھر میں کوئی آدمی نہ ہو تب بھی سلام کرے۔ اور اس طرح سلام کرے۔ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔ (شامی صہ ۴۱۳)
14. غیر مسلم کو سلام کرے تو اس طرح کہے۔ السلام علی من اتبع الھدیٰ۔ (شامی صہ ۴۱۲)
15. اگر مجلس میں مرد عورت دونوں ہوں تو سلام کرے اور مرد کی نیت کرے۔ ادب یہ ہے کہ پیچھے سے آنے والا آگے چلنے والے کو سلام کرے۔
16. سلام کرنے میں واحد صیغہ ادا کرنے کے بجائے جمع کا صیغہ افضل ہے۔ (ہندیہ صہ ۳۲۵)
17. اگر کسی نے کسی کے واسطے سے سلام بھیجا ہے تو اسے سلام پہنچانا واجب ہے۔ کہ یہ ادائے امانت ہے۔

۱۸ تحریری سلام کا جواب جو خطوط یا مراسلہ میں ہوتا ہے۔ عموماً لوگ پڑھ لیتے ہیں۔ اس کا جواب نہیں دیتے نہ تحریراً نہ زبان سے۔ یہ غفلت عام ہے، سمجھتے ہی نہیں کہ اس کا جواب دینا ہے۔ خیال رہے کہ اس کا جواب خواہ تحریراً اسی خط میں یا خط کے جواب میں زبان سے دینا واجب ہے۔

ان حالتوں میں سلام مکروہ ہے

۱ نماز پڑھنے والے کو سلام کرنا درست نہیں۔

۲ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ اگر کوئی سلام کرے تو مختار یہ ہے کہ اس کا جواب دینا واجب ہے۔ (شامی ص۳۱۵، ہندیہ ج۵ ص۳۲۵)

۳ جو شخص ذکر و وظیفہ میں مشغول ہو۔ اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح وعظ و تقریر میں مشغول شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۴ تکرار، علمی مذاکرہ کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے۔ (ہندیہ ص۳۲۶)

۵ درس کی حالت میں جب طلبہ استاد کے پاس پڑھ رہے ہوں تو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۶ جمعہ اور عیدین کے خطبہ کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے۔ (ہندیہ ص۳۲۶)

۷ خطبہ سننے والے یا حدیث پاک یا تقریر سننے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۸ قاضی حاکم جو فیصلہ کرنے بیٹھا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۹ جو شخص اذان دے رہا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۱۰ اقامت کہنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۱۱ پیشاب پاخانہ کرتے ہوئے شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ (ہندیہ)

ان لوگوں کو سلام کرنا فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔

۱ ایسا فاسق و فاجر شخص جس کا گناہ واضح اور کھلا ہوا عام ہو۔ اس کو ابتداء سلام نہ

کرے۔

۲ اجنبی عورت کو سلام نہ کرے۔ اگر کوئی سلام کرے تو عورت اس سلام کا جواب نہ دے۔

۳ عورت کسی اجنبی مرد کو سلام نہ کرے۔

۴ اگر بوڑھی عمر دراز عورت ہو تو سلام کر سکتی ہیں۔ اور اس کا جواب بھی دیا جا سکتا ہے۔ (ہندیہ ص۳۲۷)

۵ رشتہ دار جوان لڑکیوں کو سلام نہ کرے۔

۶ جھوٹ کے عادی شخص کو سلام نہ کرے۔

۷ مسخرہ۔ دل آزار، مذاق اور واہیات کے عادی کو سلام کرنا مکروہ ہے (ہندیہ ص۳۲۶)

۸ لغویات کے عادی کو جو لغو اور واہی امور بکتا رہتا ہو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۹ جو شخص گالم گلوچ کا عادی ہو۔ اس کی زبان پر گالی رہتی ہو تو ایسوں کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

۱۰ جو شخص نگاہ کی حفاظت نہ کرتا ہو۔ بازار اور سڑکوں پر بیٹھا بدنگاہی کرتا ہو۔ ایسے مقام پر بھی جاتا ہو جہاں بدنگاہی سے اپنے آپ کو مخلوط کرے تو ایسے لوگوں کو بھی سلام کرنا مکروہ ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص۳۹۸)

۱۱ مبتدعٔ بدعتی کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ ہاں کسی مصلحت یا دفع ضرر و فساد کے لئے درست ہے۔

۱۲ سائل مانگنے والا سلام کرے تو اس کا جواب دینا واجب نہیں۔ (ہندیہ ج۵ ص۳۲۵)

مصافحہ

مصافحہ کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ ان کی دعاؤں کو سنے اور دونوں ہاتھوں کے الگ ہونے سے پہلے ان کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب ج ۲ ص ۴۷۲)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص زوال سے پہلے چار رکعت پڑھے گا گویا اس نے شب قدر میں نماز پڑھی۔ اور مسلمان جب مصافحہ کرتے ہیں تو ان کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۴۷۴)

مصافحہ سے گناہ جھڑ جاتے ہیں

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ایک مؤمن جب دوسرے مؤمن سے سلام کرتا ہے۔ مصافحہ کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے پتے موسم پت جھڑ میں جھڑ جاتے ہیں۔

(ترغیب ج ۳ ص ۴۳۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ملاقات حضرت حذیفہ سے ہوئی۔ آپ نے مصافحہ کا ارادہ کیا (وہ ہٹ گئے) اور کہا میں حالت جنابت میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان جب اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو اس کے گناہ اس

طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے پتے (گرمی کے موسم میں) جھڑ جاتے ہیں۔

(ترغیب ج ۳ ص ۴۳۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں پھر خدا کی حمد کرتے ہیں اور اللہ سے استغفار کرتے ہیں تو اللہ ان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (بیہقی فی الشعب ص ۴۷۴)

جو مسرت اور بشاشت سے مصافحہ کرتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے سے ملتے اور مصافحہ کرتے ہیں تو ستر مغفرت ان کے درمیان تقسیم ہوتی ہے۔ ۱۶۹ اس کے لئے جو بشاشت اور مسکراتے چہرے سے ملتا ہے۔ (مکارم الخرائطی ۸۲۰)

سلام کے بعد مصافحہ بھی کرے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سلام مکمل اس وقت ہوگا کہ جب تم اپنے بھائی سے مصافحہ بھی کرو۔ (ادب مفرد ص ۹۶۸)

مطلب یہ ہے کہ موقع ہو تو سلام کے بعد مصافحہ بھی کرو۔ نیز چونکہ مصافحہ سلام کا نتیجہ ہے۔ اس لئے اولاً سلام پھر مصافحہ ہو۔

بچوں سے بھی مصافحہ ہو

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادب المفرد میں مصافحۃ الصبیان کا باب قائم کر کے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پیش کی کہ وہ تمام لوگوں سے مصافحہ کر رہے تھے۔

(ادب مفرد ص ۲۸۶)

فائدہ: ان میں سلمہ بن وردان بھی تھے جو چھوٹے تھے۔

مصافحہ سے پہلے سلام ہو

حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ مصافحہ نہ فرماتے جب تک کہ سلام نہ فرمالیتے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۶)

خیال رہے کہ مصافحہ سلام کا نتیجہ ہے۔ اس لئے مصافحہ کے بعد سلام یا صرف مصافحہ ہو سلام نہ ہو یہ خلاف شرع خلاف سُنّت ہے۔ بسا اوقات بھیڑ اور ازدحام کے موقعہ پر لوگ مصافحہ کرتے ہیں اور سلام نہیں کرتے۔ یہ خلاف سُنّت ہے۔ آپ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مصافحہ بلا سلام منقول نہیں۔

مصافحہ سلام کا اتمام ہے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ سے نقل فرماتے ہیں عیادت مریض کا اتمام یہ ہے کہ اس پر ہاتھ رکھے اور اس کا حال پوچھے۔ اور سلام کا اتمام یہ ہے کہ مصافحہ کرے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۰۲، بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۴۷۳، ادب مفرد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے۔ (ترمذی ص ۱۰۲، ترغیب ص ۴۳۴)

مصافحہ سے دل صاف ہوتا ہے

حضرت عطا خراسانیؒ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا مصافحہ کرو اس سے کینہ کدورت نکلتا ہے۔ اور آپس میں ہدیہ لیا دیا کرو۔ محبت ہوگی اور عداوت ختم ہوگی۔
(ترغیب ج ۳ ص ۴۳۴)

فرشتے بھی انسانوں سے مصافحہ کرتے ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ فرشتے

سوار حجاج سے مصافحہ کرتے ہیں اور پیدل والوں سے معانقہ کرتے ہیں۔
(بیہقی فی الشعب ج ۳ ص ۴۷۲)

مصافحہ اور معانقہ کب کرے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب ملاقات ہو تو مصافحہ کرو۔ اور جب سفر سے آؤ تو معانقہ کرو۔ (طبرانی، ترغیب ص ۴۳۳)

مصافحہ سے محبّت بڑھتی ہے

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مصافحہ سے محبت زائد ہوتی ہے۔ (مکارم الخرائطی)

ملاقات کے وقت مصافحہ اور گفتگو سے سو رحمتیں نازل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان جب ملاقات کرتا ہے۔ اور مصافحہ کرتا ہے۔ اور ایک دوسرے سے (حال چال) پوچھتا ہے۔ تو اللہ پاک ان دونوں کے درمیان سو رحمتیں نازل کرتا ہے۔ (مختصر از ترغیب ص ۴۳۳)

پہلے کرنے والوں پر نوے رحمتیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں۔ اور اپنے ساتھی کو ایک دوسرا سلام کرتا ہے۔ تو ان میں سب سے زیادہ اللہ کو وہ محبوب ہے جو اپنے ساتھی سے مسکرا کر مل رہا ہو۔ پھر جب وہ دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو ان پر سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ پہل کرنے والے پر ۹۰ اور دوسرے پر ۱۰ رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

(مجمع ج ۸ ص ۳۷، مکارم الخرائطی ص ۸۲۰، ترغیب ج ۳ ص ۴۳۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سلام اور مصافحہ میں پہل اور پیش قدمی کرنے والا زیادہ ثواب پاتا ہے۔ افسوس کہ آج ہم لوگ اس سے غافل ہیں۔ دوسری جانب سے انتظار رہتا ہے۔ کہ وہ کرے گا تو ہم کریں گے۔ بسا اوقات اس کی وجہ عجب اور کبر مخفی ہوتا ہے۔ خدائے پاک اس سے حفاظت فرمائے۔ (آمین)

ہاتھ الگ ہوجانے سے پہلے مغفرت ہوجاتی ہے

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب کوئی دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے قبل ان کی مغفرت ہوجاتی ہے۔

(ترمذی ص ۱۰۲، ترغیب ص ۴۳۲)

فائدہ: اس معمولی عمل پر جو بہت ہی آسان ہے کس قدر عظیم ثواب ہے۔

مصافحہ کے لئے ہاتھ میں خوشبو ملنا

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہر روز صبح مصافحہ کی خاطر اپنے ہاتھوں میں خوشبودار تیل ملتے تھے۔ (ادب مفرد ص ۲۹۹)

فائدہ: آنے والوں اور مصافحہ کرنے والوں کے اکرام میں ایسا کرتے تھے۔

رخصت کے وقت بھی مصافحہ مسنون ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب کسی کو رخصت فرماتے۔ تو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ اور اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک کہ وہ رسول پاک ﷺ کے ہاتھ کو خود نہ چھوڑتا۔ اور آپ فرماتے تمہارا دین، تمہاری امانتیں اور اواخر اعمال سب اللہ کے حوالے ہے۔

(ترمذی، الاذکار ص ۲۵۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جانے اور رخصت ہونے کے وقت بھی مصافحہ مسنون ہے جیسا کہ آمد اور ابتداء ملاقات میں مصافحہ سُنّت ہے۔

خیال رہے کہ ہر نماز کے بعد یا عصر کی نماز کے بعد جو بعض علاقوں اور لوگوں میں یہ طریقہ رائج ہے۔ یہ بدعت ہے۔ یہ نہ تو حدیث پاک سے ثابت ہے۔ اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعینؒ سے ثابت ہے۔

عیدین یا نمازوں کے بعد مصافحہ

خیال رہے کہ مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے۔ اس کا وقت وقت ملاقات ہے۔ کسی بھی نماز کے بعد خواہ بقر عید ہی کی ہی مصافحہ مسنون نہیں ہے۔ بلکہ بدعت و مکروہ ہے۔ نماز کے بعد مجلس میں بیٹھے بیٹھے مصافحہ کا رواج۔ نہ سُنّت سے ثابت ہے۔ نہ خیر القرون میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ نہ کسی حدیث و آثار سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ اس لئے محققین علماء اُمت نے اس کی تردید کی ہے۔ ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ صرح بعض علمائنا انها مكروهة و حينئذ انها من البدع المذمومة

(حاشیہ مشکوٰۃ ص ۴۰۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ "آنکہ بعضے مردم مصافحہ می کنند بعد از جمعہ جز نیست بدعت است۔ (اشعۃ اللمعات)

طیبی شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں:

﴿یكره المصافحة بعد الصلٰوة على كل حال لانها من سنن الروافض وهكذا الحكم في المعانقة﴾

بتایئے علامہ طیبی اسے رافضیوں کی عادت قرار دے رہے ہیں۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے مکروہ لکھا ہے۔

﴿قد صرح بعض علمائنا و غيرهم بكراهة المصافحة المعتادة عقيب الصلوة﴾

اسی طرح دوسری کتابوں میں مثلاً خلاصۃ الفتاوی۔ فتاویٰ ابراہیم شاہی۔ مجالس الابرار، مدخل، فتاویٰ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ میں بھی اسے مکروہ لکھا ہے۔ لہٰذا عیدین کے بعد مصافحہ اور معانقہ اور عصر کے بعد مصافحہ بدعت ومکروہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دینا لازم ہے۔ کیونکہ رسم اور بدعت پر باقی رہنا ضلالت اور گمراہی ہے، کہ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے ہر بدعت گمراہی ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک احسان و بھلائی کا برتاؤ

خدا کے نزدیک محبوب ترین اعمال

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب ترین عمل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے پوچھا اس کے بعد آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ۔

(بخاری ج ۲ ص ۸۸۲)

والدین کی خدمت حج عمرہ وجہاد کے برابر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں مگر وسعت نہیں پاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے والدین میں سے کوئی ہے؟ انہوں نے کہا والدہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کو خدا کے سامنے پیش کرو۔ جب تم ایسا کرو گے تو حج، عمرہ، اور جہاد کرنے والے ہوگے۔ (ابویعلی، ترغیب ۳۱۵)

فائدہ: جہاد پر والدین کی خدمت اور اطاعت کو فوقیت متعدد روایتوں میں ہے۔ اسی طرح حج نفل کے مقابلہ میں والدین کی خدمت اور ان کی خبرگیری نفل حج و عمرہ کا ثواب رکھتا ہے۔ کتنی بڑی فضیلت کی بات ہے۔ عوام تو عوام خواص کا طبقہ بھی والدین

کی خدمت اور اس کی اہمیت کو گم کر بیٹھا ہے۔

جنّت ماں کے پیر تلے ہے

حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا۔ میں جہاد کا ارادہ کر رہا ہوں۔ آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ آپ نے معلوم کیا تمہاری ماں ہے۔ کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا پھر ان کی خدمت کرو (اور جہاد میں مت جاؤ) جنّت اس کے پیر تلے ہے۔ (مشکوٰۃ ۴۲۱، بیہقی فی الشعب، ترغیب ج ۳ ص ۳۱۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ تواضع اور مسکنت اور خدمت و اعانت کی وجہ سے جنّت کے حقدار ہو جاؤ گے۔

جہاد جیسی عبادت پر والدین کی خدمت مقدم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی آئے اور جہاد میں جانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے پوچھا۔ والدین ہیں۔ کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا انہیں میں جہاد کرو۔ یعنی خدمت کرو۔ (بخاری ص ۸۸۳، مسلم ص ۳۱۳)

والدین اگر جہاد سے روکیں تو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اس کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا۔ جو جہاد میں جانا چاہتا تھا۔ اور وہ اسے روک رہی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ والدین کے پاس رہو۔ جو ثواب چاہتے ہو اسی میں پاؤ گے۔ (کتاب البر ص ۵۰)

ہجرت پر بھی خدمت والدین مقدم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا

اور کہا کہ میں ہجرت پر آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ اور اپنے والدین کو روتا چھوڑ آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ ان کو مناؤ جیسا کہ تم نے ان کو رلایا۔

فائدہ: والدین اگر خدمت کے محتاج ہیں۔ اور جہاد و ہجرت سے ان کو تکلیف و مشقت ہو تو ان کی خدمت و اطاعت مقدم ہوگی۔

والدین کی خدمت واطاعت سے عمر میں برکت اور زیادتی

حضرت سہل بن معاذ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے والدین کی خدمت کی مبارک ہو اسے، خدائے پاک اس کی عمر میں زیادتی فرمائے گا۔ (ادب مفرد ص ۲۰، بیہقی ج ۶ ص ۱۸۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ پاک اس کی عمر کو زائد کرے۔ اس کے رزق میں اضافہ فرمائے۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ اور رشتہ داروں پر احسان کرے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۹)

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے آدم کی اولاد اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اور رشتہ داروں کی رعایت کرو۔ تمہارے لئے سہولتیں ہوں گی۔ تمہاری عمر میں زیادتی ہوگی۔ اپنے رب کی اطاعت کرو، عقل مند کہلاؤ گے۔ ان کی نافرمانی مت کرو کہ جاہل کہلاؤ۔ (کتاب البر ص ۵۳)

فائدہ: متعدد روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی خدمت اور خوش سلوکی سے عمر میں برکت و زیادتی ہوتی ہے۔ عام صلہ رحمی کی یہ خاصیت ہے جیسا کہ حسن سلوک کے باب میں تفصیل سے آرہی ہے تو والدین کے ساتھ بدرجہ اولیٰ یہ بات ہوگی۔ نیز اس

میں ان کی دلی دعاؤں کو بھی خاص کر دخل ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادب مفرد میں والدین کی خدمت زیادتی عمر کا باعث ہونے پر باب قائم کیا ہے۔

موت میں تاخیر کچھ زندگی مل گئی

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ ہمارے درمیان تشریف لائے اور ہم لوگ صفہ مدینہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا میں نے گذشتہ رات عجیب خواب دیکھا۔ ہماری اُمت کے ایک شخص کے پاس ملک الموت آئے کہ اس کی روح قبض کریں۔ والدین کے حسن سلوک نے ملک الموت کو آکر روک دیا۔ ملک الموت نے اسے چھوڑ دیا۔ (کچھ مہلت دیدی)

(عمدۃ القاری بسند حسن ج ۲۲ ص ۹۲)

جنّت کا دروازہ کس کے لئے کھلا اور کس کیلئے بند؟

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کا یہ فرمان مبارک نقل کرتے ہیں کہ جنت میں بیچ کا دروازہ والدین کی خدمت گاروں کے لئے کھلا ہوا ہے۔ پس جو ان دونوں کی خدمت کرے گا اس کے لئے کھول دیا جائے گا۔ اور جو نافرمان ہے اس کے لئے بند ہے۔ (جامع کبیر، کتاب البر ص ۷۹)

اعلیٰ علیین میں کون؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے والدین کا فرمانبردار خدا کا مطیع و فرمانبردار ہے۔ جو میرے ساتھ اعلیٰ علیین میں ہوگا۔

فائدہ: یعنی اگر فرائض واجبات کی ادائیگی کے ساتھ والدین کی خدمت و اطاعت کرے گا تو جنت کے بلند بالا رتبے کو پائے گا۔ (کتاب البر ص ۷۹)

جنّت کے دروازے کس کے لئے کھل جاتے ہیں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح اس حال میں کرتا ہے کہ وہ والدین کے سلسلے میں خدا کا مطیع و فرماں بردار ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اگر ایک کی (خدمت کی اور خوش کیا) تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ (مختصراً مشکوٰۃ ص ۴۲۱)

جو والدین کی خدمت سے جنّت نہ پاسکا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی ناک خاک آلود ہو جائے جنہوں نے اپنے ماں باپ کو یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور وہ جنت میں داخل نہ ہو سکا۔ (مسلم مشکوٰۃ ص ۴۱۸)

فائدہ: بڑھاپے اور آخر عمر میں والدین کو خدمت اور مال کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔ اور اس عمر میں طبیعت میں تحمل اور سنجیدگی کا مادہ بھی کم ہو جاتا ہے۔ ادھر اولاد بھی صاحب اہل و عیال ہو جاتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر خدمت اور ان کا خوش کرنا ان کی ضرورتوں کی رعایت رکھنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں بہت کم لوگ خدمت اور خوش کر پاتے ہیں حدیث پاک میں اس کی تاکید ہے کہ ایسا قیمتی موقعہ پایا اور خدمت و خوش رکھ کر جنت نہ پا سکا تو وہ بڑے گھاٹے میں رہا۔ کہ خدمت کر کے خوش رکھتا تو جنت پا لیتا۔

خدا کی رضا اور خوشنودی کس میں؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا والد کی خوشی خدا کی خوشی ہے اور والد کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۱۹)

فائدہ: خیال رہے کہ یہ ناراضگی اس وقت معتبر ہے جب کہ شریعت کے دائرے میں ہو اگر والد کے حق کی واجب امور میں کوتاہی ہو۔ مثلاً ادب اکرام احسان وغیرہ کے نہ ہونے سے یا ضرورت پر اس کی خدمت و رعایت نہ ہوتی ہو۔ تب تو ان کی ناراضگی سے خدا کی ناراضگی ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ خلاف شرع امور نہ کرنے پر ناراض ہوں مثلاً ٹی وی نہ لانے پر، رسم و رواج کے مطابق شادی نہ کرنے پر یا اسکول میں نہ پڑھنے پر یا، شرع کی رعایت میں وہ ناراض ہوتے ہوں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

والدین کی خدمت سے رزق کی زیادتی اور برکت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو اس بات کو پسند کرتا ہو کہ خدا اس کی عمر میں زیادتی کرے۔ اور اس کے رزق میں اضافہ فرمائے تو وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

(مکارم ابن ابی الدنیا صـ۷۸، بیہقی فی الشعب ج ۶ صـ۱۸۵، مجمع ج ۸ صـ۱۳۶)

فائدہ: والدین کی خدمت اور اطاعت سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ اور کسب میں پریشان حال نظر نہیں آتا۔ چنانچہ تجربہ یہ ہے جو لوگ اپنی زندگی میں والدین کو تکلیف و اذیت پہنچاتے ہیں۔ وہ آخرت کی سزا کے علاوہ دنیا میں پریشان حال زندگی سے دوچار ہوتے ہیں۔

والدین کی جانب دیکھنا بھی باعث ثواب ہے

عبداللہ بن عون رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ والدین کی جانب دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (کتاب البر صـ۴۲)

والدین کو دیکھنا حج مبرور کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا جو صالح اولاد محبت کی نظر سے اپنے والدین کو دیکھے تو اسے ہر نگاہ پر ایک مقبول حج کا ثواب ملتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا اگر دن میں سو مرتبہ دیکھے تو۔ فرمایا ہاں تب بھی۔ اللہ بڑا ہے اور بڑا پاکیزہ ہے۔ (یعنی ہر مرتبہ دیکھنے کا ثواب حج مقبول کا ملے گا۔ حتیٰ کی سو مرتبہ دیکھے گا تو سو حج کا ثواب پائے گا۔ (مشکوٰۃ صـ۴۲۱، مکارم ابن ابی الدنیا صـ۱۶۳)

فائدہ: ان روایتوں سے والدین کی درجہ اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ عظمت و محبت کی نگاہ سے دیکھنا بھی حج مبرور جیسی عظیم ثواب کا باعث۔ اسی طرح کعبہ۔ اور قرآن پاک کا بھی محض دیکھنا ثواب کا باعث ہے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ صـ۱۸۶)

والدین باعث جنّت و جہنّم ہیں

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ سے ایک صاحب نے پوچھا۔ والدین کے کیا حقوق ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ تمہارے جنت و جہنم ہیں۔ (ابن ماجہ صـ۲۶۱)

فائدہ: یعنی ان کی رضا اور خوشی باعث جنت اور ناراضگی باعث جہنم ہے۔

والدین کو ناراض کرنے کی سزا اسی دنیا میں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ خدائے پاک تمام گناہ جسے چاہتا ہے معاف کردیتا ہے۔ ہاں مگر والدین کی نافرمانی اور ناراضگی کی سزا اسی دنیا میں اسے مرنے سے قبل مل جاتی ہے۔ (حاکم ج ۴ صـ۱۵۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام حقوق کو معاف فرمادیتے ہیں مگر والدین کی نافرمانی اور ان کے حق واجب کی کوتاہی کی سزا مرنے سے قبل اسی دنیا میں

دے دیتے ہیں۔ بڑے خوف کی بات ہے۔ تجربہ ہے یہ سزا اسی دنیا میں مل جاتی ہے۔ یا تو امن وسکون وعافیت کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ یا مال میں برکت نہیں ہوتی۔ گھریلو زندگی سے پریشانی رہتی ہے۔ اکثر بیشتر تو ایسا ہوتا ہے کہ اس کی اولاد بھی اس کی نافرمان ہو جاتی ہے۔ ضرورت اور بڑھاپے پر خدمت اور رعایت تو دور کی بات پریشان اور ظلم کرتی ہے۔ بسا اوقات تو اس کے گھر سے اسے باہر نکال دیتی ہے۔ اسی کے مال وجائداد پر قابض ہو کر اسے بھوکوں مارتی ہے۔ خدا کی پناہ مگر پھر بھی ہوش اور سبق و عبرت نہیں۔

والدین کے ساتھ ہنسنا ہنسانا جہاد سے افضل

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تمہارا چارپائی پر سونے کے درمیان والدین کے ساتھ خوش طبعی کرنا ہنسنا ہنسانا تمہارا راہ خدا میں تلوار سے جہاد کرنے سے بھی افضل ہے۔ (بیہقی ج ۶ ص ۱۷۹، در منثور ج ۴ ص ۱۷۳)

فائدہ: اس حدیث پاک میں والدین کے ساتھ خوش طبعی کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ عموماً سوتے وقت کچھ موقعہ ملتا ہے۔ اس وقت کچھ خوش طبعی ہنسانے اور ہنسنے والی بات ہو جائے۔ تو یہ جہاد سے افضل ہے۔ ظاہر ہے یہ ہنسی وخوش طبعی اس وقت ہوگی جب کہ دونوں کے درمیان خوشگوار تعلقات ہوں گے۔ آج کے اس دور میں کدورت اور بدظنیوں کے انبار ہوتے ہیں تو اس کا کہاں موقعہ مل سکتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان کا دل خوش کرنا۔ جہاد عظیم ہے۔ دیکھئے کس قدر معمولی عمل اور کتنا بڑا ثواب۔

والدین کی خدمت کی وجہ سے جنت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سوئی تو اپنے آپ کو جنت میں

دیکھا۔ پھر ایک قرآن شریف پڑھنے والے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ کہا گیا حارثہ بن نعمان ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا۔ نیکی ایسی ہوتی ہے۔ وہ اپنی والدہ کا بڑا خدمت گذار تھا۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۱۸۳، مشکوٰۃ، حاکم ج ۴ ص ۱۵۱)

فائدہ: ماں کی خدمت کی وجہ سے جنت ملی اور اس کی بشارت دنیا ہی میں نبی کی زبانی مل گئی۔

اعمال صالحہ کے ساتھ والدین کی نافرمانی نہ ہو تو

عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ کی شہادت دیتا ہوں۔ پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں۔ اپنے مال کی زکوٰۃ نکالتا ہوں۔ ماہ رمضان کے روزے رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر ان اعمال پر تمہاری موت ہوئی تو قیامت کے دن تم انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گے آپ نے انگلی سے اشارہ کیا ہاں یہ کہ والدین کی نافرمانی نہ کی ہو تب! (مجمع الزوائد ص ۱۴۷)

والدین کا نافرمان ملعون ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا! وہ ملعون ہے جو والدین کا نافرمان (اور اسے ناخوش رکھنے والا ہے) (کتاب البر ص ۱۰۱)

فائدہ: یعنی جو والدین کے حق شرعی کو پامال کر کے انہیں ناراض رکھتا ہے۔

تکلیف پہنچے تب بھی اطاعت وخدمت واجب

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو صبح اس حال

میں کرتا ہے کہ اس کے والدین خوش رہتے ہیں تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور جو شام اس حال میں کرتا ہے کہ اس کے والدین اس سے ناخوش ہوتے ہیں تو اس کے لئے دوزخ کے دروازے کھل جاتے ہیں اگر ایک کو خوش کیا تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ پوچھا گیا۔ اگر وہ دونوں ظلم کریں تب بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ دونوں ظلم کریں تب بھی ظلم کریں تب بھی۔ (دار قطنی، مشکوٰۃ ص ۴۲۱، کتاب البر ص ۹۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر والدین کی جانب سے کوئی تکلیف وہ ناانصافی کا معاملہ پیش آئے تب بھی ان سے بدکلامی، اور تکلیف دہ بات نہ کہے۔ بلکہ درگذر کرے اور اس حالت میں بھی ان کی خدمت، رعایت، حسن سلوک واجب ہے۔ عموماً والدین سے گھریلو معاملہ میں، بیوی وغیرہ کے سلسلے میں کوئی تکلیف دہ بات پیش آجاتی ہے تو ان سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ اور ان سے حسن سلوک روک لیتے ہیں۔ اور ان کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ سو حدیث پاک میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ خواہ کیسا ہی معاملہ کریں برداشت اور درگذر کرتے ہوئے ان کی خدمت و رعایت کریں تاکہ ان کی ناراضگی سے اس وعید میں داخل نہ ہوں۔

مغفرت نہیں ہوگی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا والدین کے ساتھ قطع تعلق رکھنے والے سے کہا جاتا ہے چاہے جو عمل کرو میں تمہاری مغفرت نہیں کروں گا۔ اور خدمت گار خوش رکھنے والے سے کہا جاتا ہے۔ جو عمل چاہے کرو تمہاری مغفرت کروں گا۔ (کنز العمال۔ کتاب البر ص ۱۰۲)

خلاف شرع میں والدین کی اطاعت نہیں

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ والدین کے ساتھ نیکی کا کیا

مطلب ہے فرمایا کہ ان پر اپنا مال خرچ کرو۔ اور جس میں گناہ اور جو خلاف شرع نہ ہو۔ اس میں ان کی فرمانبرداری کرو۔ (کتاب البر ص ۶۰)

فائدہ: خیال رہے کہ والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تاکید وہاں ہے جہاں خالق کی نافرمانی نہ ہوتی ہو۔ خلاف شرع امور میں ان کی رعایت اور موافقت نہیں اسی لئے امام بخاری نے ادب مفرد میں باب قائم کیا ہے۔ باب بر والدیه مالم یکن معصیة اس سے اس بات کی وضاحت مقصود ہے کہ خلاف شرع گناہ میں ان کی اطاعت نہیں۔ حدیث پاک میں ہے۔ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ مخلوق اور بندوں کی بات وہاں نہیں مانی جائے گی جہاں خدا کی نافرمانی ہوتی ہو۔ لہٰذا شرک کفر۔ بدعت کے سلسلے میں اسی طرح خلاف شرع شادی کا حکم دیں۔ نقد تلک کا حکم دیں۔ مزار پر بدعت کا حکم دیں۔ عرس اور مزار پر جانے کا حکم دیں۔ سودی معاملہ کا حکم دیں۔ بینک کی ملازمت کو کہیں۔ حج پر شادی کو ترجیح دینے کو کہیں وغیرہ تو ان جیسے امور میں ان کی اطاعت نہ کی جائے گی۔ اور ان کی ناراضگی کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

والدین کی خدمت گناہوں کا کفارہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھ سے کسی بڑے گناہ کا صدور ہو گیا ہے۔ کیا میری توبہ ہو سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا خالہ ہے۔ کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا ان کے ساتھ نیکی کرو۔

(ترمذی۔ ترغیب ص ۳۲۲ ج ۳، مشکوٰۃ ص ۴۲۰)

فائدہ: اگر سائل کی والدہ ہوتیں تو آپ انہیں کی خدمت وطاعت کا حکم دیتے۔ نہ ہونے پر خالہ کی خدمت کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ والدہ کے ساتھ حسن سلوک

اور خدمت گناہوں کی معافی کا باعث ہے۔

والدین کافر و مشرک ہوں تب بھی بھلائی اور خدمت کا حکم

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ عہد نبوت میں میری والدہ کفر کی حالت میں میرے پاس (مدینہ منورہ) آئیں۔ میں نے آپ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ وہ میرے پاس آئیں ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ احسان اور اس کی (ماں) خدمت کر سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں ان کی خدمت کرو (بخاری و مسلم، ترغیب ص ۳۲۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ والدین کافر ہوں تب بھی ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی ہر طرح بقدر ضرورت و خوشی ہر قسم کی خدمت کی جاسکتی ہے اور کی جائے۔ ہاں کفر و شرک کے سلسلہ میں ان کی کوئی بات نہیں مانی جائے گی۔ چنانچہ حکم خداوندی ہے۔ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ الخ فَلَا تُطِعْهُمَا۔ اگر وہ کافر بنانے کی کوشش کریں تو ہرگز ان کی اطاعت نہ کریں۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب صلة الوالد المشرک قائم کر کے اسی حدیث سے اس کی وضاحت کی ہے کہ والدین گو کافر صحیح ان کی خدمت و اعانت اور نصرت واجب ہے۔ (ص ۸۸۰)

ماں کا حق باپ پر مقدم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے ایک آنے والے نے پوچھا اے اللہ کے رسول حسن خدمت اور سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا والدہ۔ پھر پوچھا آپ نے فرمایا والدہ۔ پھر پوچھا تو آپ نے فرمایا ماں۔ پھر چوتھی مرتبہ پوچھا تو آپ نے فرمایا باپ۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۸۳ و مسلم)

حضرت کعب ابن علقمہ علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے نصیحت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ماں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اس لئے کہ حمل کی تکلیف کو برداشت کیا۔ پھر پوچھا کہ پھر کس کے ساتھ۔ فرمایا والد کے ساتھ۔ (کتاب البر ص ۴۷)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ماں کا حق خدمت دو تہائی اور والد کا ایک تہائی ہے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۱۸۷)

بہز نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول پاک ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول میں سب سے زیادہ نیکی بھلائی کس کے ساتھ کروں۔ آپ نے فرمایا ماں کے ساتھ اسی طرح تین مرتبہ کے جواب میں آپ نے ماں فرمایا۔ پھر اس کے بعد آپ نے فرمایا باپ پھر اسی قدر قریبی رشتہ دار۔ (بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۱۸۰)

محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ مرفوعاً یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ تم کو ماں باپ دونوں نماز کی حالت میں بلائیں۔ تو تم ماں کی پکار کا جواب دو والد کا نہ دو۔ (اس وجہ سے کہ ماں زیادہ ضرورت مند ہوتی ہے اور اس کا مرتبہ خدمت میں زیادہ ہے۔

(طبرانی کتاب البر ص ۶۴)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ ماں کی خدمت اور رعایت کا حق والد کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ماں نے پرورش میں اور خدمت میں زیادہ مشقت اٹھائی ہے۔

مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہونے کا اندیشہ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا۔ ایک نئی عمر کا نیک جوان ہے (مرنے کا وقت ہے۔) جب اسے کلمہ لا اله

الا اللہ پڑھنے کو کہا جاتا ہے تو نہیں پڑھ سکتا۔ آپ نے پوچھا وہ نماز پڑھتا تھا۔ کہا ہاں۔ آپ ﷺ اٹھے۔ ہم لوگ بھی اٹھے۔ اور اس جوان کے پاس آئے۔ آپ نے اسے تلقین فرماتے ہوئے کہا لا الہ الا اللہ کہو۔ اس نے کہا میں بول ہی نہیں سکتا اور اس نے والدہ کو ناراض کر رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اس کی والدہ زندہ ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس کو بلاؤ۔ پس بلایا تو وہ آئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ تمہارا بیٹا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا بتاؤ اگر آگ بھڑکائی جائے اور تم سے کہا جائے اگر تم سفارش کرو تو میں اسے چھوڑوں ورنہ آگ میں جلا دوں۔ تو تم اس کی سفارش کرو گی (کہ تمہارے سامنے آگ میں نہ جل سکے) اس نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول میں شفاعت کروں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اللہ کو گواہ بناؤ اور مجھے گواہ بناؤ۔ کہ میں اس (لڑکے) سے راضی ہوں۔ چنانچہ اس نے کہا اے اللہ میں آپ کو آپ کے رسول کو گواہ بناتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس جوان سے کہا اے نوجوان کہو لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ پس اس نے کہہ دیا۔ فرمایا رسول پاک ﷺ نے شکر اللہ کا میری وجہ سے یہ جہنم سے بچ گیا۔

(بیہقی فی الشعب ج ۶ ص ۱۹۷، مسند احمد ص ، ترغیب ص ۳۳۲)

فائدہ: کس قدر خوف کی بات ہے کہ والدین کی ناراضگی سوء خاتمہ کا باعث ہے۔ یہ واقعہ بڑی عبرت اور سبق کا ہے۔ آج کی دنیا اسی حالت سے گزر رہی ہے۔ کتنوں نے اپنے والدین کو ناراض کر رکھا ہے اور کوئی خوف نہیں۔

والدین کی اطاعت بہر صورت

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں

اپنے والدین کی نافرمانی نہ کروں خواہ وہ مجھے اس بات کا حکم دیں کہ میں اپنے اہل و عیال سے الگ ہو جاؤں۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۸، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۱۸)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اپنے والدین کی نافرمانی مت کرو۔ اگرچہ وہ حکم دیں کہ ساری دنیا چھوڑ دو۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا اپنے والدین کی اطاعت کرو۔ اگرچہ وہ حکم دیں کہ اپنی دنیا چھوڑ دو تو تم دنیا چھوڑ دو۔

(کتاب البر ص ۴)

فائدہ: خیال رہے کہ والدین کی اطاعت صرف وہاں ممنوع ہے جہاں خدا کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ شریعت کی مخالفت ہوتی ہو۔ جہاں شریعت کی مخالفت نہ ہوتی ہو وہ امر مباح ہو۔ تو ان کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ اول تو والدین اگر سمجھ دار ہوں گے۔ شریعت کی رعایت کرنے والے ہوں گے تو ایسی چیز کا حکم ہی نہ دیں گے جس میں انکار ضرور ہوتا ہو۔ تاہم وہ ایسی چیز کا حکم دیں گے جو خلاف شرع نہ ہو مثلاً دنیا کے کسی کام سے منع کریں۔ مال وغیرہ کے کمانے کی کسی صورت سے منع کریں یا ان کو خدمت کی ضرورت ہو۔ اس لئے وہ کسب وغیرہ کے مشاغل سے منع کریں۔ اور اس میں کسی کی حق تلفی نہ ہوتی ہو تو اطاعت واجب ہے۔

تاہم کمال اطاعت اور فرمانبرداری یہ ہے کہ خلاف شرع اور فرض واجب کے علاوہ تمام امور میں ان کی اطاعت اور خوشی کو اولین درجہ حاصل ہو۔

والدین سے قطع تعلق کرنے والا جنّت کی خوشبو بھی نہیں پاسکتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جنّت کی خوشبو پانچ

سو سال کی مسافت سے آتی ہے اور جنت کی خوشبو احسان کر کے جتلانے والا، اور (والدین سے) قطع تعلق کرنے والا اور شراب کا عادی نہیں پاسکتا۔ (ترغیب ج ۳ صـ ۳۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ چار آدمیوں کو نہ جنت میں داخل کرے اور نہ ان کو اپنی نعمتوں کا مزہ چکھائے۔ شرابی، سود خور، ناحق یتیم کا مال کھانے والا۔ والدین سے قطع تعلق رکھنے والا۔

(الترغیب صـ ۳۲۸)

خدا کی لعنت کس پر؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی لعنت اس پر جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے۔ خدا کی لعنت اس پر جو زمین کی حدوں کو پامال کرے۔ خدا کی لعنت اس پر جو اپنے والدین کو برا بھلا کہے۔

(ابن حبان، ترغیب صـ ۳۲۹)

فائدہ: عموماً مخالفت اور باہمی اختلافات کی نوبت میں برا بھلا کہدیتا ہے۔ سو یہ بھی ناجائز حرام اور قابل لعنت ہے۔ کوئی عمل نفع بخش نہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تین چیزوں کے ساتھ کوئی عمل مفید نہیں۔ ① شرک ② والدین کی نافرمانی ③ میدان جنگ سے فرار۔

(ترغیب ج ۳ صـ ۳۲۸)

والدین کو ناراض رکھنا اور قطع تعلق گناہ کبیرہ ہے

حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اکبر الکبائر گناہوں میں سے خدا کے ساتھ شرک والدین کی نافرمانی اور جھوٹی قسم ہے۔

(ترمذی ج ۲ صـ ۱۳۱، کتاب البر صـ ۹۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک کبائر کا ذکر کیا گیا یا پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا خدا کے ساتھ شرک۔ انسان کا قتل اور والدین کی نافرمانی۔

(بخاری صـ ۸۸۴، مسلم)

فائدہ: متعدد روایتوں میں اسے اکبر الکبائر گناہوں میں ہونا ذکر کیا گیا ہے اور شرک کے بعد اسے بیان کیا گیا ہے۔ جس سے یہ صاف واضح ہے کہ والدین کو ناخوش کرنا بڑا جرم ہے اور بلا توبہ خوشی کے اس کے تلافی نہیں ہو سکتی۔

والدین کا نافرمان جنت میں داخل نہیں ہو سکتا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا والدین کا نافرمان اور شرابی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ (دارمی ج ۲ صـ ۱۱۲، مسند احمد ج ۲ صـ ۲۰۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ والدین کا نافرمان جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ (کتاب البر صـ ۹۳)

خدا کی نظر نہیں

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں کی جانب قیامت کے دن خدائے پاک نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے۔ جن میں سے ایک والدین کا نافرمان بھی ہے۔ (کتاب البر صـ ۹۴)

اگر والدین بیوی کو چھوڑنے کا حکم دیں تو

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کی میری ایک بیوی تھی۔ میرے والد (حضرت عمر) کو وہ ناپسند تھی۔ انہوں نے کہا اسے طلاق دو۔ میں نے نہیں دی۔ حضرت عمر (والد) نے آپ ﷺ کو مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا (اسے طلاق دیدو) والد کی

بات مانو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی ج ا ص ۲۳۶)

ترمذی میں یہ ہے کہ میں اسے پسند کرتا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ ناپسند تھی۔ (ص ۲۳۶)

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر میں نے اسے (والد کے کہنے سے) طلاق دیدی۔ (ص ۱۵۱)

فائدہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس عورت سے ایذاء پہنچتی تھی۔ اگر کسی شخص کے والدین کو اس سے ایذاء پہنچتی ہو۔ مثلاً والدین کو ہمیشہ طعن و تشنیع کرتی ہو، زبان دراز ہو۔ بیٹے اور والدین کے درمیان نزاع پیدا کرتی ہو) اور والدین اس سے بیوی کو طلاق دینے کو کہیں تو ایسی صورت میں اس شخص کے ذمہ طلاق دینا واجب ہے۔ لیکن اگر والدین کو اس کی بیوی سے کوئی واقعی تکلیف نہیں بلکہ والدین خواہ مخواہ اس کو طلاق دینے کو کہہ رہے ہوں تو ایسی صورت میں والدین کے حکم پر عمل ضروری نہیں بلکہ اس صورت میں طلاق دینا عورت پر ایک طرح کا ظلم کرنا ہے۔ طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی بری چیز ہے۔ فقط مجبوری میں جائز رکھی گئی ہے۔ (درس ترمذی ج ۳ ص ۵۰۴)

والدین پر خرچ کرنا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ (مجلس پاک سے) ایک ایسے شخص کا گذر ہوا جو دبلا پتلا تھا۔ اس پر حاضرین مجلس نے کہا۔ کاش یہ جسم راہ خدا (جہاد) میں (دبلا) ہوا ہوتا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا۔ شاید وہ اپنے بوڑھے والدین کے لئے محنت (کماتا اور خرچ) کرتا ہو جس کی وجہ سے دبلا ہوا ہو۔ تو پھر یہ اللہ کے راستہ میں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا شاید وہ چھوٹے بچوں کے لئے محنت کرتا ہو۔ تو یہ (محنت اور خرچ) اللہ کے راستہ میں ہے۔ شاید وہ اپنی جان کے لئے محنت کرتا ہو۔ تاکہ لوگوں کا

محتاج نہ رہے۔ تو یہ فی سبیل اللہ (راہ خدا) ہے۔ (در منثور ج ا ص ۱۷۳ از بیہقی)

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ صرف جہاد کے لئے یا جہاد میں خرچ کرنا فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ بلکہ دیگر راہوں میں محنت اور خرچ کرنا بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ چنانچہ اپنے والدین کے لئے یا جہاد میں خرچ کرنا فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ چنانچہ اپنے والدین کے لئے کمانا محنت کرنا۔ ان کے لئے مشقت برداشت کرنا تاکہ ان کی ضرورتیں پوری ہوں۔ فی سبیل اللہ محنت اور خرچ کرنے کا ثواب رکھتا ہے۔ اسی طرح اپنی آل اولاد کے لئے یا اپنی ذات کے لئے کمانا اور شریعت کے مطابق خرچ کرنا یہ بھی فی سبیل اللہ راہ خدا میں خرچ کرنا ہے۔ کہ اللہ پاک نے اس کا حکم دیا ہے اور اس کی تاکید کی ہے۔

والدین پر خرچ کرنا افضل ترین خرچ ہے

حضرت مورق عجلی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو اللہ کے راستے میں بہترین خرچ کون ہے۔ لوگوں نے کہا خدا کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ فرمایا والدین پر خرچ کرنا افضل ترین خرچ ہے۔ (کتاب البر ص ۶۱)

جو آج والدین کی خدمت کرے گا کل اس کی اولاد اس کی خدمت کرے گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں کی عورتوں سے پاکیزہ رہو۔ تمہاری عورتیں پاکیزہ رہیں گی۔ اپنے والدین کی خدمت و اطاعت کرو۔ تمہاری اولاد تمہاری خدمت کرے گی۔ تمہارا بھائی تمہارے پاس معذرت کرتے ہوئے آئے تو اسے قبول کرو۔ خواہ حق ہو یا باطل اگر تم ایسا نہ کروگے تو حوض

(کوثر) پر تم نہ آسکو گے۔ (الترغیب ج ۳ ص ۳۱۸)

فائدہ: واقعی تجربہ ہے جن لوگوں نے اپنے والدین کا اکرام کیا۔ ان کے ساتھ احسان و بھلائی سے پیش آئے۔ آج ان کی اولاد ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کر رہی ہے۔ اور ان کی خدمت کر رہی ہے۔ اس کے برخلاف جنہوں نے اپنے ماں باپ کو ستایا۔ ان کا حق پامال کیا۔ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ آج ان کے لڑکے اور ان کی اولاد ان کے ساتھ برا اور تکلیف دہ معاملہ کر رہے ہیں۔

والدین کی خدمت دنیا کے حوادث و مصائب کے دفاع کا باعث

بخاری میں (حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی) روایت ہے کہ تین آدمی سفر کر رہے تھے کہ بارش نے روک لیا۔ اور ایک غار میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ ادھر غار کے منہ پر پہاڑ کا ایک بڑا چٹان آکر گرا اور غار کا مونہہ بند ہوگیا۔ تو ایک نے دوسرے سے کہا اپنا وہ عمل جو خالص اللہ کے لئے کیا ہو۔ اس کے وسیلہ سے دعا کرو شاید اللہ اس کی برکت سے یہ حل کردے۔ تو ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ میرے دو بوڑھے والدین تھے۔ اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ جب میں شام کو آتا تو بکریوں کا دودھ دوھتا۔ اور اپنے بچوں سے پہلے اپنے والدین کو پلاتا ایک دن میں تاخیر سے آیا تو دونوں سوگئے تھے۔ میں نے دودھ نکالا جیسا کہ نکالتا تھا۔ اور دودھ لے کر آیا۔ اور ان کے سر کے پاس کھڑا رہا اور ان کو جگانا پسند نہیں کیا۔ اور ان سے پہلے بچوں کو پلانا بھی اچھا معلوم نہیں ہوا۔ اور بچے میرے پیر کے پاس بھوکے چمٹتے رہے۔ اسی طرح میرا ان کا سلسلہ رہا یہاں تک کہ صبح نمودار ہوگئی اے اللہ اگر آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کی رضا کے لئے یہ خدمت کی تو آپ غار کا منہ کھول دیجئے

کہ آسمان نظر آنے لگے۔ بس اللہ نے کھول دیا یہاں تک کہ انہوں نے آسمان دیکھ لیا۔ (بخاری و مسلم ج ۲ ص ۳۵۳، مختصراً من الترغیب ص ۳۲۰)

فائدہ: والدین کی خدمت کی برکت سے دنیا کی مصیبت دفع ہوگئی۔ اور غار کے منہ کا بڑا چٹان جس نے غار کا منہ بند کر رکھا تھا کھل گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت قبولیت دعا اور دفع مصائب کا باعث ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی رعایت بیوی بچوں کے مقابلہ میں ہوگی۔ اور جب والدین کی رعایت بیوی بچوں کے مقابلہ میں ہوگی۔ تو جب والدین محتاج اور ضرورت مند ہوں تو بیوی بچوں کے مقابلہ میں ان کی رعایت مقدم ہوگی۔

والدین کی بددعا کا عجیب خوفناک واقعہ

عوام بن حوشب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مقام پر ٹھہرا اس محلے کے بغل میں ایک قبرستان تھا۔ جب عصر کے بعد کا وقت ہوا تو ایک قبر پھٹی۔ اس سے ایک آدمی نکلا۔ اس کا سر تو گدھے کی طرح اور پورا جسم انسان کی طرح تھا۔ اور گدھے کی طرح تین مرتبہ چیخا۔ پھر قبر میں چلا گیا۔ ادھر ایک بوڑھی عورت کو دیکھا جو بال یا اون کات رہی تھی۔ ایک عورت نے کہا اس بوڑھی عورت کو دیکھتے ہو۔ میں نے کہا ہاں کیا بات ہے۔ اس نے کہا یہ اس کی ماں ہے۔ میں نے پوچھا قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ شخص شرابی تھا جب شراب پی کر شام کو آتا تو اس کی ماں کہتی اے بیٹا خدا سے ڈر۔ کب تک شراب پیتے رہو گے۔ تو وہ اس کے جواب میں کہتا تو اس طرح چیختی ہے جس طرح گدھا چیختا ہے۔ اس عورت نے بتایا کہ وہ (کسی دن) عصر کے بعد مر گیا۔ اس کے بعد سے ہر دن اس کی قبر پھٹ جاتی ہے۔ اور تین مرتبہ گدھے کی طرح چیختا ہے پھر قبر میں گھس جاتا ہے۔ (الترغیب ج ۳ ص ۳۳۲)

فائدہ: خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنی ماں کو گدھی اور گدھے کی طرح چیخنے والی کہتا تھا۔ جس کی سزا میں وہ قبر میں گدھا ہوگیا اور گدھے کی طرح چیخنے لگا۔ بعض واقعہ میں ہے اس کی ماں نے اس پر کہا تو مجھے گدھا کہتا ہے خدا تجھے ہی گدھا بنادے۔ اس کی پاداش میں اس کا یہ برا حشر ہوا۔ خدا کی پناہ کیسا دل دہلانے والا واقعہ ہے۔ خدائے پاک اسے سننے والوں کے لئے باعث عبرت بنائے۔ خیال رہے کہ اس واقعہ کو متعدد محققین اصحاب حدیث نے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ محدث منذریؒ کی الترغیب میں۔ ابن جوزیؒ نے کتاب البر میں متعدد طرق اور مختلف راویوں سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح محدث الاصبہانیؒ نے بھی ذکر کیا ہے۔ محدث ابوالعباس الاصمؒ نے اس روایت کو حفاظ کے ایک جم غفیر میں املاء کرایا۔ کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں کی۔

باوجود زہد عبادت کے والدین کی بددعا کا اثر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جریج ایک عابد زاہد شخص تھا۔ ایک خانقاہ میں رہتا تھا۔ خانقاہ کے نیچے ایک گائے چرانے والا بھی رہتا تھا۔ گاؤں کی ایک عورت اس چرواہے کے پاس آتی تھی۔ ایک دن جریج کی ماں آئی اور پکارا "اے جریج" اور یہ نماز میں تھے (نفل نماز میں) اس نے نماز پڑھتے ہوئے دل میں سوچا ماں یا نماز۔ (ماں کو دیکھوں یا نماز کو دیکھوں۔ یعنی جواب دوں یا نماز ہی میں مشغول رہوں) پس اس نے نماز کو ترجیح دی۔ ماں نے دوبارہ پکارا۔ اس نے پھر دل میں یہی سوچا۔ ماں کو دیکھوں یا نماز کو چنانچہ نماز کو ترجیح دی (اور ماں کی پکار کا جواب نہیں دیا) جب اس نے جواب نہیں دیا۔ تو ماں نے کہا اے جریج جب تک تو فاحشہ کا منہ نہ دیکھے تب تک تجھے موت نہ آئے۔ یہ کہہ کہ اس کی ماں چلی گئی (اور یہ نماز ہی میں مشغول رہے)

(ادھر یہ ہوا کہ) وہ عورت بادشاہ کے پاس لائی گئی کہ اس نے ایک بچہ جن دیا تھا (حالانکہ وہ غیر شادی شدہ تھی) بادشاہ نے پوچھا بچہ کس کا ہے۔ اس نے کہا جریج سے۔

اس نے کہا وہی خانقاہ والا۔ کہاں۔ اس نے حکم دیا۔ اس کی خانقاہ گرادو، اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ کدال سے گرادی گئی۔ اور گردن میں رسی باندھ کر اسے لایا گیا۔ چلتے ہوئے فاحشہ عورتوں نے ان کی طرف دیکھا جریج مسکرائے۔ بادشاہ نے پوچھا اس کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے۔ ان عورتوں نے کہا بچہ اسی راہب کا ہے۔ جریج نے پوچھا وہ بچہ کہاں ہے۔ کہا کہ اس عورت کی گود میں ہے۔ اس نے بچہ کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا تمہارا باپ کون ہے۔ اس بچہ نے (جو ابھی نومولود تھا) جواب دیا گائے کا چرانے والا۔" بادشاہ نے (جب یہ ماجرا دیکھا کہ راہب کو غلط متہم کیا گیا ہے اور اس کی پاک دامنی کو دودھ پیتے بچے نے ظاہر کیا۔ جو جریج کے لئے کرامت ثابت ہوئی۔ کہا کہ تمہارا صومعہ سونے سے بنادوں۔ عابد نے کہا نہیں۔ پھر کہا چاندی سے۔ اس نے کہا نہیں۔ پوچھا کہ آخر کیسا بنادوں۔ عابد نے کہا جیسا تھا ویسا ہی بنادو۔ (یعنی مٹی کا)۔ پھر اس نے پوچھا تم (فاحشہ عورتوں کو دیکھ کر) مسکرائے کیوں۔ اس نے کہا ایک واقعہ یاد آگیا (کہ میری ماں نے جو کہا تھا فاحشہ عورتوں کا منہ دیکھو گے وہ آج پورا ہوا) کہ میری ماں نے بددعا دی تھی۔ پھر والدہ کا قصہ سنایا۔

(ادب مفرد ص۲۲، مسلم ص۳۱۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی بددعا لگ جاتی ہے۔ گو اس کا اثر آخرت میں نہ ہو، تاہم دنیا کی پریشانی تو لاحق ہو ہی جاتی ہے۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے کہ یہ نفل نماز میں تھے۔ والدہ کی پکار پر ان کو جواب دینا لازم تھا۔ ان کو چاہئے تھا کہ نماز کو مختصر کر کے جواب دے دیتے۔ نفل نماز پر والدین کو فوقیت حاصل ہے۔

(مسلم ص۳۱۳)

ظاہر ہے کہ والدہ نے کسی ضرورت سے پکارا تھا۔ اور یہ نفل نماز میں تھے ان کو توڑ کر جواب دینا تھا۔ جس کی بنا پر ماں نے بددعا دی اور بددعا کا یہ اثر ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی بددعا سے بچے ان کو ناراض نہ کرے۔ خدانخواستہ اگر کسی غلط فہمی کی بنیاد پر بددعا دے دیں۔ اور بددعا لگ جائے تو دنیا کی پریشانی اور مصیبت تو ضرور پیش آئے گی مگر آخرت میں اس کا اثر نہ ہوگا۔ لیکن اگر ناحق ستایا۔ برا بھلا کہا تو دنیا اور آخرت دونوں کی تباہی و پریشانی ہوگی۔

وفات کے بعد والدین کا مطیع وفرمانبردار کیسے ہو؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک مرجائے۔ اور وہ شخص (زندگی میں) نافرمان تھا۔ تو اگر وہ ان کے لئے ہمیشہ دعائے مغفرت کرتا رہے گا اور دعائیں کرتا رہے گا تو وہ شخص (اس کی وجہ سے) فرمانبرداروں میں شمار ہوجائے گا۔ (مشکوۃ ص۴۲۱)

فائدہ: کیسا سنہرا موقع دیا گیا ہے۔ کہ اگر زندگی میں کسی وجہ سے خدمت اور حسن سلوک کرکے خوش نہ کرسکا۔ تو اس کی تلافی مرنے کے بعد دعا و استغفار سے ہوسکتی ہے۔ ان کے لئے ایصال ثواب عبادت اور صدقہ خیرات کے ذریعہ کرتا رہے۔

اللہ کا کس قدر فضل واحسان ہے کہ زندگی میں نہ کرسکا تو موت کے بعد اسے موقعہ دیا۔ اس سے زیادہ کون محروم ہوگا کہ وہ موت کے بعد بھی دعا و استغفار و ایصال ثواب کے ذریعہ اسے راضی کرکے فرمانبرداروں میں شامل نہ ہوسکا۔

والدین کے ایصال ثواب کی دعا

علامہ عینی نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے جو شخص ایک مرتبہ یہ دعا پڑھے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ

الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ لِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْعَظَمَةُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ هُوَ الْمَلِكُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ وَلَهُ النُّوْرُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

اس کے بعد یہ دعا کرے کہ یا اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچادے اس نے والدین کا حق ادا کردیا۔ (فضائل صدقات ص۲۰۶)

والدین کی جانب سے صدقہ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان کی والدہ کا انتقال ان کے غائبانہ حالت میں ہوگیا تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کیا میں ان کی جانب سے صدقہ کردوں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو انہوں نے فرمایا آپ گواہ رہنا میں نے باغیچہ ان کے لئے صدقہ کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی پاک ﷺ سے پوچھا کہ میرے والد انتقال کرگئے ہیں۔ اور کوئی وصیت نہیں کی۔ کیا میں ان کی جانب سے کوئی صدقہ کروں تو ان کو پہنچے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ (مسلم ج۲ ص۳۲۴، کتاب البر ص۳۴)

فائدہ: والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی جانب سے کوئی صدقہ جاریہ کردے تاکہ اس کا ثواب پہنچتا رہے۔ اگر کوئی صدقہ جاریہ نہ کرسکے تو مختلف اوقات میں ان کی جانب سے ثواب کے لئے صدقہ خیرات کرتا رہے۔ یا تلاوت و عبادت کا ثواب ان کو پہنچاتا رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا۔ میری والدہ کا

اچانک انتقال ہوگیا۔ میرا خیال ہے کہ اس کو اگر بولنے کا موقعہ ملتا تو صدقہ کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں تو ثواب ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ (اس کو ثواب ملے گا) (مسلم ج۲ ص۳۲۲، مشکوٰۃ ص۱۷۲)

فائدہ: صدقہ خیرات کا ثواب ملتا ہے۔ والدین نے اولاد کی پرورش میں ہزاروں نہیں لاکھوں روپیہ صرف کیا ہوگا۔ پیدائش سے لے کر جوانی تک کے اخراجات کی نہایت حسن وخوبی کے ساتھ ذمّہ داری نبھائی۔ اس میں کوئی معمولی خرچ نہیں ہوتا۔ آج وہ اس دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں اگر تھوڑی سے رقم ہم ان کے ایصال ثواب کے لئے نکال لیا کریں تو کون سا نقصان ہوگا۔ لہٰذا یہ معمول بنالیں کہ وقتاً فوقتاً ان کے لئے کچھ رقم صدقہ خیرات کردیا کریں۔ مثلاً کسی کو کھانا کھلادیا۔ موقعہ بموقعہ کسی کو کپڑا پہنادیا۔ مسجد میں قرآن دے دیا۔ مدرسہ میں کتابیں ہبہ کردیں۔ اس کے ثواب میں والدین کی نیت کرلی۔ اسی طرح نفل نمازیں پڑھیں اور اس کا ثواب بخش دیا۔ قرآن پڑھا اور اس کا ثواب بخش دیا۔ بہتر یہ ہے کہ یومیہ معمول بنالے۔ مثلاً مغرب کے بعد چھ رکعت نفل اوابین پڑھ لیا کرے اور اس کا ثواب بخش دیا کرے۔ ہر ماہ جمعہ کو۔ یا ماہ مبارک میں ان کے نام سے کچھ صدقہ خیرات کا معمول بنالیا کرے۔ اس طرح گرانی اور بوجھ بھی نہ ہوگا اور والدین کے حق میں بہترین سلوک بھی ہوگا برزخ میں ان کی روح کو آرام ملے گا اور خوشی کا باعث ہوگا۔ جب یہ اپنے والدین کے لئے کریں گے تو ان کی اولاد بھی ان کے حق میں کیا کرے گی۔

خیال رہے کہ دوسروں کو ثواب بخشنے سے اپنے ثواب میں کمی نہیں ہوتی۔ خدائے پاک اپنے فضل سے ان کو بھی ثواب عطاء فرمادیتے ہیں۔ اللہ پاک کی بندوں کے ساتھ کتنی رعایت ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ جو کچھ تلاوت کلام پاک درود وظائف پڑھے اس کا ثواب پوری اُمت کو عام مؤمنین مؤمنات کو یا اپنے اقرباء ورشتہ داروں کو

یا اکابرین اولیاء اللہ کو بخش دیا کریں۔ ان کی روح بھی خوش ہوگی اور ان کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔

قرض ادا کرنے سے فرمانبرداروں میں شامل

حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جس نے زندگی میں اپنے ماں باپ کو ستایا پھر ان کی طرف سے جو ذمّہ میں قرض تھا ادا کردیا۔ اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ ان کی رعایت کرتے ہوئے کسی کو گالی نہ دی۔ تو اس کو حسن سلوک کرنے والوں میں لکھ دیا جائے گا۔ اور جس نے زندگی میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا اور (ان کے مرنے کے بعد) جو ذمّہ میں قرضہ تھا ادا نہ کیا۔ اور نہ ان کے لئے استغفار کیا اور گالی وغیرہ کا کام کیا۔ تو والدین کو ستانے والوں میں لکھ دیا جائے گا۔ (الدر المنثور ج۴ ص۱۷۲)

فائدہ: دیکھئے والدین کا قرضہ ادا کرنے کی کتنی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے زندگی کا نافرمان موت کے بعد کا فرمانبردار ہوجاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرضہ کے سبب آدمی جنّت جانے سے روک دیا جاتا ہے۔ جب ان کا قرضہ ادا کردیا جائے گا تو ان کے لئے جنّت جانے کی جازت مل جائے گی۔ ظاہر ہے کہ ان کے لئے کتنی خوشی و مسرّت کی بات ہوگی۔ اولاد کا وہ عمل جو والدین کے لئے جنّت کی اجازت کا سبب بن جائے یقیناً اس سے زیادہ ان کے حق میں نفع کی اور کیا بات ہوسکتی ہے۔

والدین کی جانب سے حج بدل وعمرہ کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو اپنے والدین کی جانب سے حج کرے۔ یا ان کے قرضہ کو ادا کرے وہ قیامت کے دن

ابرار کی جماعت کے ساتھ اٹھے گا۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۴۶)

"ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو یہ ان کے لئے حج بدل ہو سکتا ہے۔ ان کی روح کو آسمان میں اس کی خوشخبری دی جاتی ہے اور یہ شخص اللہ کے نزدیک فرمانبرداروں میں شمار ہوتا ہے۔ اگرچہ پہلے سے نافرمان ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین میں سے کسی کی طرف سے حج کرے تو ان کے لئے ایک حج کا ثواب ہوتا ہے اور حج کرنے والے کے لئے نو حجوں کا ثواب ہے۔" (فضائل صدقات ص ۳۰۶)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے والد یا والدہ کی جانب سے حج کیا، حج کا ثواب ان کو بھی اور ان کے والدین کو بھی ملے گا۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ والدین کی جانب سے حج کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ یہ ثواب سے محروم نہ رہیں گے۔ اسی طرح ہر نیکی اور بھلائی کا حکم ہے۔ دوسروں کو ثواب بخشنے سے یا دوسروں کے لئے کرنے سے اپنے ثواب میں کمی نہیں ہوتی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آکر آپ ﷺ سے معلوم کیا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا اور وہ حج نہیں کر سکے۔ آپ نے فرمایا اچھا بتاؤ اگر تمہارے والد پر قرضہ ہو اور تم ان کی جانب سے ادا کرو گے تو ادا ہو گا کہ نہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ بھی تو ذمہ ہی ہے اس کی جانب سے تم ادا کردو۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۵)

فائدہ: متعدد صحابہ سے منقول ہے کہ ان کے والدین کے ذمہ حج تھا۔ آپ ﷺ سے معلوم کر کے انہوں نے ان کی جانب سے حج کر دیا۔

خیال رہے کہ اگر والدین یا ان میں سے کسی ایک پر استطاعت کی وجہ سے حج فرض

ہو چکا تھا اور وہ اپنی صحت یا کسی سستی یا دینی اہمیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ حج کے فریضے کو ادا نہ کر سکے تو استطاعت مالی کی صورت میں ان کی اولاد پر لازم ہے کہ ان کی جانب سے حج بدل ادا کردیں۔ یا دوسروں سے کرادیں تاکہ برزخ اور ہجرت میں وہ اس فریضہ کی سخت گرفت سے محفوظ رہیں۔

اگر انہوں نے وصیت کردی ہے تب تو وصیت کے فقہی امور کا لحاظ کرتے ہوئے ان کی جانب سے حج کرنا واجب ہے۔ اگر وصیت نہ کی ہو تب بھی والد کا ایک اخلاقی فریضہ ہے۔ کہ جن کی دنیا ان سے بحکم الٰہی بنی ہے وہ ان کی آخرت بننے کا سبب بنیں۔

والدین کی موت کے بعد حسن سلوک کی صورت

حضرت ابو سعید الساعدی رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک شخص آیا اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول کیا کوئی ایسی نیکی ہے جو والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ان کے لئے دعا و استغفار کرنا، ان کے عہد کو پورا کرنا، ان کے رشتہ داروں و اقارب سے حسن سلوک کرنا۔ ان کے احباب دوستوں کے ساتھ بھلائی کرنا۔

(مشکوٰۃ ص ۴۲۰) (ابوداؤد، ابن ماجہ)

فائدہ: اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ والدین کی موت اور دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کے حق میں حسن سلوک اور بھلائی کی جاسکتی ہے۔ اگر ان کی حیات میں خدمت و طاعت بھلائی اچھائی کسی وجہ سے نہ کر سکا۔ تو اس کا موقعہ ختم نہیں ہوا ہے بلکہ وہ موت کے بعد بھی اس کی تلافی کر کے ان کے ساتھ بھلائی کرنے والا اور مطیع و فرمانبردار ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے سائل کے جواب میں پانچ ایسے امور ارشاد فرمائے جن کا ذکر کرنا ان کی وفات کے بعد حسن سلوک میں شامل ہوگا۔

❶ ان کے لئے دعا رحمت کی جائے۔

❷ مغفرت اور نجات کی دعا کی جائے۔

❸ ان کے عہد، وصیت وغیرہ کو نافذ کیا جائے یا جو وہ کہہ کر اور تمنا کر کے گئے ان کو پورا کیا جائے۔ مثلاً کہہ گئے فلاں کو فلاں سامان دے دینا۔ یا فلاں کو فلاں کام کرنے کو کہہ دینا۔ یا اولاد میں کسی کو حافظ یا عالم بنانے کو کہہ گئے۔ یا شادی کے متعلق کہہ گئے۔ تو ان کا پورا کرنا حسن سلوک میں داخل ہے۔ البتہ مال وجائداد کی جو وصیت کی ہو وہ کسی عالم سے پوچھ کر عمل کیا جائے۔

❹ ماں باپ کے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ حسب ضرورت مدد کرنا۔ بیماری دکھی کا خیال رکھنا وغیرہ۔

❺ والدین کے احباب ملنے جلنے والوں کے ساتھ اکرام واحترام کا برتاؤ کرنا۔ ان سے حسن تعلقات رکھنا۔ وقت ضرورت ان کے کام آنا۔

آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کا بڑا خیال رکھتے۔ ادب مفرد میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک سفر کے موقعہ پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ایک اعرابی سے ہوئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوستوں میں سے تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سواری کا گدھا اور اپنا عمامہ اتار کر ہدیہ دے دیا۔ اس پر رفقاء نے کہا کہ ان کو تو دو درہم بھی دینا کافی تھا۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنے والد کا لحاظ کیا۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے والد کی دوستی کا خیال رکھنا اس کو مت کاٹنا۔ ورنہ اللہ تیرا نور بجھا دے گا۔

(مسلم ج ۲ ص ۳۱۳، ادب مفرد ص ۳۶)

دراصل ان چیزوں سے ان کی روحوں کو خوشی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ان امور کی رعایت کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما تشریف لائے۔ اور کہا جانتے ہو میں کیوں آپ کے پاس آیا۔ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا میں نے حضور پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو اس بات کو پسند کرتا ہو کہ اپنے والدین کے ساتھ جو قبر میں جا چکے ہوں حسن سلوک اور بھلائی کرے تو ان کے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ حضرت عبداللہ کے والد اور ان کے والد کے درمیان محبت انہ تعلقات تھے۔ (اسی نسبت سے میں نے چاہا) تمہارے ساتھ حسن سلوک کروں۔ (ترغیب ج ۳ ص ۳۲۳)

فائدہ: متعدد احادیث میں آیا ہے کہ والدین کی وفات کے بعد ان کے اقارب و دوست احباب کے ساتھ حسن سلوک کرنا گویا اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ لہٰذا جس کے والدین وفات پا چکے ہوں اور وہ حسن سلوک کی فضیلت و ثواب کو حاصل کرنا چاہتے ہوں تو ان کے بعد ان کے اقارب اور دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

وفات کے بعد ان کے احباب و متعلّقین کے ساتھ حسن سلوک

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور پاک ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ والد کے ساتھ حسن سلوک کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کے چلے جانے کے بعد اس کے احباب واہل محبّت و تعلّق سے حسن سلوک کرے۔ (مسلم ۳۱۹، مشکوٰۃ ۴۱۳)

ابن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مکہ کے راستہ میں تھے۔ ایک بدو جاتا ہوا ملا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا۔ اور اسے اپنی سواری دے دی۔ اور سر پر جو عمامہ تھا وہ بھی دے دیا۔ ابن دینار نے کہا۔ خدا بھلا کرے یہ تو بدو تھا اس سے کم پر بھی راضی ہو جاتا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ان کے والد ہمارے والد کے دوستوں میں

تھے۔ اور میں نے نبی پاک ﷺ سے سنا کہ بہترین حسن سلوک یہ ہے کہ باپ کے دوستوں کے ساتھ احسان کرے۔ (ترغیب ج ۳ صہ ۳۲۲)

والدین کے حق میں دعا کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی جب مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے (یعنی ثواب کا دروازہ بند ہوجاتا ہے) مگر تین چیزوں کا اسے نفع (ثواب) پہنچتا رہتا ہے۔ (مسلم صہ ۴۱، ادب مفرد صہ ۲۵)

① ایسا صدقہ و خیرات جس کے نفع کا سلسلہ چلتا رہتا ہو۔ جیسے مسجد مدرسہ وغیرہ بنادیا۔

② علم کا سلسلہ قائم کردیا جس کا نفع لوگوں کو بعد میں ہوتا رہا۔ مثلاً کتابیں لکھ دیں۔ ہمیشہ درس وتدریس کا سلسلہ رکھا۔ عالم حافظ بنادیا وغیرہ۔

③ اولاد کی دعا۔ مرنے کے بعد اس کی اولاد اس کے حق میں رحمت مغفرت رفع درجات کی دعا جو مانگے گی اس کا والدین کو آخرت میں فائدہ پہنچے گا۔ اولاد کی دعاؤں سے والدین کو برزخ میں بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ تخفیف یا رفع عذاب اور مغفرت کا ذریعہ ہوجاتا ہے۔ ان کی دعاؤں سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اولاد کا حق ہے کہ وہ والدین کے حق میں دعائیں کیا کریں۔ کہ ان کے دینی و دنیاوی عظیم احسانات ہیں۔ خدا کے بعد انہیں کی کرم فرمائی اور احسانات سے وہ زندگی کے قابل ہوئے۔

والدین کی مغفرت کے لئے مغفرت کی دعا

حضرت ابوکامل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے والدین کے ساتھ ان کی زندگی میں اور ان کے مرنے کے بعد بھلائی کی خدائے پاک کا حق ہے کہ اسے قیامت کے دن خوش رکھے گا۔ ہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول مرنے

کے بعد ان کے ساتھ نیکی کیسے ہوگی۔ آپ نے فرمایا اپنے والدین کے لئے استغفار کرے اور کسی کے والدین کو برا بھلا نہ کہے کہ وہ اس کے والدین کو برا کہے۔

(کتاب البر صہ ۳۲)

فائدہ: وفات کے بعد ان کے لئے دعاء و استغفار کرنا حسن سلوک میں داخل ہے۔ جس طرح دنیا میں خدمت جسمانی یا مالی سے ان کو فائدہ پہنچتا تھا اسی طرح مرنے کے بعد دعاء استغفار اور صدقات، خیرات و ایصال ثواب سے فائدہ پہنچتا ہے۔

دعاء مغفرت کی وجہ سے والدین کے درجات بلند

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ پاک صالح بندے کا درجہ جنت میں بلند فرمادیتے ہیں۔ وہ عرض کرتا ہے اے رب یہ درجہ کیسے بلند ہوا (کہ میرا کوئی عمل تو ایسا نہ تھا۔) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہاری اولاد نے تمہارے لئے جو مغفرت کی دعا کی اس کی وجہ سے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صہ ۲۰۶، ادب مفرد صہ ۲۵)

فائدہ: معلوم ہوا کہ موت کے بعد مغفرت کی دعا ان کے حق میں عظیم سلوک ہے۔ کہ دعائے مغفرت سے ان کے گذشتہ گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔ ان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اولاد کا یہ عمل ان کے حق میں کس قدر خوشی کا باعث ہوتا ہوگا۔ مردوں کے لئے زندوں کی جانب سے یہ "ہدیہ" ہے جس کا فائدہ ان کو پہنچتا ہے۔ اسی وجہ سے دنیا میں نافرمان اولاد موت کے بعد مغفرت کی دعا سے فرمانبرداروں میں شامل ہوجاتی ہیں۔

والدہ کے بعد خالہ کا درجہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خالہ

بمنزلہ ماں کے ہے۔ (بخاری، ترمذی ج ۲ ص ۱۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اور کہا میں نے بڑا گناہ کیا ہے۔ کیا توبہ کی گنجائش ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہاری ماں ہے۔ کہا نہیں، پھر فرمایا خالہ ہے۔ کہا ہاں، فرمایا پھر ان کے ساتھ بھلائی کرو۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۰، ترمذی ج ۲ ص ۱۲، ترغیب ص ۳۲۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ والدہ کی وفات کے بعد خالہ سے حسن سلوک کرنا گویا ماں سے حسن سلوک کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے ماں کے بعد خالہ کا درجہ قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے تربیت و پرورش میں ماں کے نہ ہونے کی صورت میں خالہ کا اعتبار ہوگا۔ خالہ کا حق دادی اور بہن سے پہلے ہے۔ کہ وہ اپنی بہن کی اولاد کو ماں کی طرح دیکھتی اور سمجھتی ہے۔ اور ماں جیسی شفقت کا برتاؤ کرتی ہے۔ معلوم ہوا کہ والدہ کی وفات کے بعد خالہ کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے۔ اور ماں کی طرح اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہئے۔ کہ خالہ کی خدمت بھی گناہ کی معافی کا باعث ہے۔

والدین کی وفات کے بعد قبر کی زیارت

محمد بن النعمان رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعاً یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو اپنے والدین کی قبر کی یا ان میں سے کسی ایک کی ہر جمعہ کو ایک مرتبہ زیارت کرتا ہے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اسے نیکوں میں لکھا جاتا ہے۔

(مکارم ابن ابی الدنیا ص ۱۷۹)

جو اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی ہر جمعہ کو زیارت کرتا ہے۔ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اسے فرمانبرداروں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

(الجامع الصغیر ص ۱۷۸، مجمع الزوائد ص ۶۲)

ایک حدیث میں ہے کہ جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی زیارت جمعہ کے دن کرے گا اور سورہ یٰسین پڑھے گا۔ اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

(جامع الصغیر للسیوطی بسند ضعیف ج ۲ ص ۵۲۸)

جمعہ کے دن زیارت کا ایک واقعہ

ایک نیک عورت کا قصّہ "روض" میں لکھا ہے۔ جس کو "باہیہ" کہتے تھے۔ بڑی کثرت سے عبادت کرنے والی تھی۔ جب اس کا انتقال ہونے لگا۔ تو اس نے اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا اے وہ ذات جو میرا توشہ اور میرا ذخیرہ ہے۔ اسی پر میرا زندگی اور موت میں بھروسہ ہے۔ مجھے مرتے وقت رسوا نہ کیجیو۔ اور قبر میں مجھے وحشت میں نہ رکھیو۔ جب وہ انتقال کر گئی تو اس کے لڑکے نے یہ اہتمام شروع کر دیا کہ ہر جمعہ کو وہ ماں کی قبر پر جاتا اور قرآن شریف پڑھ کر اس کو ثواب بخشتا اور اس کے لئے اور سب قبرستان والوں کے لئے دعا کرتا۔ ایک دن اس لڑکے نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اماں تمہارا حال کیا ہے۔ ماں نے جواب دیا موت کی سختی بڑی چیز ہے۔ میں اللہ کی رحمت سے قبر میں بڑی راحت سے ہوں۔ ریحان میرے نیچے بچھی ہوئی ہے۔ ریشم کے تکیہ لگے ہوئے ہیں قیامت تک یہی برتاؤ میرے ساتھ رہے گا۔ بیٹے نے پوچھا کوئی خدمت میرے لائق ہو تو کہو۔ اس نے کہا تو ہر جمعہ کو میرے پاس آ کر جو قرآن پڑھتا ہے۔ اس کو نہ چھوڑنا۔ جب تو آتا ہے تو سارے قبرستان والے خوش ہو کر مجھے خوش خبری دینے آتے ہیں کہ تیرا بیٹا آ گیا۔ مجھے بھی تیرے آنے کی بڑی خوشی ہوتی ہے۔ اور ان سب کو بھی بہت خوشی ہوتی ہے۔ وہ لڑکا کہتا ہے میں اسی طرح ہر جمعہ کو اہتمام سے جاتا تھا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت بڑا مجمع مردوں اور عورتوں کا میرے پاس آیا۔ میں نے پوچھا تم لوگ کون ہو۔ کیوں آئے ہو۔ وہ کہنے لگے ہم فلاں قبرستان کے آدمی ہیں ہم تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں۔ تم ہر جمعہ کو

ہمارے پاس آتے ہو۔ اور ہمارے لئے دعائے مغفرت کرتے ہو۔ اس سے ہم کو بڑی خوشی ہوتی ہے اس کو جاری رکھنا۔ اس کے بعد سے میں نے اور بھی زیادہ اہتمام اس کا شروع کر دیا۔ (فضائل صدقات ص۹۹)

اولاد کے ساتھ حسن سلوک

شریعت کے مطابق اولاد پر خرچ کرنا صدقہ ہے

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔ (بخاری ص۸۰۵، مسلم، ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تمہارا وہ دینار جو راہ خدا میں خرچ ہو، وہ دینار جو غلام پر خرچ ہو، وہ دینار جس کا تم خیرات کرو۔ اور وہ دینار جو اپنے اہل پر خرچ کرو۔ سو اس میں سے زیادہ افضل وہ ہے جو اہل و عیال پر خرچ کرو۔ (مسلم ص۳۲۲)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو تم اپنے آپ کو کھلاؤ۔ صدقہ ہے۔ جو تم اپنی اولاد کو کھلاؤ صدقہ ہے۔ جو اپنی بیوی کو کھلاؤ صدقہ ہے۔ جو اپنے خادم کو کھلاؤ صدقہ ہے۔ (مجمع الزوائد ج۳ ص۱۲۲)

اولاً اہل و عیال پر خرچ کرنا افضل ہے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ آدمی کا افضل ترین مال وہ ہے جو اہل و عیال پر خرچ ہو۔ (مختصراً، مسلم ج۱ ص۳۲۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اہل و عیال اور بیوی بچوں پر جو آدمی خرچ کرتا ہے اس کا بھی ثواب ملتا ہے۔ بشرطیکہ یہ خرچ شریعت کے مطابق ہو۔ اور اس میں اسراف اور تجاوز عن الحد نہ ہو۔ لہٰذا خلاف شرع لباس و معیشت پر خرچ کرے تو ثواب نہیں بلکہ گناہ ملے گا۔ مثلاً ٹی وی پر خرچ، بے پردگی اور فیشن والے امور پر خرچ وغیرہ۔

اہل عیال مقدم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اول (خرچ) اپنے اوپر سے شروع کرو۔ اس سے فاضل ہو تو اہل وعیال پر خرچ کرو۔ پھر اس سے فاضل ہوجائے۔ تو اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرو۔ پھر رشتہ داروں سے فاضل ہو تو اس طرح (اہل ایمان پر) خرچ کرو۔ اپنے سامنے سے پیچھے سے، بائیں سے، دائیں سے۔

(مسلم ج ا ص ۳۲۲)

فائدہ: اس حدیث پاک میں مصرف کی ترتیب بیان کی گئی ہے۔ کہ اولاً اپنی ذات پر اس قدر خرچ کرے کہ صحت باقی رہے۔ ضروریات پوری ہوں۔ اس کے بعد اہل وعیال بیوی بچوں پر خرچ ہو۔ اس کے بعد اہل قرابت پر پھر عام مؤمنین پر۔ خیال رہے کہ اپنے اہل وعیال پر خرچ سے مراد ضروری اخراجات ہیں۔ عیش پرستی اور فراوانی کا خرچ مراد نہیں اس صورت میں تو کبھی بھی اہل ثروت کے لئے دوسروں کا نمبر نہ آئے گا۔ چونکہ عیاشانہ زندگی کا خرچہ لامحدود ہے۔

ادھر مال میں ہر ایک کا حق ہے۔ ایسے مالدار جن کا اپنا ہی تعیشانہ خرچ پورا نہیں ہوتا۔ اپنے عیش میں لگے رہتے ہیں۔ آپ نے ان کے متعلق ھَالِکُوْنَ ہلاک ہونے والا فرمایا ہے۔ تاوقتیکہ وہ فراخدلی سے راہ خدا میں خرچ نہ کریں۔

اہل وعیال پر مشفقانہ برتاؤ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میری اُمّت سے قیامت کے دن ایک شخص لایا جائے گا اس کی (بظاہر) کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جس سے جنّت کی امید ہوسکے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اسے جنّت میں داخل کردو یہ اپنے اہل وعیال پر بڑا مہربان تھا۔ (کتاب البر ص ۱۳۵)

تین بیٹیوں کی پرورش پر جنّت واجب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کی تین بیٹیاں ہوں۔ وہ ان کو ادب سکھائے۔ ان پر شفیقانہ برتاؤ کرے۔ ان کی ذمہ داری ادا کرے تو یقیناً اس کے لئے جنّت واجب ہوگی۔ پوچھا گیا اللہ کے رسول اور دو بیٹیاں ہوں تو۔ آپ نے فرمایا تب بھی۔ (مجمع ج ۸ ص ۱۵۸، کتاب البر ص ۱۳۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس کی تین بیٹیاں ہوں۔ وہ ان کی تکلیف خوشیوں اور پریشانیوں کو (پرورش اور تربیت میں) برداشت کرے تو اللہ پاک اپنے فضل سے اس کو جنّت میں داخل کرے گا۔ کسی نے پوچھا دو ہوں تب۔ آپ ﷺ نے فرمایا دو ہوں تب بھی۔ پھر کسی نے کہا اگر ایک ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک ہو تب بھی۔ (یعنی پرورش پر جنت) (مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۵)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر خرچ کرے۔ (یعنی پرورش پر) یہاں تک کہ بالغ ہوجائیں (قابل نکاح ہوکر نکاح ہوجائے) یا انتقال ہوجائے۔ تو یہ اس کے لئے جہنّم سے حجاب کا باعث ہوگی۔ (یعنی جہنّم جانے سے روک دیں گی) (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۵۷)

فائدہ: احادیث میں جس تاکید اور اہمیت کے ساتھ لڑکیوں کی پرورش پر ثواب ہے لڑکوں پر نہیں۔ اس لئے کہ لڑکوں کی تربیت بوجھ نہیں بنتی کہ اس کا نفع والدین کو عود کرکے آئے گا اور لڑکی دوسرے کے گھر چلی جائے گی۔ لڑکوں سے مستقبل میں امیدیں وابستہ ہوتی ہیں لڑکیوں سے نہیں۔

بیٹی پر بیٹے کو ترجیح نہ دے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کی

بیٹی ہو۔ اس نے نہ اسے تکلیف دی۔ نہ اس کو نیچا سمجھا اور نہ بیٹے کو اس کے مقابلہ میں ترجیح اور فوقیت دی۔ خدائے پاک اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(ابوداؤد، حاکم، البر ص ۴۳۸)

فائدہ: عموماً لوگ بیٹی کی پیدائش پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ لڑکوں کے مقابلہ میں اسے کمتر سمجھتے ہیں۔ مال وغیرہ اور دیگر آرام راحت کے امور میں بیٹے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ڈانٹ ڈپٹ بھی بیٹی کو زائد کرتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا دوسرے کے گھر چلی جائے گی۔ شادی بیاہ کی پریشانی کی وجہ سے اسے بار گراں سمجھتے ہیں۔ سو یہ چیزیں نہایت قبیح اور مذموم ہیں۔ اس کے مقابل میں جس نے ان بیٹیوں کے ساتھ مکرمانہ برتاؤ کیا۔ بیٹے کو فوقیت نہ دی تو اس کا صلہ اس کو جنت میں ملے گا۔ اولاد خواہ بیٹا ہو یا بیٹی خدا کی نعمت ہے۔ اپنی جانب سے تفریق درست نہیں آج کے اس دور میں تو بیٹے کے مقابلے میں بیٹی زیادہ مطیع فرمانبردار اور والدین کے ساتھ محبت کرنے والی ہوتی ہے۔ ذرا سی تکلیف سن کر متاثر ہو جاتی ہے۔ بخلاف بیٹوں کے کہ وہ آزاد پھرتے رہتے ہیں۔

لڑکی باعث برکت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جب بچی پیدا ہوتی ہے تو اللہ پاک ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں۔ جو ان کے لئے برکت لے کر اترتے ہیں۔

ابن شریط رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی کی لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ پاک ملائکہ کو بھیجتے ہیں وہ گھر والوں کو سلامتی (مبارکبادی) پیش کرتے ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۵۶)

فائدہ: عموماً بچیوں کی ولادت پر لوگ ناخوشی اور تکدر کا اظہار کرتے ہیں سو یہ غلط

مذموم ہے۔ بچی کی پیدائش باعث برکت ہے۔

بیٹیوں کی پرورش پر جنت میں آپ کی معیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں۔ وہ ان کی پرورش کرے۔ تو وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ پھر آپ نے چاروں انگلیوں سے اشارہ کیا۔ یعنی جس طرح انگلیاں متصل ہیں اسی طرح وہ میرے بغل میں ہوں گے۔ ان کے اور میرے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہوگا۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۵۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۶)

حضرت ابوالمحبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے دو بیٹی، یا دو بہنوں، یا دو خالاؤں، یا پھوپھیوں یا دو دادیوں کی خبرگیری اور ان کی کفالت کی وہ میرے ساتھ جنت میں اس طرح ہوں گے۔ جس طرح یہ دو انگلیاں۔ اور آپ نے شہادت اور بیچ کی انگلیوں کو ملا کر دکھلایا۔ (مجمع الزوائد ص ۱۵۸)

فائدہ: آج کے ماحول میں بیٹیوں کا مسئلہ بڑا پیچیدہ بن گیا ہے۔ جہیز کے جٹانے پھر شادی کرنے میں اچھی خاصی پریشانی ہو جاتی ہے۔ لوگوں کی جائیداد۔ معاشی پونجی کا صفایا ہو جاتا ہے۔ اس سے ماحول میں بیٹی کی پیدائش پھر اس کی پرورش اور تربیت ایک اہم مسئلہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی پرورش اور تربیت سے دنیاوی فائدہ نہیں پہنچتا ہے کہ دوسرے کے گھر چلی جاتی ہے۔ اس لئے شریعت نے اس کی پرورش اور حسن تربیت پر اہم ترین ثواب بتت دیا ہے۔

بیٹی جہنم سے روک اور حجاب کا باعث

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کو خدا نے بیٹی دے کر آزمایا۔ اس نے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ یہ اس کے لئے جہنم سے

روک کا باعث ہوگی۔ (بخاری ص ۱۹۰، مسلم ج ۲ ص ۳۳۰)

فائدہ: عموماً بیٹی میں خرچہ ہی خرچہ ہے۔ لوگ اس سے ایک قسم کی گرانی محسوس کرتے ہیں۔ بسا اوقات طعنہ بھی دیتے ہیں۔ اس لئے شریعت نے حسن برتاؤ کی تاکید کی ہے اور فضیلت بیان کی ہے۔

وہ عورت جو پہلے لڑکی جنے باعث برکت ہے

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عورت کے لئے باعث برکت یہ ہے کہ وہ پہلے لڑکی جنے۔ یعنی اسے لڑکی پیدا ہو۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۴۷)

فائدہ: بچوں کے اقسام بیان کرنے میں حق تعالیٰ نے پہلے لڑکیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ لڑکوں کا ذکر بعد میں کیا ہے۔ اس آیت کے اشارہ سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس عورت کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو وہ مبارک ہوتی ہے۔

(معارف القرآن پارہ ۲۵ ص ۵۴)

فائدہ: اس پرفتن دور میں لڑکی کی پیدائش پر عورت کو منحوس اور اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ خدا کی پناہ۔ قرآن وحدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے لڑکی پیدا ہونا باعث برکت ہے۔ اور ہم اسے برا اور منحوس سمجھیں۔ وجہ یہ ہے کہ شادی بیاہ کے فتنہ نے ہمارے ماحول میں لڑکی کی اہمیت کھودی ہے۔ خدا کی پناہ۔ بعض علاقے میں سنا گیا ہے کہ لڑکی کی پیدائش پر بیوی کو طلاق دے دی۔ اللہ ہی بچائے۔ اس بیچاری کا کیا قصور ہوا۔ دراصل وہ خدا کی اس تقسیم پر رد کر رہا ہے۔ کسی اہل معرفت کا یہ شعر ہے ۔

مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ
فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ

"جو میری تقسیم وتقدیر پر راضی نہیں وہ میرے علاوہ کوئی دوسرا رب تلاش کرے۔"

ظاہر ہے کہ کوئی دوسرا رب ہے ہی نہیں۔ بندے کی شان ہے کہ وہ خدا کی تقسیم پر راضی رہے۔

بہنوں کے ساتھ حسن سلوک اور تربیت کی فضیلت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں۔ یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں۔ اس نے اس کی پرورش کی اور بہترین سلوک کیا تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ادب مفرد ص ۳۶، ابوداؤد، ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں۔ اس نے ان کے بارے میں خدا سے خوف کیا۔ ان کی نگرانی کی۔ (یعنی ان بہنوں یا بیٹیوں کو اچھی طرح خوش رکھتے ہوئے کفالت کی) تو وہ میرے ساتھ اس طرح جنت میں ہوگا۔ (یعنی میرے ساتھ جیسے انگلی کے بغل انگلی)

(مکارم الخرائطی ج ۲ ص ۶۳۵)

فائدہ: آج کل اپنی اولاد بیوی بچوں کی پرورش ہی مشکل ہے تو بہنوں اور خالاؤں کو کون پوچھتا ہے۔ تاہم ایسے لوگ جو والد کے ضعیف اور کمزور ہونے کی وجہ سے یا انتقال کی وجہ سے ان بہنوں کا جس کا کوئی سہارا اور دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو۔ وہ ان کی کفالت اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں ایسوں کی جزاء جنت ہے۔

مطلقہ بیٹی پر خرچ کرنے کی فضیلت

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں تم کو بہترین صدقہ نہ بتادوں۔ یہ تیری وہ لڑکی ہے جو لوٹ کر تیرے پاس ہی آگئی ہو۔ اس کے لئے

تیرے سوا کوئی کمانے والا نہ ہو۔ (ادب مفرد ص ۳)

فائدہ: لوٹ کر آنے کا مطلب یہ ہے شوہر نے طلاق دے دی۔ جس کی وجہ سے وہ تمہارے ذمّہ ہوگئی۔ تو اس پر والدین کا خرچ کرنا۔ اس کی ضرورتوں کی رعایت اور خبر گیری بہترین افضل ترین صدقہ ہے۔ اس میں پانچ رخ کے اعتبار سے ثواب ہے۔ ① صدقہ کا ② مصیبت زدہ کی امداد کا ③ صلہ رحمی کا ④ اولاد کی خبر گیری کا ⑤ غمزدہ کی دلداری کا۔

اولاد کی پرورش کی وجہ سے بیوہ رہنے کی فضیلت

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ راوی کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ میں اور وہ عورت جس کا چہرہ مرجھایا ہوا ہو۔ بے رونق گال ہو۔ جو شوہر کی موت کی وجہ سے بیوہ ہوگئی ہو۔ اور بچوں کی پرورش کی وجہ سے صبر کر کے بیٹھی رہی۔ جنت میں اس طرح ساتھ ہوں گے۔ جس طرح یہ دو انگلیاں۔ (ادب مفرد ص ۵۴، مکارم الخرائطی)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ایسی عورت جس نے محض یتیم اولاد کی خاطر اپنی آرام و آسائش چھوڑ دی۔ اپنے جذبات کا گلا گھونٹا فکر رنج اور بوجھ تربیت و صرفہ کی وجہ سے چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ مرجھا گیا۔ خوبصورتی چلی گئی۔ ایسی صابرہ عورت کا درجہ یہ ہوگا کہ وہ آپ کے ساتھ ہوگی۔ اللہ اکبر کتنا بڑا مرتبہ ہے۔ اگر ایسی عورت فرائض واجبات کی پابندی کرے۔ زبان اور اخلاق درست رکھے تو جنت کے ابتداءً داخل ہونے اور بلند پایہ رتبہ پانے میں مردوں سے بھی آگے ہو جائے گی۔

جنّت جانے میں آپ ﷺ سے بھی کون آگے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں جنت کا

دروازہ سب پہلے میں کھولوں گا۔ مگر اس عورت کو دیکھوں گا جو مجھ سے بھی آگے ہونے میں بیتاب ہوگی میں کہوں گا تو کون ہے۔ اور اس جلد بازی کا کیا مطلب ہے۔ وہ کہے گی میں وہ عورت ہوں کہ یتیموں کی پرورش کی خاطر میں نے دوسرے سے شادی نہیں کی۔ ویسے ہی بیٹھی رہی۔ (ابو یعلی اسنادہ حسن، ادب مفرد مترجم ص ۹۳)

فائدہ: شوہر کے طلاق یا وفات کی صورت میں عورت بیوہ ہوگئی اور چھوٹا بچہ ہے۔ محض اس کی تربیت اور دیکھ بھال کی وجہ سے اس نے شادی نہ کر کے جوانی اور صحت کو قربان کر دیا تو ایسی عورت کی یہ فضیلت ہے۔ مگر خیال رہے کہ اگر عورت کی عمر نئی ہے۔ اقرباء اعزاء میں کوئی پرورش اور دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو تو شادی کر لینا بہتر ہے تاکہ فتنہ وغیرہ سے محفوظ رہے۔ یا جب بچے بالغ اور اپنے پیر پر کھڑے ہو جائیں تو شادی کر لینی چاہئے۔ عورتوں کو بلا شوہر کے رہنا فتنوں اور مصائب کا سبب ہے۔ اس لئے بیوہ عورت کی نکاح کے بڑی تاکید اور فضیلت ہے۔

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک و اخلاق کا حکم

اہل قرابت پر صدقہ وخیرات کا دگنا ثواب

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ غریب مسکین پر صدقہ کا دگنا ثواب ہے۔ ایک خیرات کا دوسرا رشتہ داری کی رعایت کا۔

(ترمذی ج ا ص ۱۴۲)

حضرت عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کا اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنا دگنا ثواب رکھتا ہے۔ صدقہ کا۔ اور رشتہ داری کی رعایت کا۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۴)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک باندی آزاد کی۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کو اس کے آزاد کرنے کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ اگر تم اپنے ماموں کو دے دیتیں تو زیادہ ثواب پاتیں۔ (بخاری و مسلم ص ۳۲۳)

فائدہ: خیال رہے کہ عام لوگوں کے مقابلہ میں رشتہ داروں پر صدقہ خیرات ہدایا تحائف کا زیادہ ثواب ہے۔ رشتہ داروں کی رعایت عام لوگوں کے مقابلہ میں افضل اور دگنے ثواب کا باعث ہے۔

جو رشتہ دار مخالفت اور عناد رکھے اس پر خرچ کا ثواب

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ صدقہ خیرات میں سب سے بہترین صدقہ خیرات وہ ہے جو تم مخالفت اور عناد رکھنے والے رشتہ دار پر خرچ کرو۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۶، کتاب البر ص ۱۷۵)

فائدہ: اس کا زیادہ ثواب اس وجہ سے ہے کہ نفس انکار کرتا ہے اور نفس پر بہت گراں گذرتا ہے کہ اس کو دوں جو ہماری مخالفت کرتا ہے۔ ایسا صدقہ خالص اللہ کے لئے ہوتا ہے۔

بری موت سے بچنے کا ذریعہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جسے یہ پسند ہو کہ عمر اس کی بڑھ جائے۔ رزق وسیع ہو جائے۔ بری موت سے بچ جائے۔ وہ خدا سے تقویٰ اختیار کرے۔ رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۳۳۵)

عمر بڑھنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خدائے پاک نے اس کی عمر کے اضافہ کو اس کار خیر سے متعلق رکھا ہو۔ یا اس میں برکت ہو جائے۔ یعنی وقت میں برکت ہو جائے۔

بری موت سے بچنے کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ① ایکسیڈنٹ جیسے حادثہ کی موت یا ② موت کے وقت شیطانی جال اور اس کے فتنہ سے محفوظ رہنا مراد ہو۔ بہر صورت یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ جو حسن سلوک کے لئے مرغوب ہے۔

برکت رزق کا ذریعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو یہ چاہتا ہو کہ اس کا

رزق وسیع کردیا جائے۔ اور اس کے بعد اس کے نشانات قدم میں تاخیر کی جائے۔ وہ رشتہ داروں کے ساتھ، رعایت اور احسان کا معاملہ کرے۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۸۵، ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے انساب کو سیکھو۔ یعنی اپنے رشتوں کو معلوم کرو تاکہ ان رشتہ داروں کی تم رعایت کرسکو۔ اس لئے کہ صلہ رحمی کرنا اہل خاندان والوں سے محبت کرنا ہے۔ جو مال کو بڑھانے والا۔ نشانات قدم کو مؤخر کرنے والا ہے۔ (ترغیب ص ۳۳۵، ادب مفرد ص ۳۵)

فائدہ: رزق کی برکت اور وسعت کا خاص کر اس دور میں کون طالب نہیں۔ جسے برکت رزق کی طلب ہو۔ وہ حسن سلوک شروع کردے۔ نشانات قدم کی تاخیر کا مطلب یہ بھی ہے کہ موت میں تاخیر یعنی عمر میں برکت ہوجائے۔ اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ اولاد میں برکت ہو۔ جس کا سلسلہ دیر تک چلتا رہتا ہے۔ یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ اس کا ذکر خیر انتقال کے بعد مدتوں باقی رہتا ہے احسان وسلوک خیر کی وجہ سے لوگوں میں ان کا حسن ذکر چلتا رہتا ہے۔ واللہ اعلم

رشتہ داروں کی رعایت اور حسن سلوک زیادتی عمر کا باعث

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر میں اضافہ ہو۔ رزق میں وسعت ہو۔ بری موت سے حفاظت ہو۔ وہ خدا سے ڈرے۔ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ (ترغیب ص ۳۳۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ صدقہ اور رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی واحسان کے برتاؤ سے خدا عمر میں اضافہ فرماتا ہے۔ بری موت سے محفوظ رکھتا ہے۔ رنج اور مصائب سے بچاتا ہے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۳۳۵)

رشتہ داروں کی رعایت۔ ان کے ساتھ احسان و بھلائی کے برتاؤ کی حدیث پاک میں بڑی فضیلت اور ترغیب وتاکید آئی ہے اور اس کے خلاف پر سخت ترین وعید آئی ہے۔ اللہ کے نزدیک یہ اس قدر اہم ترین اور مقبول ترین عمل ہے کہ اس کی وجہ سے عمر میں اضافہ اور اس میں برکت کردی جاتی ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارا ماحول رشتہ داروں کے ساتھ توڑ کا ہے۔ غیروں اور اجانب کے ساتھ تو ہم رعایت کرتے ہیں۔ ان سے تعلقات بڑھاتے ہیں مگر رشتہ داروں سے نفرت اور عناد رکھتے ہیں۔ بڑے گھاٹے کی بات ہے۔

حسن سلوک اور صلہ رحمی میں زیادتی عمر اور وسعت رزق کو بہت دخل ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔ من بسط له في الرزق بصلة الرحم۔ (ص ۸۸۵)

اسی طرح دیگر محدثین نے بھی یہ باب قائم کرکے اس کو واضح کیا ہے کہ اس سے رزق میں زیادتی ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے جو شخص ایک بات کا ذمہ لے لے اس کے لئے چار باتوں کا ذمہ لیتا ہوں یعنی جو شخص صلہ رحمی کرے۔ ① اس کی عمر دراز ہوتی ہے۔ ② اعزہ اس سے محبت کرتے ہیں ③ رزق میں اس کی وسعت ہوتی ہے ④ اور جنت میں داخل ہوتا ہے۔ (فضائل صدقات ج ۱ ص ۲۰۳)

چھ چیزوں پر جنت کی ضمانت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا تم چھ چیزوں کی ذمہ داری لے لو۔ میں تمہارے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔

① گفتگو کرو تو جھوٹ نہ بولو۔ ② وعدہ کرو تو وعدہ خلافی نہ کرو۔ ③ امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کرو۔ ④ اپنی نگاہ کی حفاظت کرو۔ ⑤ اپنے ناموس کی حفاظت

کرو۔ ⑨ رشتہ داروں کے ساتھ احسان وسلوک کرو۔

(کتاب البر ص۱۶۲، مجمع الزوائد ص۳۰۲)

گھر کی آبادی اور خوشحالی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنا۔ اچھے اخلاق کا اختیار کرنا۔ پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ گھروں کو آباد اور خوشحال رکھتا ہے اور عمر کو بڑھاتا ہے۔

(مجمع ص۱۵۳، کتاب البر ص۱۵۵، الخرائطی فی المکارم ص۵۱)

جنّت کو قریب کرنے والے اعمال

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے ایک بدو نے پوچھا مجھے جنت کو قریب کرنے والے اور جہنم کو دور کرنے والے اعمال بتادیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔ (کتاب البر ص۱۶۳)

باوجود گناہ کے مال اولاد میں زیادتی کس عمل سے ہے؟

ابوسلمہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا سب سے جلدی جزاء صلہ رحمی کا ملتا ہے۔ یہاں تک کہ گھر والے اگرچہ گناہ گار ہوتے ہیں لیکن جب وہ لوگوں کے ساتھ احسان وبھلائی کرتے ہیں تو ان کے مال اور اولاد میں زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ (مکارم الخرائطی ص۲۶۴)

فائدہ: سبحان اللہ۔ کس قدر مؤثر اور نفع بخش ہے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا کہ گناہ جو رزق کو تنگ کرتا ہے۔ باوجود اس کے مال اولاد میں زیادتی ہوتی رہتی

ہے۔ خدا کو کس قدر محبوب ہے یہ عمل۔

رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کے دس فوائد

فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صلہ رحمی (رشتہ داروں کے ساتھ احسان و بھلائی) میں دس فوائد ہیں۔

① اول یہ کہ اس میں اللہ جل شانہٗ عم نوالہٗ کی رضا و خوشنودی ہے۔ اللہ پاک کا حکم صلہ رحمی کا ہے۔

② دوسرے رشتہ داروں پر مسرّت پیدا کرنا ہے اور حضور پاک کا ارشاد ہے کہ افضل ترین عمل مؤمن کو خوش کرنا ہے۔

③ تیسرے اسی سے رشتے کو بھی بہت مسرت ہوتی ہے۔

④ چوتھے مسلمانوں کی طرف سے اس شخص کی مدح اور تعریف ہوتی ہے۔

⑤ پانچویں شیطان علیہ اللعنۃ کو اس سے بڑا رنج وغم ہوتا ہے۔

⑥ چھٹے اس کی وجہ سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے۔

⑦ ساتویں رزق میں برکت ہوتی ہے۔

⑧ آٹھویں مردوں کو اس سے مسرت ہوتی ہے۔ باپ دادا کا جب انتقال ہوگیا ان کو جب اس کی خبر ہوتی ہے تو ان کو بڑی خوشی ہوتی ہے۔

⑨ نویں آپس کے تعلقات میں اس سے قوت ہوتی ہے۔ جب تم کسی کی مدد کروگے اس پر احسان کروگے تمہاری ضرورت اور مشقت کے وقت وہ دل سے تمہاری اعانت کرنے کا خواہشمند ہوگا۔

⑩ دسویں مرنے کے بعد تمہیں ثواب ملتا رہے گا۔ جس کی بھی تم مدد کروگے۔ تمہارے مرنے کے بعد وہ ہمیشہ تمہیں یاد کرکے دعائے خیر کرتا رہے گا۔

(فضائل صدقات ص۲۰۳)

مال میں زیادتی کس عمل سے؟

حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تین باتیں بالکل حق اور سچی ہیں ① جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ چشم پوشی کرے اس کی عزت بڑھتی ہے۔ ② جو شخص مال کی زیادتی کے لئے سوال کرے اس کے مال میں کمی ہوتی ہے۔ ③ جو شخص عطا اور صلہ رحمی کا دروازہ کھول دے اس کے مال میں کثرت ہوتی ہے۔

(فضائل صدقات ص ۲۰۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو خدا سے خوف کرے گا۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرے گا۔ اس کی عمر میں برکت ہوگی اور مال میں فراوانی ہوگی۔ رشتہ داروں میں وہ محبوب ہوگا۔

تین لوگوں سے آسان حساب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین لوگوں کا حساب اللہ پاک سہولت و آسانی سے لے گا۔ اور انہیں محض اپنے کرم سے جنت میں داخل کرے گا۔ پوچھا گیا وہ کون ہیں؟ اے خدا کے رسول آپ پر ہمارے ماں باپ قربان۔ آپ ﷺ نے فرمایا ① جو تم کو محروم رکھے تم اس کو دو۔ ② جو تم سے رشتہ توڑے تم اس سے جوڑ رکھو ③ جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کرو۔ جب تم یہ کرو گے تو خدا تم کو جنت میں داخل کردے گا۔ (ترغیب ص ۳۴۲، بزار، حاکم)

اولین و آخرین کے بہترین اخلاق

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں تمہیں اولین و آخرین کے بہترین اخلاق نہ بتاؤں۔ میں نے کہا ضرور ارشاد فرمائیں۔

آپ نے فرمایا جو تمہیں اپنی طرف سے محروم رکھے اسے دیا کرو۔ جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو۔ جو تم سے رشتہ توڑے تم اس سے جوڑو۔ (ترغیب ص ۳۴۲)

افضل ترین صدقہ

حضرت امّ کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کا بہترین صدقہ وہ ہے جو ایسے رشتہ داروں پر کرے جو اس سے عناد رکھیں۔

(ترغیب ص ۳۴۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ایسا رشتہ دار جس سے نہ بنتی ہو۔ اس سے کسی حالت میں اختلاف اور جھگڑا ہو تو اس کو دینے میں افضل ترین صدقہ ہے۔

رشتوں کے جوڑ سے اللہ کا جوڑ

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن رحم (رشتہ داری) اعلان کرے گا جس نے مجھے جوڑ کے رکھا خدا اسے جوڑے جس نے مجھے توڑ کے رکھا۔ خدا اس سے توڑ رکھے۔ (مجمع الزوائد ص ۱۵۱)

جنّت کی خوشبو بھی نہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنّت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے آتی ہے۔ مگر والدین سے قطع رحم و تعلق رکھنے والا اور رشتوں کو توڑنے والا اس کی خوشبو نہیں پاسکتا۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۲۹)

رشتوں کا تعلّق عرش پر معلق ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "رحم"

رشتوں کا تعلق عرش پر معلق ہے اور اس کا کہنا ہے جو مجھے جوڑے رکھے خدا اسے جوڑے جو مجھ سے توڑ رکھے۔ خدا اسے توڑے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۱۹)

خدا کی رحمت سے دور کب؟

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جب لوگ علوم ظاہر کریں۔ اور دلوں میں بغض رکھیں۔ اور قطع رحمی کرنے لگیں۔ تو اللہ جل شانہٗ اس وقت ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیتے ہیں اور اندھا بہرا کر دیتے ہیں۔ (در منثور، فضائل صدقات ص ۱۹۶)

آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی گناہ ایسا نہیں کہ آخرت میں ذخیرہ ہونے کے علاوہ دنیا میں بھی اس کی سزا جلد مل جاتی ہے۔ وہ ظلم اور رشتوں کو توڑنا ہے۔

فائدہ: یعنی ظلم کسی کو تنگ کرنے اور ستانے کی سزا اور رشتوں کو توڑنے کی سزا اسی دنیا میں مل جاتی ہے۔

سب سے جلدی کس کا ثواب؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بھلائیوں میں سب سے جلدی ثواب حسن سلوک کا ملتا ہے۔ اور مواخذہ اور گرفت سب سے جلدی ظلم کا ہوتا ہے۔ (ترغیب ص ۳۴۳، ابن ماجہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ رشتہ داری میں احسان و بھلائی کا ثواب جلد اسی دنیا میں

بھی مل جاتا ہے۔ اور ظلم کی سزا آخرت کے علاوہ اسی دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔

کس پر خدا کی رحمت نہیں اترتی؟

معجم طبرانی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس قوم پر فرشتے رحمت لے کر نہیں اترتے جس میں رشتوں کو توڑنے والا ہوتا ہے۔ (ترغیب ص ۳۲۵)

کوئی عمل قبول نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا انسانوں کے اعمال شب جمعہ کو پیش کئے جاتے ہیں۔ پس رشتہ توڑنے والا کا عمل قبول نہیں کیا جاتا۔

(ادب مفرد ص ۳۲)

فائدہ: شب جمعہ میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ کس قدر خوف اور ڈر کی بات ہے کہ رشتہ توڑنے کی وجہ سے اعمال مردود ہو جاتے ہیں۔

آسمان کے دروازے کس کے لئے بند؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک مجمع میں تشریف فرما تھے۔ فرمانے لگے۔ میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ اگر اس مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو چلا جائے۔ ہم لوگ اللہ جل شانہٗ سے ایک دعا کرنا چاہتے ہیں۔ اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لئے بند ہو جاتے ہیں۔ یعنی اس کی دعا آسمان پر نہیں جاتی۔ اس سے پہلے ہی دروازہ بند کر لیا جاتا ہے اور جب اس کے ساتھ ہماری دعا ہوگی تو دروازہ بند ہو جانے کی وجہ سے قبولیت سے رہ جائے گی۔ (فضائل صدقات ص ۲۱۸)

رشتہ توڑنے والوں پر قرآن میں لعنت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرابت (رشتہ داری) کو توڑنے والا ہو۔ اس سے میل جول پیدا نہ کیجئو۔ میں نے قرآن پاک میں دو جگہ ان لوگوں پر لعنت پائی ہے۔ (فضائل صدقات ص۱۹۵)

رشتوں کا توڑ قیامت کی علامت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین امور قیامت کی علامتوں میں سے ہیں۔ ① پڑوسی کا تکلیف دہ ہونا۔ ② رشتوں میں ربط و جوڑ کا نہ ہونا۔ ③ جہاد کا منقطع ہو جانا۔ (احکام القرآن ص۷۷ ج۲)

فائدہ: آج کل رشتوں کا توڑ بہت عام ہے ذرا ذرا سی دنیاوی بات پر رشتوں کو توڑ دیتے ہیں۔ جو بہت بڑا گناہ اور ملعون کام ہے۔ خدا کی رحمت اور فضل سے دور کرنے والا ہے۔

رشتہ کے توڑنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی آمد رفت نہ رکھے۔ شادی بیاہ، رنج و غم میں نہ جائے اور نہ شریک ہو۔ عیادت نہ کرے۔ ضرورت کے موقعہ پر اعانت نہ کرے۔ اس سے مطلب نہ رکھے۔ خیریت وغیرہ نہ معلوم کرے۔ نہ اس کے خوش کرنے کے اسباب اختیار کرے۔

دیکھئے آج یہ تینوں علامتیں پائی جا رہی ہیں جو آپ نے فرمائی ہیں۔ ملکی جہاد تو ہے لیکن اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد بالکل ختم ہے۔

پڑوسیوں کے ساتھ حسن برتاؤ

پڑوسیوں کے حقوق اور ان کی رعایت قرآن پاک میں

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى - الخ﴾

"اور تم اللہ کی عبادت اختیار کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔ اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غرباء کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی۔ اور ہم مجلس کے ساتھ بھی۔ اور راہ گیر کے ساتھ بھی۔ اور غلاموں کے ساتھ بھی۔ یقیناً خدا ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے جو اپنے کو بڑا سمجھے اور شیخی کی باتیں کریں۔" (سورہ نساء)

فائدہ: آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اولاً اپنا حق بیان کیا کہ توحید، ایک خدا کو ماننا اسی کی عبادت کرنا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا۔ اسلام کی بنیاد اور اساس ہے۔ پھر انسانی حقوق کو بیان کیا۔ جس میں اولاً والدین کے حق کو ذکر کیا۔ جس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ خدائے وحدہ لاشریک کے بعد اگر کسی کا احسان ہے۔ اور آدمی اس کے احسان پر مجبور ہے کہ اسے خدائے پاک کے احسان کی طرح مستغنی نہیں ہو سکتا تو والدین ہیں۔

اس کے بعد آدمی جس ماحول میں اور کنبہ میں رہتا ہے اس کے احسان سے وابستہ ہوتا ہے۔ چنانچہ تیسرے نمبر پر تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسن و سلوک کی تاکید فرمائی۔ پھر اس کے بعد گھر کے بغل کا پڑوسی جس سے قرب و جوار کی وجہ سے مسائل

وابستہ ہوتے ہیں۔ بیاہ شادی۔ اور دیگر گھریلو ضرورت میں بغل میں ہونے کی وجہ سے بسا اوقات ان کی اعانت وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے چوتھے نمبر پر پڑوسی کے حقوق کو بیان کیا اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی۔ قرآن پاک نے اس مقام پر دو لفظوں کو ذکر کیا ہے "جارذی القربیٰ" اس سے مراد وہ پڑوسی ہے جو مکان کے متصل میں رہتا ہے اور "جار جنب" سے مراد وہ پڑوسی ہے جو مکان سے کچھ فاصلہ پر رہتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جارذی القربیٰ سے وہ شخص مراد ہے جو پڑوسی بھی ہے۔ اور رشتہ دار بھی۔ اس طرح اس میں دو حق جمع ہوگئے اور جار جنب سے مراد وہ شخص ہے جو صرف پڑوسی ہے۔ رشتہ دار نہیں۔ اس لئے اس کا درجہ پہلے سے موخر رکھا گیا ہے۔

بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ جارذی القربیٰ وہ پڑوسی ہے جو اسلامی برادری میں داخل اور مسلمان ہے۔ اور جار الجنب سے مراد غیر مسلم پڑوسی ہے...... اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید رشتہ دار ہو یا غیر۔ مسلم ہو یا غیر مسلم بہر حال اس کا حق ہے۔ بقدر استطاعت کے اس کی امداد و اعانت اور خبر گیری لازم ہے۔

(معارف القرآن ص ۴۳)

ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں بیان کیا کہ ایک حدیث میں ہے کہ پڑوسی تین قسم کے ہیں۔ ① ایک وہ جس کے تین حقوق ہیں۔ پڑوسی بھی ہے، رشتہ دار بھی ہے، اور مسلمان بھی ہے۔ ② ایک وہ پڑوسی ہے جس کے دو حقوق ہیں۔ یہ وہ ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی ہے۔ ③ ایک وہ ہے جس کا صرف ایک ہی حق ہے۔ وہ یہ ہے جو غیر مسلم ہے۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۲۷۶)

معلوم ہوا کہ غیر مسلم پڑوسی کا بھی حق ہے کہ اسکی رعایت کی جائے۔ اسے تکلیف نہ دی جائے۔ تو مسلمان پڑوسی کا پھر کتنا حق ہوگا۔ لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ آج اس دور میں ایک پڑوسی دوسرے کے حق میں اذیت اور تکلیف کا باعث ہے۔

پڑوسیوں کا اکرام

ایمان والا اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔ (بخاری ص ۸۸۹، مسلم ترغیب ج ۳ ص ۳۵۲)

سہولت نہ پہنچا سکے تو تکلیف اور اذیت تو ہر گز نہ پہنچائے۔ یہ صرف مسلمان کے ساتھ خاص ہی نہیں بلکہ عام انسانوں کا حق ہے۔ البتہ ایمان کی بنیاد پر اور پھر پڑوسی ہو تو اس کے حق میں اور زیادہ تاکید ہوجاتی ہے کہ اسے کسی طرح تکلیف اور اذیت نہ پہنچائے۔ مگر افسوس کہ آج کل کا ماحول اس کے برعکس ہے۔ قریب والوں سے شکایت دور والوں سے راحت۔"

جس کے ضرر سے پڑوسی نہ بچے وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جنت میں نہیں داخل ہوسکتا جس کے ضرر سے پڑوسی محفوظ نہ ہو۔ (مسلم، ترغیب ص ۳۵۲)

مؤمن نہیں ہوسکتا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ آدمی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کے ضرر سے نہ محفوظ رہے اور نہ اس

کے شر سے مامون ہو کر رات گزارے۔(ترغیب ج ۳ ص ۳۵۳)

جنّت میں جانے کا مستحق ہی نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مؤمن وہ ہے جس سے لوگ مامون رہیں۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں۔ مہاجر وہ ہے جس نے گناہ کو چھوڑ دیا۔ قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کوئی بندہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔(ابو یعلی، ترغیب ص ۳۵۳)

جس نے پڑوسی کو تکلیف دی اس نے آپ ﷺ کو تکلیف دی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے پڑوسی کو تکلیف دی۔ اس نے مجھے تکلیف دی۔ اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے خدا کو اذیت پہنچائی۔(ترغیب ج ۳ ص ۳۵۴)

جس نے پڑوسی سے لڑائی کی اس نے خدا سے لڑائی کی

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جس نے پڑوسی سے لڑائی کی۔ اس نے مجھ سے لڑائی کی۔ اور جس نے مجھ سے لڑائی کی اس نے خدا سے لڑائی کی۔

(ابو الشیخ، ترغیب ص ۲۵۴)

فائدہ: پڑوسی سے لڑائی خدا سے لڑائی ہے کیونکہ وہ خدا کے بندے اور اس کے پیدا کردہ ہیں۔ اسے کیا حق کہ اللہ کے بندے کو تکلیف دے۔

قیامت کے دن سب سے پہلے پڑوسیوں کا مقدمہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے دو پڑوسیوں کا مقدمہ پیش ہوگا۔(مسند احمد، ترغیب ص ۳۵۵)

فائدہ: اللہ کے نزدیک پڑوسیوں کا مسئلہ کس قدر اہم ہے کہ پہلے اسی کا حساب ہوگا۔

باوجود نماز روزہ اور صدقہ کی کثرت کے جہنّم میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا۔ فلاں عورت نماز، خیرات اور روزہ بکثرت کرتی ہے۔ ہاں مگر اپنی زبان سے پڑوسی کو تکلیف دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ جہنّم میں ہوگی۔ پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسول فلاں عورت روزہ نماز کم کرتی ہے۔ اور (تھوڑا بہت) پنیر کے ٹکڑے صدقہ کر دیتی ہے اور پڑوسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ جنت میں جائے گی۔(مسند احمد، حاکم، بزار، ترغیب ص ۳۵۶)

فائدہ: متعدد احادیث میں ایسی عورت کو باوجود روزہ نماز کے اہل جہنّم میں سے کہا گیا ہے۔ پڑوسی کو تکلیف پہنچانا خدا کے غیظ و غضب کی بات ہے۔ کہ اس کا برا اثر عبادت پر غالب آجاتا ہے۔ عموماً آج کل کے ماحول میں پڑوسی کو تکلیف دینا عام بات ہے۔ اگر پڑوسی غریب یا اجنبی ہے علاقائی نہیں ہے تو پھر کمزور سمجھ کر بچے بچیاں تک پریشان کرتے ہیں۔ کس قدر انجام بد کا باعث ہے۔

ایمان والا اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرے

ابو شریح کعبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے

کہ جو شخص خدا اور آخرت پر ایمان لائے۔ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرے۔

(ادب مفرد، ابن ماجہ، مکارم ص۳۸۸)

فائدہ: یہ ایمان کی علامت ہے کہ لوگوں کے ساتھ خوش اسلوبی کا معاملہ کرے اور پڑوسی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ مابین اچھے تعلقات رہیں۔

مؤمن ہے تو اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔

(بخاری و مسلم ص۸۸۹، ابوداؤد، مکارم ص۳۹۱)

پڑوسی کا احترام والد کے احترام کی طرح

حضرت سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک پڑوسی کا دوسرے پر ایسا ہی احترام ہے جیسے والد کا۔ (جامع صغیر، مکارم ابن ابی الدنیا)

وہ جس کا پڑوسی بھوکا ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مؤمن نہیں جس کا تو پیٹ بھرا ہوا ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

(کنز العمال ج۹ ص۵۷، مکارم ابن ابی الدنیا ص۲۲۹)

فائدہ: آج اس دور میں عام طور پر پڑوسیوں کے ساتھ تکلیف دہ معاملہ کیا جاتا ہے۔ ذرا ذرا سی بات میں لڑائی جھگڑا اور گالم گلوچ کی صورت اختیار کرلی جاتی ہے۔ بلاوجہ و دلیل کے کسی نقصان پر بدگمانی اختیار کرلی جاتی ہے۔ اگر پڑوسی غریب یا غیر علاقائی ہو یا ماحولاً کمزور ہو تو پھر ظلم و توہین کا کیا کہنا۔ ہر طرح اس پر فوقیت ظاہر کی جاتی

ہے۔ اسے نیچا سمجھ کر اس کے ساتھ تکلیف دہ معاملہ کیا جاتا ہے۔ آج قیامت کی یہ علامت پائی جاتی ہے۔

گھر میں فراوانی اور عمر میں زیادتی کب؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں گھر کی آبادی۔ اور عمر کی زیادتی کا سبب ہیں۔ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ۔ رشتوں کا جوڑ اور اچھے اخلاق۔ (مکارم ابن ابی الدنیا ص۲۲۶)

فائدہ: پڑوسیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا کیا ہی اچھا انجام ہے۔ دوسروں کا دل خوش کرنے سے خدائے پاک کی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور خدائے پاک کی خوشی ان چیزوں کا ذریعہ بنتی ہے۔

پڑوسی کے لئے شوربا زائد رکھنا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ابوذر جب تم شوربہ پکاؤ تو پانی زیادہ ڈالو تاکہ پڑوسی کے لئے بھی گنجائش ہو جائے۔

(ادب مفرد ص۲۷، مکارم الخرائطی ج۱ ص۲۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی (سالن کی) ہانڈی چڑھائے۔ تو شوربا زائد رکھے کہ اپنے پڑوسی کو دے سکے۔ (کنز العمال ج۹ ص۵۰)

اچھا پڑوسی خوش قسمتی کی بات ہے

ابن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا آدمی کی خوش نصیبی میں سے یہ ہے کہ اس کا کشادہ گھر ہو اچھا پڑوسی ہو۔ اور اچھی سواری ہو۔

(ادب مفرد ص۲۷، ترغیب ج۳ ص۳۶۳، احکام الخرائطی ص۲۲۰)

فائدہ: واقعی اچھے پڑوسی سے بڑی راحت ملتی ہے۔ ضرورت اور وقت پر اس کی اعانت سے بڑی سہولت ملتی ہے۔ مثلاً ضرورت پڑگئی تو بازار بھیج کر سامان منگوالیا۔ کھانے پینے روز مرہ کے کسی سامان کی ضرورت ہوئی تو منگوالیا۔ آمد و رفت اور حسن تعلقات و گفتگو سے دل بہل گیا۔ غرض معاشرتی ماحول میں اس سے بڑی آسانیاں ملتی ہیں۔ اس لئے اچھے پڑوسی کی تلاش کا حکم ہے۔

پڑوسی کی رعایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے پڑوسی کو اس بات سے نہ روکے کہ وہ اس کی دیوار میں کوئی کیل لگائے۔

(ابن ماجہ ص۱۶۹، مکارم الخرائطی ص۲۳۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی معمولی ضرورت سے اس کی دیوار میں جو اس کی طرف ہے۔ کیل وغیرہ لگائے تو اسے منع نہ کرے کہ یہ بد اخلاقی ہے اور مروت کے خلاف ہے۔ کیل سے اس کا کیا نقصان ہوگا۔ اور ادھر اس کا فائدہ ہو جائے گا۔

بدبختی کی باتیں

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں۔ (۱) برا پڑوسی (۲) بری عورت (۳) پریشان کن سواری (۴) اور تنگ گھر۔ (ترغیب ج۳ ص۳۶۳)

جس پڑوسی کی وجہ سے لوگ دروازہ بند رکھیں

حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس پڑوسی سے مال کے خوف کی وجہ سے دروازہ بند رکھے۔ وہ مؤمن نہیں۔ (کنز العمال ج۹ ص۵۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دروازہ کھلا رکھنے کی صورت میں پڑوس کی جانب سے تکلیف پہنچنے کا خطرہ ہو۔ مثلاً مال یا کوئی گھریلو سہولت دیکھ لے تو پریشان کرے۔ کوئی چیز دیکھ لے تو مانگنے لگ جائے اور نہ دینے پر اذیت پہنچائے۔ مرغا، مرغی، بکرا، بکری گھر میں گھس کر پریشان کرے اور کچھ کہے تو لڑائی مول لے۔ گھر کھلا دیکھ کر سامان چرالے ان وجوہات کی وجہ سے اگر کسی پڑوسی کی وجہ سے دروازہ بند رکھے تو وہ پڑوسی ایمان سے خالی ہے چونکہ مؤمن وہ ہے جو کسی اذیت کا باعث نہ بنے۔

پڑوسی کا بچہ گھر آئے تو

حضور پاک ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اے عائشہ اگر پڑوسی کا بچہ تمہارے گھر آجائے تو اس کے ہاتھ میں کچھ دے دو یہ آپس کی محبت ک[…] سبب ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ پڑوسی کا کوئی چھوٹا بچہ آجائے تو اسے بسکٹ وغیرہ یا کھانے پینے کی چیزیں اس کے ہاتھ میں دے دے۔ اس سے اس کے والدین پر اثر ہوگا۔ اور حسن تعلقات کا سبب بنے گا۔ خاص کر کے اگر اس کے گھر کے چھوٹے بچے کھا رہے ہوں یا ان کے ہاتھ میں کچھ مٹھائی وغیرہ ہو اور پڑوسی کا بچہ اسی وقت آجائے۔ تو ضرور اسے دے دے ایسا نہ کرے کہ اسے بھگادے اور گھر سے نکال دے۔ بڑی بے مروتی کی بات ہے۔ اگر بڑوں سے کوئی اختلاف ہو تو بچوں کے ساتھ ایسی بد اخلاقی نہ کرے۔

پڑوسی کے معمولی ہدیہ کو بھی حقیر نہ سمجھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو خطاب فرماتے ہوئے کہا۔ اے مسلمان عورتوں اپنے پڑوسی کے ہدیہ کو حقیر نہ سمجھو خواہ بکری ک[…]

کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (ادب مفرد ص۴۹)

فائدہ: عموماً عورتوں میں یہ بات ہوتی ہے کہ کسی کے معمولی ہدیہ کو حقیر اور اہانت کی نگاہ سے دیکھ کر واپس کر دیتی ہیں۔ جس سے بیچاری غریب پڑوسن کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر خلوص محبت کی بنیاد پر کوئی کچھ دے تو اسے واپس نہ کرے۔ کہ دل شکنی کی بات ہے۔

اپنی دیوار پر پڑوسی کو لکڑی، ڈاٹ رکھنے سے منع نہ کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی مؤمن بھائی اس بات سے نہ روکے کہ اس کی دیوار پر کوئی لکڑی رکھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب تمہارا پڑوسی تمہاری دیوار پر کوئی ڈاٹ (بیم یا ستون) رکھنا چاہے تو اسے نہ روکو۔ (بیہقی کنز العمال ج ۲ ص ۹۱)

فائدہ: عام طور پر ہمارے ماحول میں یہ رائج ہے ہے کہ کوئی اپنی دیوار سے کسی دوسرے کو فائدے اٹھانے نہیں دیتا۔ ہر شخص اپنی دیوار بناتا ہے۔ اگر کوئی کسی کی دیوار پر چھت یا ستون رکھنا چاہتا ہے تو اسے روک دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے یہ اخلاق اور مروت کے خلاف ہے کہ اس سے غریب پڑوسی کا فائدہ ہو جاتا ہے۔ اور کسی کو کسی سے فائدہ پہنچ جائے تو بڑی سعادت کی بات ہے۔

ایک پڑوسی کا دوسرے پڑوسی پر کیا حق ہے؟

حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ان کے دادا نے رسول پاک ﷺ سے پوچھا کہ میرے پڑوسی کا مجھ پر کیا حق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ① اگر وہ بیمار

ہو جائے تو اس کی عیادت کرو۔ ② اگر انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے کے پیچھ
چلو۔ ③ اگر قرضہ چاہے تو اسے قرض دو۔ ④ اگر اسے کپڑے کی ضرورت ہو تو اسے
کپڑے کی سہولت دو۔ ⑤ اگر اسے خوشی ہو تو مبارک باد دو۔ ⑥ اگر مصیبت
حوادث پہنچے تو اس کی تعزیت کرو۔ اس طرح اس کے مکان پر اپنا مکان بلند نہ کرو کہ ہو
کی آمد و رفت رک جائے۔ اپنی ہانڈی سے اسے تکلیف مت پہنچاؤ ہاں مگر یہ کہ اس کے
برتن میں ڈال دو۔ (یعنی اچھی چیز کی خوشبو سے وہ للچائے نہیں اسے بھی دیدو تاکہ اسے
ناداری پر افسوس نہ ہو) (فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۶۶، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۶۵، کنز العمال ج ۹ ص ۱۸۵)

فائدہ: پڑوسی کے حقوق کے سلسلے میں یہ حدیث بہت جامع ہے۔ اس حدیث پاک
میں بہت سے اہم حقوق کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور بنیادی حقوق کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس
کی روشنی میں چاہئے کہ ہم موازنہ کریں کہ ہم سے یہ حقوق ادا ہو رہے ہیں یا نہیں۔

جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کسی غزوہ کے لئے
نکلے تو فرمایا جو پڑوسی کو تکلیف دینے والا ہو وہ میرے ساتھ آج شریک نہ ہو۔ ایک شخص
نے کہا میں نے پڑوسی کی دیوار پر پیشاب کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ آ
مت آؤ۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۷۰)

فائدہ: آپ نے تاکیداً شرکت جہاد سے روکا تاکہ لوگوں کو اس کی اہمیت معلوم ہو ک
ماحول میں پڑوسی کی تکلیف اہم چیز ہے۔

پڑوسیوں کے ساتھ رعایت کی تاکید

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پڑوسیوں کے متعلق حضرت

جبرئیل علیہ السلام (اس کثرت سے) ہمیں نصیحت کرتے رہے کہ ہم نے گمان کیا کہ ان کو وارث بنادیا جائے گا۔ (بخاری ص۸۸۹، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ)

غیر مسلم پڑوسی کی بھی رعایت

حضرت عبداللہ عمرو رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک بکری ذبح کی گئی۔ تو اپنے غلام سے بار بار کہنے لگے۔ اپنے یہودی پڑوسی کو ہدیہ بھیجا؟ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ اس کی تاکید کرتے رہے کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ وہ وارث بنادیں گے۔ (ادب مفرد ص۴۴)

فائدہ: خیال رہے کہ پڑوسی کے لئے نہ ایمان شرط ہے نہ صلاح تقویٰ۔ ہر ملک مزاج کے لوگ داخل ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ پڑوسی میں مسلمان، کافر، عابد، فاسق دوست دشمن علاقائی غیر علاقائی نفع پہنچانے والا نقصان پہنچانے والا اقریب دور سب شامل ہے۔ (فتح الباری ج۱۰ ص۳۶۲)

قیامت کی علامت

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ آدمی اپنے پڑوسی کو، بھائی کو، باپ کو قتل نہ کر ڈالے۔ (ادب مفرد ص۴۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے پڑوسی کا برا ہونا ہے۔ (احکام القرآن ج۲ ص۲۷۷)

پڑوسی کی حد

حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت

میں آیا۔ اور کہا اے اللہ کے رسول میں نے فلاں محلے میں قیام کیا ہے۔ اور جو پڑو
سب سے زیادہ قریب ہے وہی مجھے سخت تکلیف دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضر
ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ مسجد آئے اور اس
دروازے پر کھڑے ہوکر زور سے اعلان کرنے لگے۔ خبردار چالیس گھر تک پڑو
ہے۔ اور کوئی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جس کا پڑوسی اس سے پریشان ہو۔
(ترغیب ج۳ ص۵۳

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ پڑوسی کی حد چالیس مکان ہے۔ اس طرح ایک چھوٹا
محلہ آپس میں ہر ایک دوسرے کا پڑوسی ہے۔ ہر ایک پر ایک دوسرے کی رعای
ضروری ہے ضرر و تکلیف سے بچانا لازم ہے۔

پڑوسی کا حق کم لوگ ادا کرپاتے ہیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے آپ ﷺ سے پوچھا پڑوسی
کیا حق ہے۔ آپ نے فرمایا قرض مانگے تو اسے قرض دو۔ مدد چاہے تو اس کی مدد کر
ضرورت مند ہو تو اس کی اعانت کرو۔ مریض ہو تو عیادت کرو۔ پھر آپ نے آخر
فرمایا سمجھتے ہو جو میں کہہ رہا ہوں۔ بہت ہی کم لوگ ہیں جو پڑوسی کے حق کی رعایت کر
ہیں۔ خدا رحم کرے۔

فائدہ: آج حقیقت یہ ہے کہ پڑوسی کے حقوق کو ادا نہیں کیا جاتا ہے اسے پامال ک
جاتا ہے۔ غریب کمزور ہو تو اسے ستایا جاتا ہے۔

صالح اور نیک پڑوسی کی برکت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک

مسلمان صالح پڑوسی کی وجہ سے سو گھروں کی مصیبتوں کو دور کرتا ہے۔

(ترغیب ج ۳ صہ ۳۶۳)

فائدہ: صالح پڑوسی کی کیسی عجیب و عظیم برکت ہے۔ کہ اس کے صالح اور نیک ہونے کی طفیل سو گھروں کے مصائب دفع ہوتے ہیں۔ اس خوبی اور برکت کا لحاظ کرتے ہوئے۔ اچھے اور صالح پڑوسی کو آدمی جگہ دے۔ اس کے ساتھ سہولت اور رعایت کا معاملہ کرے۔ ایسا شخص محلے میں نہ ہو تو اسے جگہ دے۔ تاکہ نیکی کی برکت سے محلے کو فائدہ پہنچے۔ افسوس لوگ کیسے بدبخت ہوتے جارہے ہیں کہ نیک اور صالح پڑوسی کو تکلیف دیتے ہیں۔ اور شریر فاسق پڑوسی کی رعایت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج برکت اٹھ چکی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس محلے میں نیک اور صالح عالم، اور بزرگ شخص ہو وہ محلہ بڑا ہی مبارک ہے۔ کہ اس کے وجود اور سکونت و قیام کو خیر کے آنے اور شر و فتنہ کے دفع ہونے کا سبب سمجھ کر ان کا اکرام کرے۔

برے پڑوسی سے پناہ مانگے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ یہ دعا فرماتے تھے۔

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ جَارِ السُّوْءِ فِیْ دَارِ الْمُقَامَةِ﴾

"اے اللہ میں گھر کے برے پڑوسی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

(ابن حبان، ترغیب صہ ۳۵۵)

فائدہ: یعنی محلے اور سکونت کے پڑوسی سے برخلاف سفر کے پڑوسی سے کہ اس سے اتنی اذیت اور پریشانی نہیں ہوتی۔ کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے ساتھ ہوتا ہے۔

تمام مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کا حکم

تمام مخلوق خدا کی عیال

حضرت انس اور عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ تمام مخلوق خدا کی عیال ہے۔ پس خدا کے نزدیک پسندیدہ وہ ہے۔ جو اس کی عیال کے ساتھ بہترین برتاؤ کرے۔ (مشکوٰۃ صہ ۴۲۳)

فائدہ: مخلوق کے اندر مسلمان کافر انسان حیوان سب ہی داخل ہیں۔ ہر مخلوق کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرنا اسلام کی تعلیم ہے اور اللہ جل شانہٗ کو محبوب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے حضور پاک ﷺ سے درخواست کی کہ قریش نے مسلمانوں کو بہت اذیت پہنچائی بہت نقصانات دیئے۔ آپ ان لوگوں پر بددعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں بددعا دینے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں۔ میں لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے تم اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے کے ساتھ رحم کا برتاؤ نہ کرو۔ صحابہ نے عرض کیا ہم میں سے ہر شخص رحم تو کرتا ہی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ رحم نہیں ہے جو اپنے ہی ساتھ ہو۔ بلکہ رحم وہ ہے جو عام ہو۔ (فضائل صدقات صہ ۴۱۲)

خیال رہے مذہب اسلام کی تعلیم ہے کہ خدا کی ہر مخلوق کے ساتھ خواہ وہ کافر ہو یا کوئی بھی حیوان ہو اس کے ساتھ رحم، رعایت کا معاملہ کیا جائے۔ اس کو پریشان نہ کیا جائے۔ اس پر ظلم تشدد اور سختی نہ کی جائے۔ ناحق مارا نہ جائے۔ بھوکا پریشان حال

ہوتو اس کا خیال کیا جائے۔

ہر مخلوق کے ساتھ بھلائی اور اچھائی کا برتاؤ کرنے والا خدا کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہے یا چونکہ سب خدا کی عیال ہے۔ جس طرح آدمی کی عیال پر کوئی شفقت و رحمت کا معاملہ کرے تو اسے خوشی اور اس شخص سے اسے محبت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خدا کی مخلوق خدا کی عیال ہے اس کے ساتھ محبت و شفقت کرنے والا خدا کو محبوب ہوگا۔

غیروں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کی اجازت

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس زمانہ میں قریش سے معاہدہ ہو رہا تھا (یعنی صلح حدیبیہ) اس وقت میری والدہ جو مشرکہ اور کافرہ تھیں۔ میرے پاس آئیں (مکہ سے مدینہ منورہ) میں نے آپ ﷺ سے معلوم کیا۔ میری والدہ اعانت کے سلسلہ میں میرے پاس آئیں میں ان کی مدد و اعانت کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں ان کی اعانت کرو۔ (بخاری ص ۸۸۴، مشکوۃ ص)

فائدہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ بیوی تھیں اور اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ تھیں۔ باپ اور بیٹی اسلام سے مشرف ہو گئے تھے۔ مگر یہ کافرہ رہ گئی تھیں۔ اسی وجہ سے مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے شوہر اور بیٹی کے ساتھ نہ آسکی تھیں۔ یہ اپنی بیٹی حضرت اسماء کے پاس مدد کے لئے آئی تھیں۔ اس کے مشرک ہونے کی وجہ سے حضرت اسماء کو پس و پیش ہوا کہ مدد کروں یا نہ کروں۔ اس لئے آپ سے دریافت کیا۔ چنانچہ آپ نے اجازت دے دی کہ ضرور مدد کرو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں باب صلۃ الوالد المشرک اور باب صلۃ الاخ المشرک قائم کر کے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کافر کے ساتھ بھی صلہ رحمی اور حسن سلوک کا برتاؤ کیا

جائے گا۔ (ص ۸۸۴)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے الجامع لاحکام القرآن میں بیان کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اسی واقعہ پر قرآن پاک کی یہ آیت اتری۔

﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ۔ الخ﴾

"کہ اللہ پاک نے ان کافروں کے ساتھ حسن برتاؤ یا بھلائی کرنے سے منع نہیں کیا جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں قتال نہیں کیا اور نہ تم کو اپنے گھروں سے نکالا۔" (ج ۱۷ ص ۵۵)

حدیث اسماء رضی اللہ عنہا اور اس آیت قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ کافر اور مشرک کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا جائے گا اور اس میں بھی ثواب ہے۔

لہٰذا جن حضرات کے یہاں غیر مسلم کام کرتے ہیں۔ یا ان کے کافر سے دنیاوی روابط و ضوابط ہیں۔ دنیاوی فوائد کی وجہ سے تعلق اور آمد و رفت یا تجارتی تعلقات ہوں تو وہ ان کو ہدایا تحائف کھانے وغیرہ کی دعوت یا ضرورت پر جانی و مالی نصرت کریں تو یہ درست اور شرعاً اس کی اجازت ہے۔ اسی طرح کافر پڑوسی ہو تو اس کے ساتھ احسان و بھلائی باعث ثواب ہے۔

خیال رہے کہ اسلام جب جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے تو انسان خواہ کافر ہی ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم کیوں نہیں دے گا۔ اسی قسم کے اخلاقی برتاؤ سے تو غیروں نے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا ہے۔ ہاں وہ جب ہمارے ساتھ قتال کریں۔ مذہب کی وجہ سے ظلم و تشدد کا برتاؤ کریں تو پھر ان کے ساتھ مذہبی عناد کی وجہ سے حسن سلوک اور احسان و اعانت روک لیا جائے گا۔ یہ بھی صرف انہیں لوگوں سے جو ایسا کریں گے۔ تمام جماعت اور افراد سے نہیں جیسا کہ سورہ ممتحنہ کی

آیت لاینھاکم الخ بتا رہی ہے۔

چنانچہ معارف القرآن میں ہے اس آیت میں ایسے کفار جنہوں نے مسلمانوں سے مقابلہ نہیں کیا اور ان کے گھروں سے نکالنے میں بھی کوئی حصہ نہیں لیا ان کے ساتھ احسان کے معاملے اور اچھے سلوک اور عدل و انصاف کرنے کی ہدایات دی گئی ہے۔ عدل و انصاف تو ہر کافر کے ساتھ ضروری ہے جس میں کافر ذمی مصالح اور کافر حربی و دشمن سب برابر ہیں۔ بلکہ اسلام میں تو عدل و انصاف جانوروں کے ساتھ بھی واجب ہے کہ ان کی طاقت سے زیادہ بار ان پر نہ ڈالے۔ اور ان کے چارے اور آرام کی نگہداشت رکھے۔ اس آیت میں اصل مقصود برو احسان کرنے کی ہدایت ہے۔

(پارہ ۲۸ ص ۸۷)

فقہاء کرام نے بھی اس توسیع کو بیان کیا ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے "سیر کبیر" میں ذکر کیا ہے۔ کوئی حرج نہیں۔ حربی کافر یا ذمیوں کے ساتھ احسان کیا جائے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ خصوصاً اہل تقویٰ اور اہل علم و فضل کے ساتھ احسان اور بھلائی بہت زیادہ اور صدقہ جاریہ کے طور پر ثواب ہے کہ اس کی عبادت عملی خدمت کا ثواب یہ پاتا رہے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کافر مہمان کا واقعہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مجوسی حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کا مہمان بننے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں تیری مہمانی قبول کرتا ہوں۔ وہ مجوسی چلا گیا۔ اللہ جل شانہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ ابراہیم تم ایک رات کا کھانا تبدیلی مذہب بغیر نہ کھلا سکے۔ ہم ستر برس سے اس کے کفر کے باوجود اس کو کھانا دے رہے ہیں ایک وقت کا کھانا کھلا دیتے تو کیا مضائقہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فوراً اس کی تلاش میں

دوڑے وہ مل گیا۔ اس کو اپنے ساتھ واپس لائے اور اس کو کھانا کھلایا۔ اس مجوسی نے پوچھا کیا بات پیش آئی کہ تم خود مجھے تلاش کرنے نکلے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وحی کا قصہ سنا دیا۔ وہ مجوسی کہنے لگا اس کا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے تو مجھے اسلام کی تعلیم دیجئے۔ اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ (احیاء العلوم فضائل صدقات ص ۲۱۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں ان میں کوئی گنجائش نہیں (یعنی سب کے لئے ہے) والدین کے ساتھ احسان کرنا خواہ مسلمان ہوں یا کافر۔ امانت کا خیال کرنا ادا کر دینا خواہ مسلمان کا ہو یا کافر کا۔ وعدہ عہد و پیمان کا پورا کرنا خواہ مسلم کے ساتھ ہو یا کافر کے ساتھ۔ (جامع صغیر ص ۲۰۹)

فائدہ: خلاصہ یہ نکلا کہ مذہب اسلام کی بلند پایہ مکارم میں سے یہ ہے کہ غیروں کے ساتھ بھی حسن سلوک اور مکارم اخلاق احسان و اعانت کا معاملہ رکھے، علامہ شامی لکھتے ہیں۔ صلۃ الرحم محمودۃ فی کل دین و الاھداء الی الغیر من مکارم الاخلاق (ص ۳۵۲)

مکہ کے کافروں کی مدد

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ قریش (کفار مکہ) کو سخت قحط کا سامنا پڑا۔ تو آپ ﷺ نے سونے کی گٹھلیاں ابوسفیان کو بھیجیں کہ وہ اپنی قوم کے درمیان تقسیم کر دیں۔ جب سفیان کو یہ پہنچا تو اس نے کہا محمد ﷺ کے پاس حسن سلوک ہی تو ہے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا ص ۲۵۸)

فائدہ: یعنی آپ ﷺ حسن اخلاق کے بلند معیار پر ہیں کہ جنہوں نے آپ کو نکالا۔ تکلیفیں پہنچائیں۔ ضرورت کے موقعہ پر آپ نے خوب فراوانی کے ساتھ امداد کی۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں جب قحط پڑا تو آپ ﷺ

نے پانچ سو دینار (سونے کی اشرفیاں) مکہ مکرمہ بھیجا اور فرمایا کہ اسے ابوسفیان اور صفوان کو دے دینا۔ وہ فقراء مکہ اور حاجتمندوں میں تقسیم کردیں۔ (ج ۲ ص ۳۵۳)

اللہ اکبر مخالفوں اور دشمنوں اور غیروں کے ساتھ آپ ﷺ کی سخاوت کا یہ حال تھا۔ کہ قریب پانچ لاکھ کی رقم آپ نے قحط کے موقعہ پر ان کو بھیجا! اس سے معلوم ہوا کہ قحط وفساد وغیرہ کے موقعہ پر کافروں کی مدد و اعانت باعث ثواب ہے۔

یہ ہے مذہب اسلام کی بلند پایہ تعلیم پاکیزہ اخلاق کہ دشمنوں اور مخالفین مذہب کے ساتھ بھی امداد و نصرت کا حکم ہے۔ آج یہ بلند پایہ اخلاق اپنوں کے لئے اور غیروں کے لئے چھوٹ چکے ہیں۔ جس سے مذہب کی ترقی رک گئی ہے۔ ہماری بداخلاقی ہمارے مذہب کو بدنام اور متاثر کررہی ہے۔

جانوروں کے ساتھ بھی اچھے برتاؤ کا حکم

پانی پلادینے سے مغفرت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے واقعہ بیان کیا ہے کہ دو شخص سفر کررہے تھے۔ ان کو سخت پیاس لگی۔ ایک کنواں دیکھا۔ اس میں اتر گئے۔ اور پانی پی لیا۔ جب باہر نکلے تو ایک کتے کو دیکھا جو پیاس کی وجہ سے زبان نکالے ہانپ رہا تھا اور زمین کی تری چاٹ رہا تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ اسے بھی پیاس لگ رہی ہے۔ جس طرح مجھے پیاس لگی تھی۔ چنانچہ وہ کنوئیں میں اترا اور اپنے (چمڑے کے) موزہ میں پانی بھرا پھر منہ میں نے موزہ پکڑا اور کتے کو پلایا۔ خدا کو یہ پسند آگیا اس کی مغفرت فرمادی۔

(بخاری ۸۸۸، ادب مفرد ۶۷۱، مسند احمد)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے ساتھ بھی رحمت و شفقت کا برتاؤ کرے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں باب رحمۃ الناس و البھائم قائم کرکے اس بات کی تاکید کی ہے کہ جس طرح انسانوں پر رحم کا حکم ہے اسی طرح جانوروں پر بھی رحم کا حکم ہے۔ یہ درست نہیں کہ اس کو بے تحاشہ مارے اور کھانے پینے میں تکلیف دے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دوران سفر ایک منزل پر قیام کیا۔ ایک شخص نے پرندہ کا انڈا (گھونسلہ سے) اٹھالیا۔ جب وہ چڑیا آئی تو حضور پاک ﷺ کے سر مبارک کے چاروں طرف پھڑپھڑانے لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کس نے انڈے اٹھاکر اسے پریشان کیا۔ ایک شخص نے کہا میں نے۔ آپ نے

اس پر رحم کھاتے ہوئے فرمایا اس کے انڈے رکھ ڈالو۔ (ادب مفرد ۱۷۶)

فائدہ: عموماً بچے شرارت اور کھیل میں پرندوں کے انڈے اٹھا لیتے ہیں۔ اس طرح گھر وغیرہ کے جھاڑنے میں بھی انڈے ضائع کر دیتے ہیں۔ جس سے جانور پریشان ہوتے ہیں، یہ درست نہیں البتہ سانپ کے انڈوں کو ضائع کرنا درست ہے۔

بلاوجہ جانوروں کو مارنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ناحق کسی چڑیے کو مارے۔ قیامت کے دن اس کے متعلق اس سے مواخذہ ہوگا۔ (بیہقی فی الشعب ج ۷، ص ۴۸۳)

حضرت شرید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے جس نے بلاوجہ پرندے کو مارا (مثلاً کھانے کا ارادہ نہ تھا۔ کھیل یا نشانہ کے طور پر ایسا کیا) تو وہ قیامت کے دن فریاد کرے گا اے پروردگار اس نے مجھے بلاوجہ مارا تھا۔ (بیہقی فی الشعب ج ۷، ص ۴۸۳)

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص ایک چڑیا کو بھی بغیر حق کے ذبح کرے گا۔ قیامت کے دن اس سے مطالبہ ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس کا کیا حق ہے۔ حضور نے فرمایا ذبح کر کے اس کو کھایا جائے۔ یہ نہیں کہ ویسے ہی ذبح کر کے اس کو پھینک دیا جائے۔ (فضائل صدقات ص ۲۱۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو جانور غیر موذی ہو اسے بلاوجہ مارنا اور تنگ کرنا ناجائز حرام ہے۔ اسی طرح نہ کھانے والے جانوروں کا مارنا اور شکار کرنا ممنوع ہے۔ کہ ناحق جان لینا ہے۔

ذبح کے وقت راحت کا خیال

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک نے ہر چیز میں اچھائی کو مقرر کر رکھا ہے۔ تم جب جانوروں کو ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو۔ چھری کو تیز کر لیا کرو۔ ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ۔

(مشکوٰۃ ص ۳۵۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جانوروں کے ذبح کے وقت چھری کو تیز کر لیا جائے۔ اور اسے جانور سے چھپایا جائے (تاکہ اسے دیکھ کر احساس نہ ہو) جب ذبح کرو تو بہتر طریقہ اختیار کرو۔ (بیہقی فی الشعب ص ۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ منع فرماتے تھے کہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت چھری کو اس کے سامنے تیز کیا جائے۔

فائدہ: عموماً لوگ کم تیز چھری سے جانوروں کو ذبح کرنے لگ جاتے ہیں۔ جس سے ذبح میں دیر لگتی ہے کھال دیر سے کٹنے کی وجہ سے جانوروں کو شدید تکلیف ہوتی ہے۔ اس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس طرح یہ بھی منع کیا ہے کہ اس کے سامنے چھری تیز کرے۔ کہ اسے احساس ہو جائے اور خوف زدہ ہو جائے۔ اس کا خیال رکھے حتی الامکان جانوروں کو بھی اذیت نہ دے۔ ہماری شریعت نے انسان تو انسان جانوروں کے ساتھ بھی تکلیف دہ معاملہ سے منع کیا ہے۔ اب رہا ذبح کے متعلق سو خدائے پاک نے اسی لئے ان کو پیدا کیا ہے۔ وہ اس کا مقصد پیدائش ہے۔

ذبیحہ کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ذبیحہ کے

ساتھ ہی کیوں نہ ہو شفقت ورحمت کا معاملہ کرے گا خدائے پاک قیامت میں اس پر رحم فرمائے گا۔(ادب مفرد ص۱۳۰)

فائدہ: ذبیحہ کے ساتھ شفقت کا مفہوم یہ ہے کہ ذبح کے لئے اسے بے دردی کے ساتھ کھینچ کر نہ لائے۔ اسے ہاتھ پیر سے دھکے نہ دے۔ بلکہ اسے پیار محبت کے ساتھ لائے۔ اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرے، چمکارے۔ بھدی چھری سے ذبح نہ کرے۔

جانوروں کے کیا حقوق ہیں؟

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے چڑیا یا اس سے کسی بڑے جانوروں کو ناحق مارنے سے منع فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے دن اس کو مارنے کا مواخذہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ اس کا حق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے ذبح کرے۔ سر کاٹ کر یونہی نہ پھینکے۔(مشکوٰۃ ص۳۵۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جانوروں کو کھانے ہی کے مقصد سے ذبح کرے۔ شکار یا ذبح کرکے یونہی نہ پھینک ڈالے۔ کہ یہ ناجائز ہے۔ طیبی رحمۃ اللہ علیہ شارح مشکوٰۃ کے حوالہ سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو جانور نہیں کھائے جاتے ان کا مارنا حرام ہے۔(حاشیہ مشکوٰۃ ص۳۵۹)

جانوروں کا نشانہ بنانا ممنوع ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے کہ جانداروں کو نشانہ کے لئے مارا جائے۔(مشکوٰۃ ص۳۵۷)

فائدہ: بعض بے رحم لوگ جانوروں کو پرندوں کو باندھ کر نشانہ کرتے ہیں۔ اور مشق کرتے ہیں۔ اس کی سخت ممانعت ہے۔ اس طرح بے دردی سے مارنا حرام

ہے۔ غیر ذی روح سے بھی مشق کیا جاسکتا ہے۔ ہاں البتہ شکار کرنا درست ہے۔ کہ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریق ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار کرتے تھے۔ کھائے جانے والے جانوروں کا مقصد پیدائش بھی یہی ہے۔

جانوروں کا پورا دودھ نہ نکالا جائے

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو دودھ والی اونٹنی دی۔ میں نے اس کا دودھ نکالا تو خوب طاقت لگا کر سب نکالنے لگا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ایسا مت کرو۔ جس کی وجہ (بچے) سے دودھ ہوا ہے اس کے لئے کچھ چھوڑ دو۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جانوروں کا پورا دودھ کھینچ کر نہ نکالا جائے۔ کہ اس کا بچہ کیا پئے گا۔ اس کا بھی تو حق ہے۔ اسی بچہ کی وجہ سے تو دودھ ہوا ہے۔ لہٰذا اس کے پینے کے لئے بھی چھوڑ دیا جائے۔

تکلیف دینے یا بھوکا مارنے پر عذاب

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک عورت کو عذاب اس وجہ سے دی جارہی ہے کہ اس نے ایک بلی پالی تھی۔ نہ تو اسے باندھ کر رکھنے کی صورت میں کھانا دیا۔ نہ اسے آزاد چھوڑا کہ چل پھر کر زمین سے کھالیتی۔(مسلم ص۳۲۸، ادب مفرد ص۱۳۰)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ ایک قول میں یہ عورت مسلمان تھی۔ باوجود مسلمان ہونے کے بلی کی وجہ سے عذاب دی گئی۔(ص۷ ۲۳)

خیال رہے کہ جانور پالے یا باندھ کر رکھے تو اس کے کھانے پینے کا انتظام واجب ہے۔ اگر اس نے واجب میں کوتاہی کی۔ اس کو گھاس چارہ وغیرہ نہ دیا۔ اور بھوکے

رکھا تو اس کا گناہ اس کے مالکوں پر ہوگا۔ عموماً لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ بسا اوقات جانور پال لیتے ہیں اور ان کو بھوکا مارتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ جانور سے فائدہ ہو یا نہ ہو بہر صورت قبضہ میں رکھنے کی وجہ سے اس کا حق ادا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح بیمار وغیرہ ہو جائے تو علاج کے ذریعہ آرام پہنچانا بھی واجب ہے۔

جانور کے چہرے پر نہ مارے

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے منع فرمایا کہ جانوروں کے مونہہ پر مارا جائے۔ (مجمع الزوائد ج۸ ص۱۰۶)

فائدہ: دیکھا گیا ہے کہ بکری وغیرہ کوئی چیز کھالیتی ہے تو لوگ اس کے مونہہ پر مارتے ہیں۔ یہ منع ہے اس بیچاری کو کیا خبر کہ مجھے کیوں مارا جارہا ہے۔ جانور مکلف نہیں وہ جس طرح چاہے جہاں جو مل جائے اس کو کھانا جائز ہے۔ لوگ مکلف ہیں اس بات سے کہ وہ اس سے بچاکر اور محفوظ رکھیں کہ وہ مونہہ نہ ڈال سکے۔

کسی چڑئے پر رحم کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن رحم کا مستحق

حضرت سعید انصاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ خدائے پاک ایک چڑئے پر رحم کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن اپنے مؤمن بندے کے ساتھ رحم کا معاملہ فرمائے گا۔ (مطالب عالیہ ص۲۹)

ابو عمر الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ایک صحابی نے بیان کیا کہ ہم لوگ سفر میں تھے کسی نے چڑئے کا بچہ پکڑلیا۔ پس چڑیا اس کے کجاوہ میں آنے لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا بچہ واپس کیا جائے۔ اور فرمایا خدائے پاک اپنے

بندہ پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ جتنا کہ یہ چڑیا اپنے بچہ پر۔

(مطالب عالیہ ج۳ ص۲۹)

فائدہ: کتنی بڑی فضیلت کی بات ہے کہ ایک معصوم چھوٹے سے جانور پر رحم کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن رحمت خداوندی کا مستحق ہوگا۔ تو انسان پر رحم و کرم کی کتنی فضیلت ہوگی۔

جانوروں کی خدمت پر بھی ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرات صحابہ نے آپ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول کیا ان چوپایوں میں بھی ثواب ہے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا ہاں ہر ذی روح جاندار میں ثواب ہے۔ (مسلم ص۲۳، بخاری ص۸۸۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی بھی ذی روح کو راحت پہنچانا اسے کھانا پینا دینا۔ گرمی ٹھنڈک میں اس کی رعایت کرنا بیماری پر اس کی خدمت کرنا ثواب کا کام ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہر جاندار کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا کھانا پینا دینا باعث ثواب ہے۔ (ج۲ ص۲۳)

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کھاتے وقت کتا بلی وغیرہ آجائے تو اسے ڈنڈے سے مارنے دوڑتے ہیں بڑے ظلم کی بات ہے۔ اسے کچھ دے دے۔ یا باقی ماندہ اس کے سامنے ڈال دے۔ خدائے پاک رزاق نے اس کے رزق کو آپ ہی کے واسطے سے مقدر کر رکھا ہے۔ اس کا دھیان رکھیں تو مار پیٹ کی نوبت نہ آئے گی۔ ہاں نہ دینا ہو۔ ضرر کا اندیشہ ہو تو اسے بلا مارے ہانک دے۔ بلا وجہ مارنا گناہ ہے۔ خیال رہے کہ جانوروں کے ساتھ حسن برتاؤ سے آدمی مرتبہ ولایت کو پہنچ جاتا ہے۔ ابراہیم بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے گھر میں

دیکھا وہ اپنی بلی کو کھلانے کے لئے روٹی توڑ رہے تھے۔ اور اپنے کبوتروں کے لئے روٹی چور رہے تھے۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جو مشہور صحابی ہیں چیونٹیوں کے لئے روٹی باریک کرتے تھے۔ (بیہقی فی الشعب ج ۷، ص ۴۸۳)

بلاضرورت جانوروں پر سوار نہ رہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خبردار جانوروں کی پیٹھ کو کرسی بنانے سے بچو۔ (بیہقی فی الشعب ج ۷، ص ۴۸۵)

مطلب یہ ہے کہ اگر رک کر بات کرنے کی ضرورت ہو تو جانور کی پیٹھ سے اتر جائے۔ بلاضرورت اس پر سوار نہ ہو۔ اگر سواری سے فارغ ہو جائے تو زین وغیرہ اتار دے تاکہ راحت محسوس کرے۔ خدائے پاک نے جانوروں کی پیٹھ کو ضرورت کی وجہ سے مسخر کیا ہے۔ لہٰذا بلاضرورت انہیں تعب میں ڈالنا درست نہیں۔

کن جانوروں کو نہ مارے؟

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے چار جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔ ① چیونٹی۔ ② شہد کی مکھی، ③ ہدہد اور ④ گوریا۔ (مجمع ص ۴۴، ترغیب ص ۶۳۸، ابوداؤد ج ۲ ص ۷۱۳، ابن ماجہ ص ۶۳۲)

مینڈک کو مارنا منع ہے

عبدالرحمٰن بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سے ایک طبیب نے مینڈک سے دوا بنانے کے بارے میں معلوم کیا تو آپ ﷺ نے اسے مارنے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد ص ۷۱۳، ترغیب ص ۶۳۹)

فائدہ: خیال رہے کہ ویسے تو ان تمام جانوروں کو جو نقصان اور ضرر نہ پہنچاتے

ہوں اور ان کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو، ان کو مارنا منع ہے۔ اور جو جانور نقصان پہنچاتے ہوں ان کا مارنا درست ہے۔ مگر ان پانچ جانوروں کو جن کا ذکر اوپر کیا گیا خصوصیت کے ساتھ منع کیا گیا۔ اور اس کے منع کرنے میں حکمت اور مصلحت ہے۔ جسے علامہ قرطبی مشہور مفسر قرآن نے الجامع لاحکام القرآن میں بیان کیا ہے۔

گوریا: یہ پہلا وہ پرندہ ہے جس نے روزہ رکھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔ نیز یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی رہنمائی اسی نے کی تھی۔

جس کا واقعہ یہ ہے کہ جب شام سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر کے لئے مکہ آئے چونکہ بیت اللہ کا مقام مٹ چکا تھا تو اسی گوریا نے راستہ بتایا اور بادل بھی گوریا کے ساتھ چلا۔ اس نے خانہ کعبہ کی مقدار بتائی۔ اور کہا کہ میرے سایہ کے برابر بیت اللہ کی مقدار ہے۔

اس لئے آپ ﷺ نے گوریا کے مارنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس نے خانہ کعبہ کا راستہ بتایا تھا۔

مینڈک: اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تھا پانی پہنچایا تھا۔ اور یہ کہ خدا کے دشمن فرعون اور قبطیوں کو اسی نے خوب پریشان کیا۔ اور یہ کہ اس کا زمزمہ تسبیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مینڈک کو قتل مت کرو کہ اس کا زمزمہ تسبیح ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب جانوروں میں سب سے زیادہ تسبیح پڑھنے والا جانور مینڈک ہے۔ (قرطبی ج ۷ ص ۲۵۹)

ہدہد: اس وجہ سے کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعریف کی۔ اور ان کو اور ان کے لشکریوں کو حسن ترتیب سے ظلم سے بچایا۔ اور سلیمان علیہ السلام کو پانی کے مقام کی رہنمائی کرتا جس سے وضو اور نماز میں سہولت ہوتی۔ اور بلقیس کی رہنمائی کی (جس

کے نتیجہ میں ایمان لاکر زوجیت سلیمان میں داخل ہوئی)۔ (قرطبی ج ۱۳ ص ۸۲)

شہد کی مکھی: خدائے پاک نے اس کی جانب الہام کیا۔ الہام جس کی تعبیر یہاں وحی سے کی گئی ہے۔ ایک نعمت اور فضیلت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر قسم کی مکھیوں مچھروں اور کیڑے مکوڑوں کو اہل جہنم پر مسلط کر کے عذاب دیا جائے گا مگر شہد کی مکھی کو ان پر مسلط نہیں کیا جائے گا۔

(القرطبی)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے کہ تمام مکھی مچھر جہنم میں ہوں گے سوائے شہد کی مکھی کے۔ (ص ۲۶۵، مجمع ص ۴۴)

شہد کی مکھی چونکہ انسان کے لئے نفع بخش ہے۔ اور اس سے نکلنے والی شئے کو خدائے پاک نے باعث شفا بنایا ہے۔ اس لئے اس کے مارنے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔

موذی جانوروں کو مارنا جائز ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کسی جاندار کو مارنے سے مگر یہ کہ وہ اذیت دے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۴۵)

مطلب یہ ہے کہ جو جانور اذیت پہنچائے اس کو مارنا قتل کرنا درست ہے۔ جیسے سانپ بچھو کو تو بہر صورت مارنے کی اجازت ہے۔ اسے دیکھ کر چھوڑ دینا درست نہیں۔ کہ کسی دوسرے کو وہ اذیت پہنچادے گا۔

کن جانوروں کو مارنے کا حکم یا اجازت ہے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے کتوں کو مارنے کا حکم دیا۔ اور فرماتے تھے سانپ کو اور کتوں کو قتل کردو۔ اور دو نشان والے

سانپ اور دم کٹے سانپ کو قتل کرو۔ جو نگاہ کو اچک لیتا ہے۔ حمل کو ساقط کر دیتا ہے۔

(مسلم ص ۲۳۴)

یہ دونوں زہریلے سانپ ہیں۔ دم کٹا سانپ بڑا زہریلا ہوتا ہے۔ چنانچہ ناگ دم کٹا ہوتا ہے۔ جس کے کاٹنے سے انسان مرجاتا ہے۔ ایسے سانپوں کو مارنے کا فوری حکم ہے۔ کیونکہ اگر یہ زندہ رہے گا تو نہ معلوم موقع پاکر کسی کو ڈس لے گا اور ہلاک کردے گا۔

نہ مارنے پر وعید

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سانپ کو مار دو۔ اور جو حملے کے خوف سے نہ مارے وہ ہم میں سے نہیں۔ (مجمع ص ۳۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو سانپ کو مارے گا اسے سات نیکیاں اور جو گرگٹ کو مارے گا اسے ایک نیکی ملے گی۔ اور جو سانپ کو مارے ڈر کے نہ مارے وہ ہم میں سے نہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۴۸)

فائدہ: سانپ کو مارنے کا حکم ہے چونکہ یہ موذی اور مہلک جانور ہے۔ گرگٹ کو آپ نے مارنے کا حکم دیا چونکہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تھا تو پھونک رہا تھا۔

بعض احادیث میں ہے کہ گھر میں رہنے والے سانپ کو نہ مارے۔ اس سے مراد مدینہ منورہ کے گھروں کے سانپ ہیں۔ چونکہ بعض جن ایمان لے آئے تھے جو بشکل سانپ گھروں میں رہتے تھے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں بیان کیا ہے کہ بعض علماء کی رائے ہے کہ تمام گھروں کے سانپوں کا یہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ اس سے مراد مہلک اور ڈسنے والا اژدھا نہیں ہے۔ یہ گھر میں نظر آجائے تو بہر صورت

اس کے مارنے کا حکم ہے۔ جن حضرات نے تمام علاقے کے گھروں میں رہنے والے سانپ کو مارنے سے منع کیا ہے۔ انہوں نے یہ کہا کہ ان کو اگر مارے تو انذار یعنی متنبہ کر دے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں اس کا یہ طریقہ ذکر کیا ہے کہ نکلنے والے سانپ سے یہ کہے۔ میں تم کو بالقسم وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو تم سے حضرت سلیمان ابن داؤد علیہ السلام نے لیا ہے کہ تم ہمیں اذیت نہ دو اور تم ظاہر نہ ہوا کرو۔ تین مرتبہ کہے پھر اگر نکلے تو مارے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تین مرتبہ ان کو مطلع کر دو۔ پھر نکلے تو مار دو کہ وہ شیطان ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۴)

ہر قسم کے سانپ کو مارے

حضرت ابراہیم بن جریر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہر سانپ کو مارو۔ جو حملہ کے خوف سے چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

(طبرانی، سبل الہدیٰ ج ۹ ص ۸۱)

حضرت سراء بنت نبہان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہر سانپ کو مارو چھوٹا بڑا کالا سفید جو اسے قتل کرے گا اس کے لئے جہنم سے چھٹکارے کا باعث ہوگا اور جسے سانپ مار دے وہ شہید ہو گیا۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۴۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے سانپ کو مارے۔ خواہ زہریلا ہو یا نہ ہو۔ جیسے عموماً سفید سانپ۔ اس لئے مشہور ہے کہ جتنا کالا اتنا ہی زہریلا۔ اس حدیث میں ہر سانپ کو مارنے کا حکم عام ہے۔ اگر زہریلا نہ ہو تب بھی موحش ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ نیز سب کو کہاں معلوم ہے کہ کون ڈسنے والا ہے کون نہیں۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سانپ کو مارنا جہنم سے چھٹکارے کا باعث اس وجہ سے ہے کہ سانپ نے ابلیس کا تعاون کیا تھا حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالنے میں۔ اسی

وجہ سے سانپ کا مارنا گویا کافر کو قتل کرنا ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کافر اور اس کا قاتل دونوں جہنم میں جمع نہیں ہوں گے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۲۵)

بچھو کو بھی مار ڈالے

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ تمام سانپ اور بچھو کو ہر حال میں قتل کرو۔ (سبل ج ۹ ص ۸۲)

فائدہ: یعنی خواہ کاٹے یہ نہ کاٹے بہر صورت مار ڈالو۔ اگر تم کو نہیں ڈس سکا تو دوسرے کو تو ڈس سکتا ہے۔ اس لئے ضرر سے پہلے مار ڈالو۔

ایک کی وجہ سے سب کو نہ مارے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نبیوں میں سے کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ چیونٹی کی جگہ کو جلا دیا جائے۔ اللہ پاک نے ان کی جانب وحی بھیجی کہ کاٹا ایک چیونٹی نے اور تم نے اس کی پوری جماعت کو جلا دیا۔ جو تسبیح کرتی تھی۔ (ابن ماجہ ص ۲۳۲، بخاری، ترغیب ج ۳ ص ۱۲۸، مسلم ص ۲۳۶)

ایک روایت میں ہے کہ ایک چیونٹی (جس نے کاٹا تھا) کو مار ڈالتے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایک کی وجہ سے پوری جماعت کا مارنا جائز نہیں۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اس کے تحت انہوں نے ایک واقعہ بھی لکھا ہے۔ (ج ۱۳ ص ۱۸۳)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر چیونٹی کاٹے تو اس کا مارنا جائز ہے۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو چیونٹی تم کو کاٹے اس کو قتل کر ڈالو۔

(ج ۱۳ ص ۱۸۳)

بے قصور کو سزا دینا درست نہیں۔ جو جانور ستائے یا جس سے اذیت حاصل ہو صرف اسی کو مارا جاسکتا ہے۔ غصہ کی وجہ سے اس کی جنس کے دیگر افراد کو سزا نہیں دی جاسکتی۔ خیال رہے کہ جب ایک معمولی چھوٹے سے جانور کے بارے میں یہ حکم ہے تو پھر انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور ذی روح اور معزز و مشرف ہے۔ اس کی جماعت کو ایک فرد جرم کرے مثلاً قتل وغیرہ کرے تو دوسرے تمام افراد کو اس کی سزا میں سزا دینا یا مواخذہ کرنا ناجائز و حرام کیوں نہ ہوگا۔

چنانچہ آج کل یہ ملعون طریقہ چل گیا ہے کہ قوم کا ایک فرد جرم کرتا ہے تو پوری قوم کے افراد کو کہ یہ بھی اسی گروہ کے ہیں سزا دینے لگتے ہیں جو قطعاً حرام ہے۔

اسی وجہ سے کسی ناگہانی واقعہ پیش آنے پر اسٹرائک کرنا، جگہ جام کرنا، احتجاج عام کرنا، راہ گیروں کو پریشان کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ خدا اس ظالمانہ حرکت سے حفاظت فرمائے۔ امین

(اے اللہ اسے قبول فرما اور اپنی رضا و آخرت کا ذخیرہ بنا)

تمت بالخیر

مآخذ اور مراجع

اس کی تالیف و ترتیب میں احادیث تفسیر و سیر وغیرہ کی کتابوں کا ایک وسیع ذخیرہ پیش نظر رہا ہے۔ تاہم جن اہم اور بنیادی مآخذ اور مراجع کے حوالے ہیں۔ ان کی فہرست مختصراً پیش خدمت ہے۔

(۱) بخاری
(۲) مسلم
(۳) ابوداؤد
(۴) ترمذی
(۵) نسائی
(۶) ابوداؤد
(۷) طحاوی
(۸) سنن کبریٰ للبیہقی
(۹) شعب الایمان للبیہقی
(۱۰) آداب بیہقی
(۱۱) سبل الہدیٰ والارشاد
(۱۲) ادب مفرد
(۱۳) مجمع الزوائد
(۱۴) جامع صغیر للسیوطی
(۱۵) ابن حبان
(۱۶) مسند بزار
(۱۷) مطالب عالیہ
(۱۸) الترغیب والترہیب
(۱۹) مسند احمد
(۲۰) مشکوٰۃ المصابیح
(۲۱) مصابیح السنۃ
(۲۲) مستدرک حاکم
(۲۳) فیض القدیر للمناوی
(۲۴) کنز العمال
(۲۵) مصنف ابن ابی شیبہ
(۲۶) مصنف عبد الرزاق
(۲۷) دارمی
(۲۸) دار قطنی
(۲۹) مکارم طبرانی
(۳۰) مکارم ابن ابی الدنیا
(۳۱) مکارم الخرائطی
(۳۲) اخلاق النبی ابوالشیخ
(۳۳) رسائل ابن ابی الدنیا
(۳۴) کتاب البر ابن جوزی

۳۵ ابن سنی
۳۶ نزل الابرار
۳۷ مسند فردوس
۳۸ ریاض الصالحین
۳۹ جامع بیان العلم
۴۰ طبقات ابن سعد
۴۱ احیاء العلوم
۴۲ زاد المعاد
۴۳ اشعۃ اللمعات
۴۴ اتحاف السادۃ
۴۵ فتح الباری
۴۶ عمدۃ القاری
۴۷ مرقات المفاتیح
۴۸ جمع الوسائل
۴۹ نسیم الریاض
۵۰ طیبی
۵۱ الاذکار
۵۲ الجامع لاحکام القرآن
۵۳ تفسیر مظہری
۵۴ روح المعانی
۵۵ الدر المنثور
۵۶ تفسیر ماجدی
۵۷ معارف القرآن
۵۸ تفسیر کبیر
۵۹ معارف السنن
۶۰ شرح شفاء
۶۱ مقدمہ ابن صلاح
۶۲ درس ترمذی
۶۳ فضائل صدقات
۶۴ مظاہر حق
۶۵ سیرۃ النبی ﷺ
۶۶ اسوۃ الصالحین
۶۷ سیرۃ مصطفی ﷺ
۶۸ وصیۃ الاخلاص
۶۹ کیمیائے سعادت
۷۰ الفتاویٰ الشامیہ
۷۱ ہندیہ
۷۲ البحر الرائق

تذکرۃ الحبیب ﷺ

تسہیل

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ

تالیف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

کاوش

حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب فاروقی

استاذ مدرسہ باب الاسلام مسجد برنس روڈ کراچی

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

فون ۷۷۲۵۶۷۳

جدید ترتیب کے ساتھ زبان و بیان کے نئے اسلوب میں

گلزارِ سنت

ارشاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	اعمال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وہ اقوال جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کی رہنمائی کے لئے فرمائے۔	وہ معمولات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے لئے تجویز فرمائے	وہ مبارک طریقے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو تعلیم فرمائے

تالیف

عارف باللہ حضرت مولانا میاں صاحب سید اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ

محدث دار العلوم دیوبند

تہذیبِ جدید

حضرت مولانا ارشاد احمد فاروقی

اُستاذ مدرسہ باب الاسلام مسجد برنس روڈ۔ کراچی

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد۔ اردو بازار۔ کراچی

فون ۷۷۲۵۶۷۳

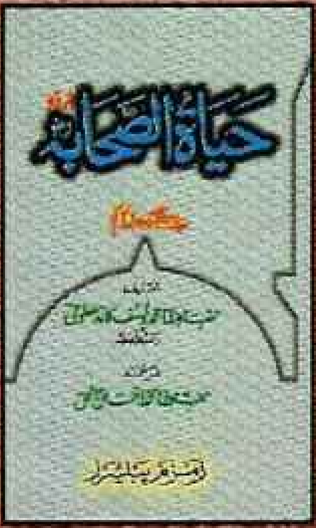
حیاۃ الصحابہ
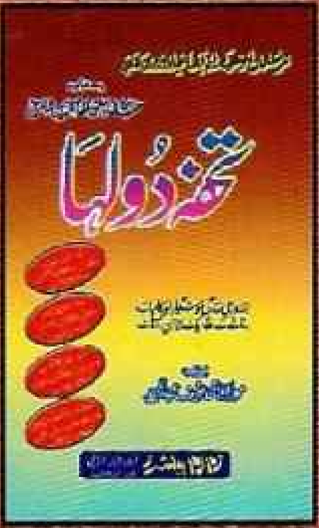
تحفۂ دولہا
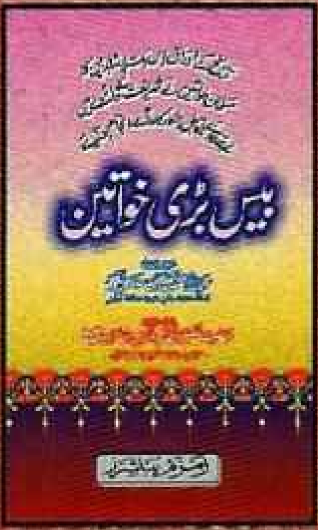
بیس بڑی خواتین
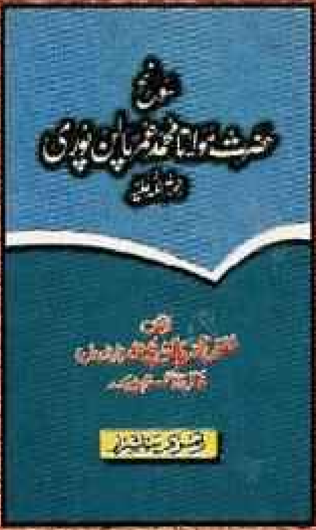
حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری
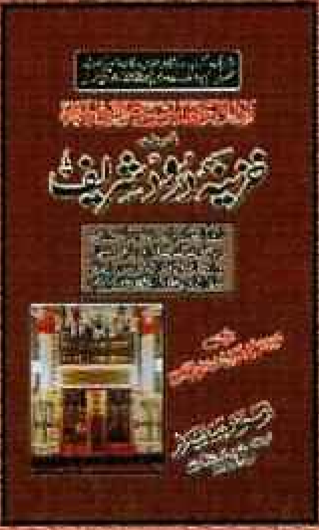

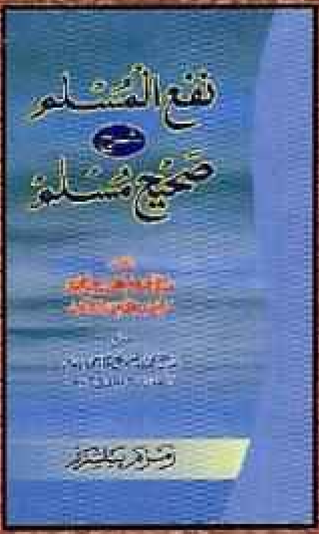
نفع المسلم
صحیح مسلم
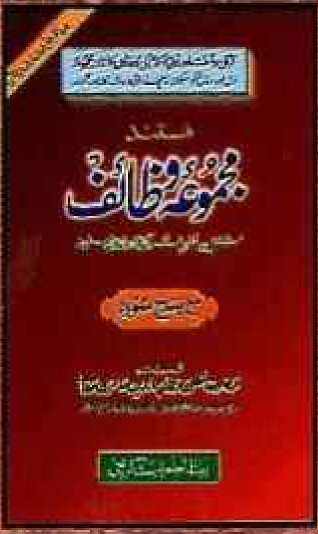
مجموعہ وظائف